

حُجْرَةُ الْمُتَّقِينَ إِلَى رَحْمَةِ الْمَحْبُوبِ

تاريخ مدينة

أَلَا أُبَشِّرُ بِمَنْعَةِ الْجَنَّةِ مَنْ عَمِلَ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَتَى الْمَسْجِدَ الْمَكْرُمَ وَأَتَى الْمَسْجِدَ الْمَكْرُمَ وَأَتَى الْمَسْجِدَ الْمَكْرُمَ

شيخ محقق حضرت علامہ شیخ محمد عبدالحق قاسمی مدظلہ العالی

مکتبہ اشرفیہ کتب خانہ لاہور



150203

فقیر عبد الکریم دوی نقشبندی



1000

Handwritten text, possibly a signature or date, in cursive script.



شیخ محقق حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی شہرہ آفاق تصنیف

جَزَبُ الْقُلُوبِ إِلَى دِيَارِ الْمَحْبُوبِ

کامستند و مکمل ترین اردو ترجمہ

تاریخ مدینہ

مترجم

حضرت علامہ مولانا محمد صادق نقشبندی مدظلہ

ناشر

نوری کتب خانہ لاہور

بفیضانِ نظر
الحاج پیر سید محمد حسن شاہ گیلانی
قادی نوری

بفیضانِ کرم
قبر ہوا
الحاج پیر سید محمد معصوم شاہ گیلانی
قادی نوری

اہتمام اشاعت

پیرزادہ سید محمد عثمان نوری

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں
2000ء

نام کتب

تاریخ مدینہ

مصنف

شیخ عبدالحق محدث دہلوی

ترجمہ

مولانا محمد صادق

طابع

پرنٹ یا رڈ پرنٹرز لاہور

ناشر

نوری کتب خانہ لاہور

قیمت

100/- روپے

تقسیم کار

نیو نوری کتب خانہ، بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور
نیو نوری بک ڈپو، دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ لاہور
ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ لاہور
مکتبہ رحمانیہ، اقرا سنٹر، اردو بازار لاہور
ضیاء القرآن پبلی کیشنز، اردو بازار کراچی
مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ لاہور

مختصر حالات زندگی

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ مصنف کتاب ہذا

شیخ وقت و مقتدا کے زمان حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ محرم ۹۵۸ھ کو دہلی میں حضرت شیخ سیف الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ والد نے دور بین نظر و نور معرفت سے پہچان لیا کہ لخت جگہ وارث و رشتہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگا۔ چنانچہ ابتداءً تعلیم حفظ القرآن دلا کہ علوم دین کی ہدایت فرمائی ساتھ ہی ساتھ اپنے فیض باطنی کی تعلیم بھی جاری رکھی گویا بچپن سے ہی مسائل تصوف و مسئلہ وحدۃ الوجود وغیرہ کی تعلیم شروع کرادی تانکہ عالم شباب میں مقصد عرفان کی ناکامی نہ ہو اور حوادث بے ذوقی کی نام آواز حمت حملہ نہ کر سکے اور نوجوان ہو کر بھی لخت جگہ حقیقی معنوں میں **اَلْوَلَدُ سِرٌّ لَا یُبَیِّنُہُ کَاٰئِمَۃٌ دَارِہُ سَکَہُ**۔ نیز فرامین نبوی جس طرح اس معصوم دل پر ظاہراً اثر انداز ہوں۔ اسی طرح باطناً بھی جلوہ گر ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ صاحب کمال اولیاء کرام کی صحبت مبارک سے فیوض حاصل کرتے رہے۔ خاص کہ آپ کو شرف رشد و غلامی حضرت مولیٰ پاک شہید رحمۃ اللہ علیہ قادری ملتانی کا حاصل ہے۔ گو دوسرے حضرات سے بھی فیض پایا ہے مگر بفرمان شیخ حضرت مذکور القدر پیشوائے اصل ہیں۔

بائیس برس کی عمر میں آپ نے تمام علوم عقلی و نقلی میں ایسا کمال حاصل کیا کہ آج دنیا جس کی داد دے رہی ہے کوئی ایسا علم نہیں جس پر عبور نہ ہو خصوصاً علم تفسیر حدیث فقہ اصول معانی صرف نحو منطق فلسفہ عقائد تصوف تجوید تاریخ سیر و تذکرہ غرضیکہ جامع علوم و فنون ہوئے۔ عنفوان جوانی میں جذبہ شوق محبت الہی نے ترک وطن پر مجبور کیا فوراً ترک کر کے متوجہ حرمین شریفین ہوئے۔ کافی عرصہ وہاں قیام فرمایا۔ اقطاب عالم و اولیائے کرام کی صحبتیں حاصل کی گئیں۔ مسند و رشد و ارشاد خلافت حاصل

کی تکمیل علم حدیث بھی کی، پھر وطن مالوف کو لوٹے۔ باون سال تک نہایت ہی طمانیت خاطر سے فرزندانِ توحید و طالبانِ راہ سلوک کی رہنمائی کی اور ملک ہندوستان کو فیضِ علم حدیث سے منور فرمایا۔ تدریس میں طریقِ علما، متقدمین و متصوفین کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ علومِ دین میں تقریباً یک صد کتابیں تصنیف فرمائیں جو قبولِ عالم ہوئیں۔ علم حدیث میں بھی کتبِ معتبرہ تصنیف کی ہیں جن کو علمائے دین نے نہایت ہی قدر سے نگاہ سے دیکھا ہے اور صدقِ دل سے اپنا دستور العمل بنایا۔ آپ کی تصانیف میں سے کتابِ جذبِ القلوب بھی ایک مکمل مدلل مقبول و محمود علم تاریخ میں نہایت ہی عمدہ کتاب ہے جس کا اردو ترجمہ اب آپ کے سامنے ہے۔ اس کتاب میں نہ صرف مدینہ طیبہ کی تاریخی حیثیت بیان کی گئی ہے بلکہ اس کا شرفِ دینی و مقامِ یقینی کا بھی بیان واضح ہے۔ اس کتاب میں شانِ گنبدِ خضراء، صلوٰۃ اللہ علیہ کا شرف و رفعت شانی و برتری از عرشِ علی کا مسئلہ بھی ہے۔ مسئلہ حیاتِ انبیاء علیہ السلام کو اس کتاب میں اس شان سے بیان کیا گیا ہے کہ بڑی بڑی کتابوں کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیا ہے۔

”شیخ اولیاء“
۹۵۸ھ

تاریخ ولادت شیخ رحمۃ اللہ علیہ

”فخر العالم“
۱۰۵۲ھ

تاریخ وفات شیخ رحمۃ اللہ علیہ

دیباچہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ
الْمُرْسَلِينَ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ.



اما بعد فقیر محمد صادق قارئین کتاب ہذا مستحق بہ "محبوب القلوب ترجمہ
جذب القلوب" کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ فدوی کو عرصہ سے حسرت تھی کہ کتب
فارسیہ مصنفہ محقق برحق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ
اپنی قومی زبان اردو میں کہہ کے عزیزان قوم کی خدمت میں پیش کرے جس سے نہ صرف
مصنف علیہ الرحمۃ کی عرض تصنیف حقیقی معنوں میں پایہ تکمیل کو پہنچے بلکہ زبان
فارسی سے نابالہ احباب و بزرگان کے سامنے تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
محبوب بلد مبارک شان جو زبان درافتاں سید الانس والجان حبیب الرحمن سلام اللہ علیہ
سے ارشاد ہوئی ہے۔ برادران ملک و ملت پر عیاں و بیان ہو اور جس کا مطالعہ ہمیں
ذکر حبیب کے بلد محبوب سے شناسا کرے۔ چنانچہ تو کلاً علی اللہ کتاب مذکور کو لباس
اردو پہنا نا شروع کر دیا مگر عیدم الفرصتی و کثرت مشاغل دنیاوی و مصائب پیدا کردہ
اعدائی نے اتنا پریشان کیا کہ میری وہ حسرت صرف درجہ تخیل تک ہی محدود رہی شوق
نے گوبے چین رکھا مگر مجبوریات کی ان فولادی کڑیوں نے مجھے اس دھن کو مکمل کرنے
کی ہمت نہ دی۔ کافی عرصہ تک میرا فرض معروض التوا میں رہا۔ جب غور کیا کہ ان بندشوں
سے تو زندگی بھر بھی فرصت ناممکن ہے اور اگر اس چارہ روزہ زندگی میں ثمرہ آخرت
کا اگر خیال ہے تو کام شروع کر اتمام کی تائید خود مؤید حقیقی فرمایا گیا۔ کچھ نہ کچھ کج مع
الفاظ میں ترجمہ شروع کر دیا مگر اختتام بہت دور نظر آ رہا تھا گویا میری مجبوریات

میرے کام کی تکمیل میں دخیل تھیں۔ آخر قسمت نے یاوری کی فیکر کو شرف زیارت و حکم حاضری درگاہ سلطان العارفین حضرت داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حاصل ہوا۔ بعد فراغت بوقت مراجعت آستانہ عالیہ کے کتب خانہ عالیہ نورسہ میں بغرض خرید چند ایک رسائل دینیہ کیا تو زیارت فیض بشارت حضرت سید محمد حسن صاحب گیلانی مدظلہ العالی ہونے صاحب موصوف نے اثناء گفتگو فرمایا کہ مجھے خیال تصانیف حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف عالیہ کو من حیث التصفیف طبع کرا دینا چنداں مفید اور تکمیل خیال مصنف نہیں ہو سکتا کیوں کہ اس دور قحط علم و عمل میں سوائے علمائے وقت و طلبائے مدارس عربیہ کے عوام میں شعور و ذوق علم فارسی و عربی غفقا ہے۔ اگر آپ بجائے اصل مسودہ کے ان کتب کے تراجم شائع فرمائیں تو غرض مصنف علیہ الرحمۃ بھی پوری ہو جائے گی اور اشاعت بھی صاحب موصوف نے فرمایا کہ ہمیں مترجم ایسا بل نہیں رہا۔ خیال سے تو اتفاق ہے مگر مجبوری مترجم کی عدم دستیابی کی ہے۔ اب فیکر کا پرانا جذبہ رنگ اقرار میں ظاہر ہوا۔ میری ضمیر مجھے ملامت کر رہی تھی۔ میری عقیدت نے میری زبان پر یہ الفاظ جاری کرائے کہ یہ ذمہ میں لینے کو تیار ہوں۔ ادھر صاحب موصوف نے فرمایا طاعت و اشاعت ہمارے ذمہ ہوتی۔ بس قرارداد ہو گئی۔ میرا وعدہ پندرہ روز تک کتاب ہذا کا ترجمہ پیش کرنے کا تھا مگر گوناگوں مشکلات و مصائب نے مجھے ایفاء عہد سے باز رکھا مگر بعد مرور ميعاد مذکور کے محترم مذکور نے کسی ایک بار وعدہ خلائی یاد دلائی۔ ہزاروں جیل سے درگزر کرتا چلا گیا۔ مگر آخر بار بار کی تاکید اور پھر ایک بزرگ دین سے عدم ایفاء عہد کی شرمندگی نے اس ترجمہ کی تکمیل پر مجبور کر ہی دیا۔ اب ترجمہ بعون اللہ ختم ہے اور ساتھ ہی مصنف علیہ الرحمۃ کی دیگر کتب مثلاً "مدارج النبوة شریف" رسالہ فیصلہ سماع "ترجمہ فتوح الغیب و چند ایک دیگر کتب فارسیہ دینیہ کا ترجمہ بھی شروع ہو گیا۔ اب صرف "مدارج النبوة شریف" اور "فتوح الغیب" کے تراجم کی تکمیل میرے ذمہ ہے جو انشاء اللہ العزیزہ جلدی اختتام پذیر ہوگی۔ کتاب ہذا اگرچہ بلحاظ حجم ۲۹۸ صفحات پر مشتمل ہے جو ضخیم کہلانے کی مستحق نہیں ہو سکتی مگر مضامین و مسائل کے لحاظ سے نا در الوجود و فقید المثال ہے آپ کو

کو اس کتاب کا مطالعہ بڑی بڑی دینی کتب کے مطالعہ سے بے نیاز نہ دے گا۔
 حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے دریا در کوزہ کے مصداق اس کتاب کو تحریر فرمایا ہے۔
 بظاہر یہ ایک تاریخ کی کتاب ہے مگر حقیقت کو اس کو عقائد تاریخ وجد و ذوق قرآن و
 حدیث کا تحقیق کتنا موڈوں ہے جو مسائل متداول کتب میں کافی مشکل سے حل ہوتے
 ہیں اس میں نہایت ہی سلیس سادہ اور فہم زبان میں بیان کئے گئے ہیں۔ گویا اس کتاب
 کی سر زمین پاکستان میں اشد ضروری تھی جو ترجمہ سے پایہ تکمیل کو پہنچ چکی ہے۔
 میں جناب سید محمد حسن شاہ صاحب گیلانی کا مشکور ہوں جنہوں نے میرے خفتہ اور
 دیرینہ جذبات کو حیات بخشی اور میرے ایک فراموش شدہ فرض کو اتمام اور تکمیل کی
 ہدایت کی۔ آخر میں قارئین کتاب ہذا سے عرض کروں گا کہ اگر ترجمہ میں کسی جگہ غلطی یا
 نقصان دیکھیں تو فقیر کو اس پر اطلاع بخشیں تاکہ صحیح ہو سکے۔
 اگر قارئین کتاب ہذا کو اس کتاب سے ذوق قلبی حاصل ہو جائے تو میں اپنی
 محنت کو کامیاب سمجھوں گا۔

اللہ تعالیٰ میری اس مختصر محنت کو بطفیل حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 منظور و مقبول فرمائے اور میرے لئے باعث نجات آخری بنائے۔ آمین !

ع

ایں دُعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلٰی خَيْرِ خَلْقِهِ وَلَوْ بِعَرْشِهِ سَيِّدَا مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ
 وَاَنْوَاجِهِ وَاَوْلَادِهِ وَاَوْلِيَاءِ اُمَّتِهِ وَعُلَمَاءِ شَرِيعَتِهِ وَصُلَحَاءِ دِينِهِ
 اٰمِيْنَ اٰمِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّحْمٰنِ

فقیر محمد صادق

حقی عنہ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِیْمِ

بعد حمد و صلوة کے فقیر حقیر نحیف اضعف عباد اللہ القوی الباری عبد الحق بن سیف الدین ترک دہلوی بخاری کہتا ہے کہ ہر زمانے میں علماء سیر و تاریخ نے اس مبارک شہر مدینہ طیبہ کی بابت کئی کتابیں اور دفاتر لکھے ہیں ان تمام میں مؤلفات سید عالم کامل احد العلماء اعلام عالم مدینہ خیر الانام نور الدین علی بن سید شریف عقیف الدین عبد اللہ بن احمد الحسینی ۱ لہوی مدنی رحمۃ اللہ الابرار و اسکند دارالقرار متوفی روز خمیس ماہ ذی القعدہ ۸۱۱ ھ مدفون قریب قبرا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور ترین اور عمدہ ترین تاریخ ہے۔ پہلی کتاب "وفار الوفا باخبار دارالمصطفیٰ" ہے کہ جس کو ایک دوسری کتاب مسمیٰ "انفقاہ الوفا" کے تمام کرنے سے قبل ۸۸۶ ھ میں مختصر اور جمع کیا تھا اور اصل کتاب ایک دشمن کے قبضہ سے جو مسجد شریف کی آتشراگی میں جل گئی تھی اور اس کا مجموعی حصہ سلامت رہا تھا۔ یہ کتاب "وفار الوفا" مدینہ طیبہ کے احوال پر نافع و شامل ہے بلکہ تمام دقائق و حوادث کہ اس سے واقع ہوئے۔ احادیث و آثار جو اس کی بابت وارد ہوئے ہیں متعدد روایات اور اختلافات اقوال اس میں مذکور ہیں کتاب "وفار الوفا" کے بعد مصنف نے ۸۹۳ ھ میں ایک اور مختصر کتاب مسمیٰ بہ "خلاصۃ الوفا باخبار المصطفیٰ" تصنیف کی جو نہایت منفع و مہذب ہے۔ اس زمانہ میں یہی خلاصۃ بین الانام مشہور و متداول و منظور ہے۔ کاتب حروف نے اکثر مقامات پر کتاب "وفار الوفا" کو پیش نظر رکھا ہے۔ اتفاقاً بعض روایت میں کتاب خلاصہ کے اختلاف ظاہر بھی ہو تو بعید نہ سمجھا جائے سید لہوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور رسالہ بطور خاص قصۃ التشرک اور انہدم مسجد شریف اور لوگوں کی تاخیر تجدید و تعمیر پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں مسکد حیات انبیاء کو تفصیل و تحقیق سے بیان کیا گیا ہے۔

ہم نے بھی اس رسالہ میں مناسب مقام پر ذکر کیا ہے۔ اگر بعض کتب تواریخ
سے بھی کچھ نقل کر لیا ہوگا تو بے ذکر مآخذ نہ ہوگا۔ اللہ ما شاء اللہ!

ابتداء مستودہ کتاب ہذا بلدہ مبارکہ مدینہ طیبہ میں ۹۹۸ھ میں ہوئی ہے اور صاف
کرنے کی توفیق ۱۰۰۱ھ مہلی میں ہوئی۔ واللہ الموفق للعیاد و هذا الاستغاثۃ فی المبدؤ والمعاد حق
اس کتاب مسمیٰ جذب القلوب الی دیار المحبوب سترہ بالوں پر مشتمل ہے۔

فہرست مضامین

البواب	کیفیت
پہلا باب	تعداد اسماء والقاب شریف مدینہ طیبہ ناز یا اللہ شرفاً و تعظیماً میں
دوسرا باب	اس بلدہ طیبہ کے فضائل میں جو احادیث وغیرہ سے ثابت ہیں۔
تیسرا باب	بابت قدیم باشندگان بلدہ مبارکہ میں۔
چوتھا باب	سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ طیبہ میں تشریف آوری کے باعث میں۔
پانچواں باب	سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ میں۔
چھٹا باب	کیفیت عمارت مسجد شریف نبوی اور دیگر مقامات شریفہ کے احوال میں۔
ساتواں باب	مسجد شریف کی وہ معمولی تغیرات اور زیادتیاں جو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کی گئیں۔
آٹھواں باب	مسجد شریف اور روضہ شریف کے بعض فضائل میں
نواں باب	ذکر عمارت شریف مسجد قبا اور دیگر تمام مساجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں۔

کیفیت	ابواب
بعض آثار معتبرہ کے ذکر میں جو حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شرف سے مشہور ہیں۔	دسواں باب
ان بعض مقامات شریفہ کا ذکر جو مکہ مدینہ کے درمیان واقع ہیں۔	گیارہواں باب
فضائل مقبرہ شریف بقیع اور اس کے قبروں کے ذکر میں۔	بارہواں باب
فضائل جبل احد اور اس کے شہداء رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذکر میں۔	تیرہواں باب
فضائل زیارت حضرت سید الانام اور ثبوت حیات انبیاء علیہم السلام میں۔	چودہواں باب
در بیان حکم زیارت قبر شریف وجوباً مسحاً و بیان توسل و طلب امداد۔	پندرہواں باب
آداب زیارت حضرت سید الانام اور عالی مقام میں رہائش در جوع بوطن بالخیر۔	سولہواں باب
ذکر فضائل آداب سلوٰۃ سید کائنات و افضل الصلوٰۃ اور جو کچھ بھی اس کی بابت متعلق ہے۔	سترہواں باب

ذکر مدینہ منورہ و القاب مبارکہ زاد ہا اللہ شرفاً و تعظیماً

معلوم ہو کہ کثرت اسماء دلیل شرف و عظمت مسمیٰ پر دلیل ہے جس طرح کثرت اسماء الہی اور القاب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر دلیل ہے خاص کر جب ہر نام مشتق و مشعر اچھے اور شریف ناخذ عظیم صفت سے ہو دنیا میں سوائے مدینہ طیبہ کے ایسا کوئی ایک شہر نہیں ہے جس کے اتنے کثرت کے نام ہوں جتنے مدینہ منورہ کے ہیں بعض علماء نے اس کے استقصاء اور استقراء میں کوشش کی ہے اور قریباً یکصد اور بعض نے اس سے کم و بیش نام چنے ہیں اور اس کتاب میں صرف ان ناموں کا ذکر ہو گا جو اس کے شرف اور کرامت پر دلالت کرتے ہیں۔ اب ہم اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ان اسماء مدینہ طیبہ کو شروع کرتے ہیں جو محبوب خدا سید کائنات اور منصوص حدیث کرامت آیات انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں۔

۱۔ طایبہ : ایک طایبہ ہے بہ تخفیف یا ہی موحده

۲۔ طیبیہ : سکون یا نئے تختہ ثانیہ

۳۔ طیبیہ : بہ تشدید

۴۔ طائبہ :

اور وہ تمام مشتقات جو اس مادہ کے ہیں اگرچہ تعظیم ادب متقاضی توقف و تخیس کا ہے لیکن شاید کہ اس مقام پر دعویٰ وجود جواز توسیع تعظیم کی گنجائش کی دلالت کا ہو یعنی جتنے نام حضور علیہ السلام سے مروی ہیں اتنے ہی لینے چاہئیں مگر شاید اس مقام پر دعوے پاک جانا کے باعث دلالت کا جواز توسیع پر گنجائش رکھنا ہو۔ واللہ اعلم۔

ان ناموں کا اطلاق مدینہ منورہ پر کئی سبب سے ہے

پہلا اطلاق اس نام کا نجاست شرک سے پاک ہونے کے باعث ہے۔

دوسرا وہاں کی ہوا سلیم طہالغ سے موافقت رکھتی ہے۔

تیسرا وہاں کی ہوا پاک خوشبودار بلکہ مرامور طیب ہے۔

چوتھا کہتے ہیں کہ باشندگان مدینہ منورہ بقیعہ شریفیہ تربت شریفیہ کے در و دیوار سے ایسی خوشبو حاصل کرتے ہیں کہ ایسا ذوق کسی دوسری اشیاء میں نہیں پایا جاسکتا۔ شاید کچھ محضوی سی خوشبو بعض محبان صادق غریب الوطن احباب نے بھی سونگھی ہو۔ ابی عبد اللہ عطار فرماتے ہیں

بَطِيبٌ رَسُولُ اللَّهِ طَابَ نَسِيمُهَا الْمُسْكُ وَالْكَافُورُ وَالصَّنْدَلُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے مس ہو کر ہوا ایسی خوشبودار بن گئی کہ مشک کافور اور صندل کو بھی مات کر گئی۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ جو علما اور صاحب وجد میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ مدینہ کی مٹی میں ایسی خاص خوشبو ہے جو کسی مشک غنبر سے حاصل نہیں ہو سکتی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بڑی عجب بات ہے اور حقیقت میں یہ تعجب خیز نہیں کہ جس جگہ نے انفاس حبیب مہد صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو حاصل کی ہو اس کے مقابلہ میں مشک غنبر کی حقیقت ہی کیا ہے۔

دل زمین کہ نسیے و رورطہ دوست چہ جائے دم زدن نافہائے تاتار لیت

نیز اس جگہ کی تمام خوشبودار چیزوں کی خوشبو ایسی مخصوص ہے کہ کسی مکان کی چیزوں میں ایسی خوشبو نہیں پائی جاتی خصوصاً گلاب حضور سرور کائنات فخر موجودات کی نسبت بطور خاص مشہور ہے۔

ز نسیم جان فزایت تن مر وہ زندہ گرو کلام باغے اے گل کہ چنیں خوشبو سیت

اور حدیث شریف میں آیا ہے اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِي اَنْ اَسْتَحِي الْمَدِيْنَةَ طَابَ يَعْنِي اللّٰهُ تَعَالٰی نے مجھے حکم دیا ہے کہ مدینہ منورہ کا نام طابہ رکھوں۔

وہب بن مندہ سے منقول ہے کہ مدینہ منورہ کا نام توراہ میں طابہ طیبہ اور طیبہ مذکور ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ جو شخص مدینہ منورہ کی زمین کو بے خوشبو کی نسبت کہے اور اس کی ہوا کو ناخوش کہے وہ واجب التعزیر ہے اس کو قید رکھنا چاہیے اور جب تک خلوص سے توبہ نہ کرے رہا نہ کرنا چاہیئے۔

نبوت کے زمان سعادۂ نشان سے پہلے مدینہ کو یثرب اور اثرب بروزن مسجد کہتے تھے

رسول اکرم علیہ افضل الصلوٰۃ واکملہا نے مطابق ابراہیمی عزا اسمہ اس کا نام طابہ اور طیبہ لکھا بعض کہے ہیں کہ یشرب نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی کا نام ہے جب اس کی اولاد زیادہ ہوئی وہ یہیں آکر مقیم ہوا۔

اور علمائے تاریخ میں اس بات کا اختلاف ہے کہ یشرب مدینہ منورہ کا نام مبارک ہے یا اس بستی کا جو جبل احد کے مغرب میں واقع ہے جس میں چشمے کھجوروں کے درخت کثرت سے ہیں اکثر علماء اس کو تہجیح دیتے ہیں اور صیغہ انارب بصیغہ جمع اس کا مؤید ہے ابن زبالہ جو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے ہیں اور مدینہ طیبہ کے پیشوا ہیں۔ روایت کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ کو یشرب نہ کہا جائے۔ تاریخ بخاری کی ایک روایت اس ضمن میں مروی ہے کہ جو شخص ایک بار یشرب کے اس کو چاہیے کہ دس بار مدینہ کہے امام احمد ابوالعلیٰ روایت کرتے ہیں کہ جو شخص مدینہ کو یشرب کے اس کو چاہیے کہ استغفار کرے اس کا نام طابہ ہے اسی طرح اور اس کے مثل اور روایت بھی آئی ہیں اس نام کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ وہ شرب سے مشتق ہے جس کے معنی فساد کے ہیں یا یشرب سے مشتق ہے جس کے معنی مؤاخذہ و عقاب کے آئے ہیں یا یہ کہ دراصل ایک کافر کے نام کی طرح ہے پس ایسے پاک مکان کو جو مشترک ہو موسوم کرنا مناسب نہیں ہے اور قرآن پاک میں واقع جواب (يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لِمَقَامِكُمْ) یہ جملہ منافقوں کی زبان ہے جو اس نام کو موسوم بوجہ نفاق کرتے تھے اور بعض احادیث میں مدینہ کو یشرب کہا گیا ہے علماء کہتے ہیں کہ یہ نام نہی سے قبل استعمال کیا گیا ہے۔ (واللہ اعلم)

اس بلدہ شریفیہ کے جملہ اسماء مبارکہ میں سے ارض اللہ وارض الحجۃ بھی ہے جیسے اَللّٰهُمَّ اَرْضُكَ اَرْضُ الْحَجَّةِ وَ اَرْضُكَ اَرْضُ الْيَوْمِ الْآخِرِ یعنی کیا اللہ تعالیٰ کی زمین فراخ نہ تھی کہ تم وطن چھوڑ جاؤ وہاں سے یہ آیت شریفیہ ان دونوں کی مؤید ہے اور ان دونوں ناموں کے احترام کو ظاہر کرتی ہے۔

یہی نام مدینہ طیبہ ہے جو بوجہ تسلط تمام بلاد و جمیع امور سے اکالتہ البلدان و اکالتہ القریٰ مشہور ہے بعض علماء نے ان کا معنی بوجہ علیہ فضل و عظمت تہ محل کیا ہے یعنی مدینہ مبارک کے فضائل عظمت برابر جاری و ساری ہیں جس طرح کلمہ مکرر کلام تقویٰ بوجہ عرافت اصالت و نسبت تمام بلدان کے کہا گیا ہے اور (اکالتہ القریٰ) نسبت مقہوم اتم القریٰ

اکھل اور زیادہ بلیغ ہے اس لئے کہ ماں ہونا دوسرے کو مٹانے اور محو کرنے کو نہیں چاہتا بخلاف اکھل کے کہ وہ دوسرے کو محو اور مٹانے کو چاہتا ہے اس مکان عظیم الشان کے ناموں میں سے ایک نام ایمان ہے اور آیت شریفہ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ (جو اس گھر سے ایمان حاصل کر رہے ہیں) جو شان انصار اور اس شہر کے محبوں میں نازل ہوئی ہے اور اس وجہ سے بھی اس کو ایمان کہنا لائق ہے کہ مزبح و منبع ایمان ہے یہیں سے ایمان ظاہر ہوا اور یہیں کو لوٹے گا۔ انس بن مالک سے روایت ہے کہ فرشتہ ایمان جو اہل یقین کے دلوں پر الہام اور التفاکر کرتا ہے اور فرشتہ حیا نے عہد کیا ہے کہ مدینہ میں رہیں اور مدینہ سے کبھی باہر نہ جائیں یہ دونوں مصفیٰ مدینہ میں جمع ہیں اور لازم ملزوم ہیں (الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ)۔ بَرَّ وَبَارَ بَرَّ وَبَارَ برکت اور بہتری کے معنی پر دلالت کرتے ہیں اور اس بلدہ شریفہ کے اسماء شریفہ میں سے جو لفظ بہترین پر دلالت کرتا ہے کو بھی ظاہر کرتے ہیں کیونکہ مدینہ طیبہ بھلائی بہتری کا منبع اور برکت کا معدن ہے اور اس شہر مبارک کے ناموں سے ایک نام بَرَّ بَرَّ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ لَا أَفْصَحُ بِهَذَا الْبَلَدِ (یعنی میں اسم شہر کی قسم کھاتا ہوں) افرما کر اس کی قسم کھائی بعض مفسرین اس سے مراد مدینہ طیبہ لیتے ہیں کیونکہ یہ شہر مبارک نزول اور حلول سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات و ممات سے مشرف ہوا ہے اور تشریف آوری سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ملبوس ہوا ہے اکثر علماء اس سے مراد مکہ معظمہ لیتے ہیں اور اس سورت کا مکہ میں نازل ہونا قول ثانی کی ترجیح کو ظاہر کرتا ہے۔ واللہ اعلم

بیت رسول اللہ بھی اس شہر مبارک کے مکرم القابات میں سے ہے اور اس نام سے ملقب ہونے کی وجہ خود اس سے ہی ظاہر ہے کہ جس طرح ہم مکہ معظمہ کو بیت اللہ کہتے ہیں اسی طرح بعینہ اس مبارک شہر کو بیت رسول اللہ کہنا زیادہ مبارک ہے۔

نہے سعادت اُن بندہ کہ گردِ نزول گئے بہ بیتِ خدا و گئے بہ بیتِ رسول
ترجمہ اس بندے کی کیسی خوش قسمتی ہے کہ کبھی وہ خدا کے گھر اور کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آتا جاتا ہے۔

جَابَرَةُ وَجَبَّارَةُ بھی اس بلدہ مبارکہ کے اسماء شریفہ میں سے ہیں اور حدیث شریفہ میں ہے لِلْمَدِينَةِ عَشْرَةُ أَسْمَاءٍ یعنی کے دس نام ہیں متعدد روایات جابرہ اور جبَّارہ الخ کا

میں سے پہلے دو ناموں پر دلالت کرتے ہیں اور جبارہ کے متعلق صاحب کتاب "المناوی" تواریث نقل کر کے کہتے ہیں کہ اگر حیر کے معنی پورا کرنے کے لیں تو ظاہر ہوتا ہے کہ غربا اور فقرا اور شکستہ دلوں کو جس چیز میں نقصان اور کمی واقع ہو یہاں وہ نقصان ختم ہو جاتا ہے اور اس کی تلافی یہاں ہوتی ہے اور اگر حیر کے معنی مرادف مہر کے لیں تو بھی ظاہر ہے یہاں دنیا کے مغروروں اور گردن فرازوں کی گردنیں ٹوٹتی ہیں جو مجبور و مقہور ہو کر اسلام کی تابعداری کو قبول کرتے ہیں۔

مجبورہ بھی اس کے اسماء شریفہ میں سے ایک اسم مبارک ہے کیونکہ ریشہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور سکونت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بحالت حیات و انتقال مجبور کیا گیا ہے۔

جزیرۃ العرب بھی بقول بعض محدثین اور بتائید حدیث آخر جوار المشرکین من جزیرۃ العرب (یعنی مشرکوں کو عرب کے جزیرہ سے نکال دو) بھی اس شہر مکرم کے اسماء مبارکہ میں سے ایک اسم ہے اگرچہ علماء اس نام کو تمام ارض حجاز کے لئے مول کرتے ہیں۔

محبتہ و حبیبہ اور محبوبہ بھی اس کے مخصوص اور مرغوب ناموں میں سے ہیں اور حدیث اللہ حبیب النبی المَدینۃ کَحُبِّنَا مَلَكَةَ اَللہ ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت ڈال دے جیسا کہ ہم مکہ کو محبوب جانتے ہیں) اس کی منوگہ ہے۔

حرم و حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ اضافت بھی اس شہر مبارک کے مکرم القابات میں سے ہے مسلم شریف کی حدیث میں آیا ہے اَلْمَدِیْنَةُ حُرَمٌ (مدینہ حرم ہے) حدیث طبرانی میں ہے حَرَمُ اَبْرَاهِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَحَرَمِ الْمَدِیْنَةِ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حرم مکہ ہے اور میرا حرم مدینہ طیبہ ہے۔ حد و حرم مدینہ کی تعیین اور اثبات احکام حرمت حرم میں علماء کا اختلاف مشہور ہے جس کے متعلق ہم اسے اپنے مقام پر ذکر کریں گے اور ہو سکتا ہے کہ کسی اور مناسب مقام میں اس کا ذکر آجائے۔

حَسَنَہ بھی اسماء شریفہ سے ایک اسم ہے کہ حسن حسنی بسبب اشتغال کثرت باغات اور کثرت چشموں پر طالت کرتا ہے اور وسعت فضا کثرت قبول عمارتوں، بلند پہاڑوں کی وجہ سے بھی حسین ہے احاطہ نور و رونق حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمیع اماکن و نواہی پرائے زیارت بقعہ منورہ کے بھرم حسین ہے اور بمعنی یہ نسبت تشریف حضرت سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے جو شام و مشہور

حق مقصد اور مقصود تمام اہلار کے ہیں اور بوجہ موجودگی و حضورِ آل و اصحاب و جمیع اتباع حضرت علیہ السلام و سلام کے جامع جمیع برکات و کرامات میں (صلی اللہ علیہ وسلم) عَرَفَ مَنْ ذَاكَ وَ وَجَدَ مَنْ عَرَفَ (یعنی جس نے ذوق رکھا اس نے عرفان حاصل کیا جس نے عرفان حاصل کیا وہ وجد میں آیا۔

ذوقِ ایں مے نشناسی بخدا تانہ چشتی

(یعنی تجھے اس شراب کا ذوق اس وقت تک نہیں آئے گا جب تک تو نہ چکھے خدا کی قسم لذات باطنیہ کو ثمرہ اعتقاد تو درکنار اصل حُسن و زیبائی جتنی اس شہر مبارک کو ہے اتنی کسی رُوئے زمین کے شہروں کو نصیب نہیں ہوئی بلکہ سننے میں بھی نہیں آئی۔ ہاں بعض مقامات پر اس نور مبارک کی شمع کی جھلک دکھائی دیتی ہے جو اس بلدہ شریفیہ کے برکات کا اثر ہے جیسے دہلی وغیرہ میں کیونکہ وہاں اس درگاہ کے خادموں اور خاکساروں کی مرقد میں اور آپ کے بعض غلام وہاں سوتے ہیں۔

ہر کجا نور لیسرت تا باں با کمال ظاہرست اصل او از آفتابِ بین جہاں

ترجمہ: جس جگہ بھی کوئی نور اپنی کمال تابانی دکھاتا ہے ظاہر ہے کہ اسی آفتاب کے جمال کی جھلک ہے۔
خاتیرہ بہ تشدید اور خاتیرہ بہ تخفیف بھی اس بلدہ مبارکہ کے اسماء مبارکہ میں سے ہیں کیونکہ یہ بلدہ طیبہ جمیع الخیرات دنیا و آخرت کا جامع ہے اور حدیث الْمَدِیْنَةُ حَیْرٌ لِّهَمْ لَوْ کَانُوا یَعْلَمُوْنَ (یعنی مدینہ ان کے واسطے بہتر ہے اگر وہ جانتے) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر مبارک اور فتح بلاد لوگوں کا مدینہ چھوڑنے اور وسعت معیشت کی طلب میں ان کے متوجہ ہونے سے اس بلدہ مبارکہ کا خیر ہونا ثابت کرتی ہیں۔

دارالابرار۔ دارالخیار۔ دارالایمان۔ دارالسنة و دارالسلام و دارالہجر و قُبَّة السَّلام۔ یہ سب القاب آنجناب مستطاب کے ہیں اللہ اس کی تعظیم اور عزت کو اور بڑھائے۔

شافیہ بھی اس شہرِ مکرم کا نام ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ مدینہ طیبہ کی خاک ہر مرض کی شفا ہے یہاں تک کہ کوڑھ اور برص جیسی موزی مرض بھی یہاں کے میوؤں کے استعمال سے چھوڑ جاتی ہے اور صحیح حدیث سے ثابت ہے بعض علمائے قدیم نے کتاب اسماء المدینہ میں لکھا ہے

کہ اس کی تعلیق بخار والے کو نافع ہے جو بھی یہاں حاضر ہوتا ہے اس کے امراض قلبی اور گناہ نفسی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں اور ان کی عاقبت محمود ہو جاتی ہے۔

عاصمہ بھی اس بلدہ شریفیہ کے اسماء مبارکہ میں سے ایک ہے کیونکہ مہاجرین یہاں پہنچ کر ایذائے مشرکین سے بچے بلکہ جتنے وہاں کے مقیم یا اس طرف جانے کا ارادہ کرنے والے ہیں دنیا اور آخرت کی تمام آفتوں سے بچ جاتے ہیں اور اس کا نام معصومہ بمعنی محفوظہ کے بھی جائز ہے کیونکہ اگلے زمانے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت داؤد علیہ السلام کے لشکروں کے جابرین و متکبرین کے ہاتھ سے محفوظ رہا اور حضور علیہ السلام کی برکت کی وجہ سے یہ وہاں اور طاعون کے حملوں سے محفوظ ہے اور رہے گا انشاء اللہ۔ اگر عاصمہ بمعنی معصومہ کے لیں تو بھی گنجائش ہے۔

غلبہ بھی اس شہر مبارکہ کے اسماء شریفیہ میں سے ایک ہے اور یہ نام قدیم ہے کہ زمانہ جہاں میں بھی یہ نام مشہور تھا جیسا کہ یثرب اور غلبہ قہر تسلط لازم ہے جو شخص یہاں آیا ٹھہرا آخر کو غالب اور مشہور ہوا یہود و عمارت پر غالب آئے اور اس غزیر قبائل انصار و یہود پر مہاجرین اس غزیر پر عجمی لوگ مہاجرین پر غالب ہوئے الا ماشاء اللہ اس بلدہ شریفیہ کے اسماء شریفیہ میں سے ایک اسم فاضلہ یعنی بدکاروں اور بد اعتقادوں کو ظاہر اور باہر کرنے والا جو آخر کو ذلیل اور خوار ہوتے ہیں اللہ اپنے عذاب سے بچائے۔

مؤمنہ بھی اس کے اسماء شریفیہ میں سے ہے اس وجہ سے کہ اہل ایمان کو سکونت وہاں نصیب ہوئی اور وہیں سے ہی احکام ایمان و اسلام جاری ہوئے یا یہ کہ برکت اور الفت اور مسکنت جو علامت مومن ہے مدینہ ہی سے پیدا ہوئی اور اعتماد ہے کہ یہ کلمہ اس حقیقت پر مشتمل ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ بلدہ مکرمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی طرح حقیقۃً ایمان لایا جو جس طرح سنگریزوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر تسبیح کی اور پتھر وغیرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر تسبیح کی اور پتھر وغیرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کلام ہوئے بلکہ جلی اُحد تو حضور علیہ السلام کی محبت کی نسبت سے مخصوص ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ وَالَّذِي كَفَيْتَنِي بِسَيِّئَاتِي تُذِيبَتْ لِمُؤْمِنَةٍ (یعنی اس ذات پاک کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک خاک مدینہ مؤمنہ) ایک روایت میں ہے کہ توراۃ میں اس کا نام مؤمنہ ہے۔

مبارکہ بھی اس بلدہ شریفہ کے انقباط میں سے ایک ہے۔ احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ حضرت سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ اور جمیع اشیاء مدینہ حتیٰ کہ بُد اور صانع کے لئے دُعا فرمائی کہ خداوند اتونے جتنی برکت مکہ معظمہ کو دی ہے اس سے زیادہ مدینہ طیبہ کو عطا فرما۔ ان دُعاؤں کے اثر کا ظہور و مشاہدہ خیر و برکات اس میں اس کے امور سے ظاہر ہے جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

محجورہ مشتق جبر سے بمعنی سرور یا مشتق حتر سے بمعنی نعمت کے بھی اس بلدہ مبارکہ میں سے ہے اور محبار اس زمین کو کہتے ہیں جو کافی مرسز اور بہت زرخیز اور برکت والی ہو یہ دونوں باتیں مدینہ منورہ میں شاہد اور محسوس ہیں۔

محروسہ و محفوظہ و محفوظہ بھی اس لقبہ شریفہ کے اسماء شریفہ میں سے ہیں ان کے معنی وجہ تسمیہ پہلے ناموں کے معنوں سے ظاہر ہو چکی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مدینہ کے ہر ایک کوچہ میں فرشتہ بیٹھا ہوا ہے جو اس کی نگرانی اور پاسبانی کرتا ہے۔

محفوظہ اور ہمزوفہ بھی اس کے اسماء شریفہ میں سے ہے۔ پہلا نام تو قوت شریفہ سے منقول ہے اور وجہ تسمیہ اس وجہ سے روشن ہے کہ یہ منزل اور تشریف رکھنے رحمتہ للعالمین کی ہے اور خداوند کریم کی رحمت کے اترنے کی جگہ ہے اور سارے عالم کو اس شہر مبارک کی برکت سے رزق ظاہری و باطنی ملتا ہے۔

مسکینہ بھی اس کے اسماء شریفہ میں سے ہے اور اس کی وجہ تسمیہ "مؤمنہ" کی تشریح میں گزر چکی ہے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ مبارکہ کو خطاب کر کے فرمایا یَا طَیْبَہُ یَا طَیْبَہُ یَا مَسْکِنَہُ لَا تَقْبَلِی الْکُفْرَ یعنی اے زمین پاک اور جائے مطہرے مکان مسکین تو خیرالاول کو قبول نہ کر اور اپنی مسکینیت پر قائم رہ اور درحقیقت یہ خطاب اہل مدینہ کو ہے کہ وہ ہمیشہ مسکین اور غریب سے بسر کریں اور اہل دنیا کی طرف رغبت نہ کریں اَللّٰھُمَّ اَجِیْبْنِی

مَسْکِیْنًا وَاَمْتِنِیْ مَسْکِیْنًا وَاَحْشُرْنِیْ فِیْ رُؤْیَا الْمَسْکِیْنِ اَجِیْبْنِیْ فِیْ اَهْلِ الْبَلَدِ اَجِیْبْنِیْ سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ صَلِّ اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَامٌ اَجِیْبْنِیْ۔ یا اللہ مجھے مسکین حالت میں زندہ رکھ اور اسی پر موت دے میرا حشر گروہ مسکینوں میں کر۔

مسلمہ بھی اس بلدہ شریفیہ کے اسماء مبارکہ میں سے ہے یہ بھی مومن کی طرح ہے کیونکہ ایمان اسلام ایک چیز ہے اگر کچھ فرق ہے تو صرف اتنا کچھ ہے کہ ایمان میں تصدیق قلبی کی رعایت ہے اور یہ امور باطن سے تعلق رکھتا ہے اور اسلام میں اقرار اور تابعداری معتبر ہے اور یہ بھی ایک احتمال ہے کہ دونوں اسم امان اور سلامت سے مشتق ہوں۔

مطیبہ مقدسہ یہ بھی اس بلدہ مبارکہ کے اسماء میں سے ہے ان دونوں کے معنی اسماء سابقہ کے قریب قریب ہیں اس لئے طیب قدس طہارت نزاہت اور لطافت اس شہر مبارکہ کے لوازمات ذاتیہ میں سے ہے۔

مقرر یہ بھی اس بلدہ شریفیہ کے اسماء میں سے ہے یہ قرار سے مشتق ہے حدیث شریف میں آیا ہے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لَنَا قَرَارًا دَارُ زُقَاتِنَا مَعَنَا یعنی اے اللہ ہمیں اس شہر مبارکہ کے صدقہ میں پاک رنق اور قرار عطا فرما اس کی وجہ تسمیہ اللہ تعالیٰ کے قریب مکانت قدر و منزلت اور عزت کی وجہ سے ہے۔

ناجیہ یہ بھی اس بلدہ مبارکہ کے اسماء شریفیہ میں سے ہے اور نجات سے مشتق ہے یا ناجیہ سے یا سجاو سے پہلا بمعنی خوش کیا گیا اور دوسرا بمعنی بلند زمین۔ یہ سب معنی بوجہ احسن اس میں پائے جاتے ہیں۔

مدنیہ یہ بھی اس بلدہ مبارکہ کے اسماء مبارکہ میں سے ہے لغت میں چند مجتمع گھروں کو مدنیہ کہتے ہیں چونکہ یہ کثرت اور عمارت میں قریب سے تجاوز کر کے مرتبہ مہرتب تک پہنچا ہے یعنی نسب سے بالاتر شہر ہے اور مدنیہ اور بلدان دونوں کے درمیان میں سے بعض لوگ مصر اور مدینہ کو ایک درجہ میں رکھتے ہیں یہ سب بحث بطور لغت تھی اب مدینہ مدینۃ الرسول کے نام سے ملقب ہے اگر صرف مدینہ ہی بولیں تو بھی بلدہ مغفکہ مراد ہوگا۔ اصطلاح عرب میں مدینۃ الف ولام کے ساتھ آتا ہے اور اس طرح کا فرق لغت میں بہت آیا ہے چنانچہ نجم کہہ کر ہم ہر تارہ مراد لے سکتے ہیں لیکن اللہ فاعل کر کے تخصیص حاصل کرتے ہوئے ثریا کا معنی دیتا ہے۔ اگر کسی شخص کو کسی اور مدینہ کی طرف نسبت دی جائے تو اس کو مدینی کہیں گے۔ اگر با کے ساتھ اس کو منسوب کریں تو مدینۃ الرسول کی طرف اس کو نسبت دے کر مدنی کہتے ہیں یعنی یا کے بغیر اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں لکھی جگہ اس کو ذکر

فرمایا اور تورات میں بھی واقع ہوا ہے۔

سَيِّدَةُ الْبِلْدَانِؑ بھی اس کا نام مبارک ہے۔ حدیث شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت میں یا طیبہ یا سیدۃ البلدان مروی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ رحم فضائل مدینہ منورہ میں یہ معنی واضح کر دیں گے۔

باب دوم

اُن احادیث کا بیان جو فضائل مدینہ میں واقع ہیں

معلوم ہونا چاہیے کہ اجماع امت و اتفاق علماء سے یہ بات ثابت ہے کہ تمام ملکوں اور شہروں سے افضل و اشرف مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی عزت اور شرف کو زیادہ کرے لیکن ان دونوں کی فضیلت اور افضل ہونے میں ایک دوسرے کی نسبت اختلاف ہے تمام علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کے اجماع کے بعد یہ بات ثابت ہے کہ وہ مکہ و مدینہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے ملا ہے وہ تمام اجزاء زمین میں یہاں تک کہ کعبہ سے بھی افضل ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ وہی مکہ تمام آسمانوں بلکہ عرش اعظم سے بھی افضل ہے اور کہتے ہیں کہ اگرچہ قوم کی کتابوں میں آسمانوں اور عرش کا واقعہ صریحاً نہیں ہوا لیکن یہ بات ایک ایسے قبیل سے ہے کہ کسی کے سامنے اگر بیان کیا جائے تو اس کو انکار کی گنجائش نہیں ہوگی۔ ویسے آسمان اور زمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک سے مشرف ہیں بلکہ اگر تمام اجزاء زمین کو آسمان پر اس وجہ سے کہ قبر شریف صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر ہے ترجیح اور تفضل دی جائے تو موزوں ہے بالآخر یہ کلام اسی اختلاف کو جاری کرتی ہے جو آسمان اور زمین کی تفصیلوں کے بابت واقع ہے۔ یہاں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اس بات کی تائید کرتا ہے کہ جمہور علماء آسمانوں کو زمین پر فضیلت دیتے ہیں اور بعضوں نے زمین کو آسمانوں پر فضیلت اس وجہ سے دی ہے کہ وہ انبیاء اسلام کے رہنے اور دفن ہونے کی جگہ ہے جمہور کہتے ہیں کہ اگر زمین اور ان کے رہنے اور ان کے اجسام شریفہ کے دفن ہونے کی جگہ ہے تو آسمان ان کے ارواح مقدسہ کے رہنے کا مقام ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

کے اپنی قبروں میں زندہ ہونے کا ثبوت جمہور کے کلام کا بہت ظاہر اور واضح جواب ہے اس واسطے کہ زمین جس طرح ان کے جسموں کے رہنے کی جگہ ہے ایسے ہی آسمان ان کے ارواح شریفہ کے رہنے کا محل ہے وبالجملة موضع قبر شریف صلی اللہ علیہ وسلم کو مستثنیٰ کرنے کے بعد اختلاف اس بات میں ہے کہ بقیہ قطعہ زمین مکہ سے افضل ہے یا یکونکر؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ و عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم امام مالک اور مدینہ طیبہ کے اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ مدینہ افضل ہے اور بہت سے علماء مدینہ طیبہ کی فضیلت کے مسئلہ پر ان حضرات سے متفق ہیں لیکن کعبہ شریف کا انستنا کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مدینہ مکہ سے سوائے کعبہ کے افضل ہے پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ قبر شریف سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مطلقاً مکہ اور کعبہ سے افضل ہے اور کعبہ مغظمہ سوائے قبر شریف صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی شہر مدینہ سے افضل ہے اور باقی مدینہ باقی مکہ سے افضل ہے مگر بعض کا اس میں اختلاف ہے مدینہ طیبہ کی فضیلت کے بیان میں ہم دلائل فضائل مدینہ طیبہ میں بیان کریں گے خلاصہ اس کلام کا یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کو دنیا کے سارے بلاد سے زیادہ دوست رکھا اور خود اس میں رہائش فرمائی اور جن فتوحات کی آپ کو امید تھی یہاں سے حاصل ہوئیں اور جن کالات کا قدرت سے آپ کا وعدہ تھا وہ سب یہاں سے حاصل ہوئے اسلام کو قوت اور ترقی یہاں سے حاصل ہوئی بلکہ اقل سے آخر تک کی تمام نیکیاں یہیں سے چھوٹیں یہی جگہ سارے ظاہر و باطن کے کالات کی ہے مدینہ طیبہ کی سب فضیلتوں میں سے ایک بڑی فضیلت یہ ہے کہ خلاصہ بشروہ ہزار عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرقہ منیف یہیں ہے اس فضیلت کا مقابلہ دوسری فضیلت نہیں کر سکتی بلکہ دنیا اور آخرت کی نعمت اس نعمت کی برابر ہی کا دم نہیں مار سکتی کیونکہ کوئی عمل فرائض میں سے ہو یا واجبات سے حضور کی مرقہ مبارک کی برابر ہی نہیں کر سکتا احادیث صحیحہ میں مختلف طریقوں سے واقع ہوا ہے کہ ہر آدمی کی پیدائش اسی مٹی سے ہوتی ہے جہاں وہ دفن ہوتا ہے تو ضرور پیدائش صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی مٹی سے ہوئی اور اسی طرح آپ کے اکثر آل و اصحاب اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی اسی زمین شریف میں مدفون ہیں مدینہ طیبہ کی فضیلت اور شرف کے لئے یہی کچھ کافی ہے مکہ کی فضیلت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ مکہ کی مسجد میں بلکہ اس کے سارے حرم میں ایک رکعت پڑھنا لاکھ رکعت کے برابر ہے اور مدینہ میں ایک رکعت نماز پڑھنے کا ثواب ایک

ہزار رکعت پڑھنے کے برابر ہے اور ہمدینہ کی فضیلت کے قائلین اس بات کا جواب یہ دیتے ہیں کہ زیادتی ثواب موجب فضیلت اسباب نہیں ہو سکتا ممکن ہے کہ یہ خاصیت مکہ کے ساتھ مخصوص ہو اور طرح طرح کی کرکات اور اسلامی منافع ہمدینہ کے ساتھ مخصوص ہوں اس کلام کی تائید اور تقویت میں یہ کہا گیا ہے کہ عرفات کی طرف جانے والے نماز عرفات اور ظہر یوم النحر میں افضل بیان کرتے ہیں اس نماز سے جو مسجد الحرام میں پڑھی جائے یہ فضیلت مذکورہ زیادتی کے ملانے کے باوجود بھی تسلیم کی گئی ہے اور اس کا سبب صرف رعایت اہل سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس کے علاوہ یہ کہ حاصل زیادتی سوائے کثرت عادت کے کچھ نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک عمل عدد اور مقدار میں تو کم ہو مگر کیفیت برکت اور عظمت میں زیادہ ہو اور اگر مطلق زیادتی ثواب فضیلت میں کافی ہو تو ظاہر ہے کہ داخل کعبہ کا افضل ہونا خارج مسجد الحرام سے بلا خلاف تسلیم کیا گیا ہے اگرچہ مکہ کے اندر نماز فرض کی صحت میں علماء کا اختلاف ہے امام مالک رضی اللہ عنہ تو اس کو جائز نہیں رکھتے چہ جائیکہ زیادتی ثواب کا سوال اٹھے پس ثابت ہوا کہ فضیلت وجوہات زیادتی ثواب پر منحصر نہیں ہیں بلکہ یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ سبب قبولیت درگاہ ایزدی ہو جب قبر شریف ساری برکتوں اور رحمتوں سے افضل ہے تو یہ ضروری ہے کہ برکت جو اس مقام کی قبولیت کا باعث ہو جو زیادتی اعمال اور طاعت سے حاصل نہ ہو اس کی ایک اور زیادتی یہ ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی حیات مقدسہ سے بصفت حیات قائم اور باقی ہیں اور ہمیشہ طاعت میں مشغول ہیں اس میں بھی شک نہیں کہ اعمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام بندوں سے بمعہ فرض زیادتی مذکورہ کے زیادہ اور افضل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی مدد اور طلب شفاعت اور مغفرت میں مشغول ہیں تو امت کو بھی ہمدینہ کے قرب و جوار سے مکہ کی نسبت طاعت اور نفع زیادہ حاصل ہے۔ امام ترمذی الدین نے اس کو نہایت ہی نفاست سے بیان فرمایا۔

دوسری دلیل جو مکہ معظمہ کی فضیلت میں بیان کی جاتی ہے یہ ہے کہ مکہ اداے مناسک مثلاً حج و عمرہ کا ہے کیونکہ ان اعمال کے ادا کرنے میں فضائل اور ثواب زیادہ ہے جواب اکہا گیا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ہمدینہ جانے والوں کے لئے ایک ایسی چیز رکھی ہے جو حج و عمرہ کا عوض ہو سکتی ہے احادیث میں آیا ہے کہ جو شخص دو رکعت نماز مسجد نبوی میں پڑھنے

کا ارادہ کرے وہ حج کامل کا ثواب پاوے گا اور جو شخص مسجد قبا کا ارادہ کرے کہ دو رکعت نماز اس میں پڑھے گا اس کو عمرہ کا ثواب نصیب ہوتا ہے ملاحظہ ہو کہ مسجد نبوی میں شب و روز کتنی نمازیں پڑھ سکتا ہے اور مکہ کا حج جب تک سال نہ گزرے ہو ہی نہیں سکتا۔

تیسری دلیل مکہ کی فضیلت کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ حدیث تشریف میں آیا ہے کہ مَکَّةٌ خَيْرٌ مِّبَلَدًا اَدْلًا یعنی مکہ بلاد اللہ میں سب سے افضل ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ احَبُّ اِلَیَّ اللہ یعنی بہت محبوب اللہ کی زمین کا مکہ ہے اور یہ کہ سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف سے برآمد ہوئے اور بقول بعض حیوان (نام مقام) پر کھڑے ہوئے اور مکہ کی طرف خطاب کر کے فرمایا۔ اے بلد کریمہ تو سب شہروں سے میرے نزدیک نہایت محبوب ہے اگر میری قوم مجھے تجھے باہر نہ لاتی تو اس زمین سے باہر نہ جاتا۔ یہ بات دلالت کرتی ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے اس کی محبوبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مسلم ہے۔

جواب : اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مدینہ کی فضیلت کو ثابت کرنے کی غرض سے تھا جب مدینہ میں کافی عرصہ تشریف رکھی وہاں سے دین ثابت ہوا۔ برکات ثابت فتوحات ظاہر ہوئے نیکیاں بھولیں تو یہ بات ظاہر ہو گئی کہ مدینہ افضل اور اکمل ہے سب شہروں سے اسی واسطے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے مکہ کی نسبت مدینہ کے واسطے زیادہ برکت مانگی اور اس کی محبت خدا سے طلب کی ہم اس مضمون کو احادیث سے انشاء اللہ تعالیٰ بیان کریں گے اللّٰهُمَّ حَبِّبِ الْيَنَّا الْمَدِينَةَ كَحَبِّنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ یعنی اے اللہ مدینہ کو ہمارا بہت محبوب بنا جس طرح مکہ کی محبت ہمارے دلوں میں زیادہ کی۔ طبرانی میں رافع ابن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہوئے سنا اَلْمَدِينَةُ خَيْرٌ مِّنْ مَّكَّةَ یعنی مدینہ مکہ سے بہتر ہے۔ امام مالک نے مولانا میں روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس غزوئی طریق الحار سے کہا کہ آیا تو کہتا ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے انہیں نے کہا مکہ اَنَالَا کا حرم ہے اور اس کے امن راستی کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں خدا کے حرم اور امن کے انگر کی بابت کچھ نہیں کہتا پھر فرمایا تو کہتا ہے کہ مکہ افضل ہے مدینہ سے انہوں نے پھر کہا کہ مکہ خدا کے حرم ہے اس میں اس کا گھر ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں خدا کے حرم اور اس کے

گھر کے بابت کلام نہیں کرتا۔ چند بار یہی کہہ کر چلے گئے اس کلام سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے باہر ہوتا ہے کہ فضیلت مدینہ مکہ پر ظاہر ہے اور مدعا فضیلت مدینہ مراد ہے بیت اللہ شریف کے سوا حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے وقت فرماتے ہیں اللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَخْرَجْتَنِيْ مِنْ اَحَبِّ الْبُقَاعِ اِلَيَّ فَاسْكِنْنِيْ فِيْ اَحَبِّ الْبُقَاعِ اِلَيْكَ يَا اللّٰهُ تو نے مجھ اگر محبوب ترین جگہ سے باہر لایا تو مجھ سے اس جگہ میں ٹھہرا جو تیرے نزدیک سب سے زیادہ بہترین ہو۔ اس دعا کی قبولیت کی وجہ سے یہ جگہ سب جگہوں سے محبوب ترین ہے اور اسی واسطے فتح مکہ کے بعد آپ نے پھر اس کا رجوع نہ فرمایا اور مدینہ میں رہنا منظور فرمایا اور کوئی شخص یہ سوال کرے کہ آپ کی رہائش مبارک دار الحجرت میں بسبب فرضیت کے تھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ کو نہ پھرنا اس وجہ سے ہے نہ فضیلت کی وجہ سے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ حکم الہی بہ نسبت اقامت مدینہ پر مبنی ہے اس کی محبوبیت عند اللہ ثابت ہے اِذَا الْحَبِيبُ لَمْ يَخْتَارْ لِحَبِيْبِهِ اِلَّا مَا هُوَ اَحَبُّ وَاَكْرَمُ عِنْدَهُ یعنی جیسے محبوب اپنے محبوب کے واسطے محبوب ترین چیز اختیار کرتا ہے جو اس کے نزدیک مکرم تر ہو۔ علما دین کا یہ مباحثہ تمہیں اپنی نگاہ کے سامنے رکھنا چاہیئے اور محبت کے مشرب میں قائم اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعد ہر چیز ہر شخص ہر وجہ سے اور ہر طرح سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو افضلیت حاصل ہے اور جو چیز حضرت کے سوا جیسے خواہ کچھ کی ہو یا مدینہ کی اس کی افضلیت کی بابت آنحضرت کی نسبت کو ملحوظ رکھنا چاہیئے تو یہ فضیلت حاصل ہوگی کہ مکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے، جوان اور نبی ہونے کی جگہ ہے اور مدینہ آنحضرت کی تشریف رکھنے اور احکام جاری کرنے کا مقام ہے کچھ معلوم ہونا چاہیئے کہ خداوند تعالیٰ کے حکم کے تابع رہ کر حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں جھگڑا نہ کر مکہ میں حضور کی شان جلالی کو دیکھ اور مدینہ طیبہ میں حضور کے دین کی برکت کا ملاحظہ کر اور ہر جگہ خدا کا مشاہدہ پیش نظر ہو اور ہر جگہ نور محمدی ملاحظہ ہو کہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَاَلَا تَرٰى اَنَّ الْمَلَائِکَۃَ یُحِیُّوْنَہٗ فِیْہِیْ عِندَہٗ اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَاَلَا تَرٰى اَنَّ الْمَلَائِکَۃَ یُحِیُّوْنَہٗ فِیْہِیْ عِندَہٗ اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدینہ طیبہ کے فضائل اور مہم ذکر کرتے ہیں۔

در سوره نیست که نور مستندی از طلعت وجود او نه طالع است

دیکھئے فیضِ جودِ الہی و جودِ اوست
نہ سپہر طاسِ رازِ انفسِ فیضِ اوست
انہارِ کائناتِ بوسِ جلالِ راجع است
ابنِ محبتِ پیشِ اہلِ نظرِ اواقع است
مقبوعِ اوست بکہِ جہالتِ تابع است
فردِ الواعِ حمدِ بدستِ محمد است

بیابا تو درمیدہ نورِ احمد
جہاںِ مصطفیٰ ہے پردہِ مبین
بہینِ از در و دیوارِ لامع
چوں خورشیدِ کہ بجابرِ طلوع
بیاباے کورِ چشمِ تیسرِ باطن
بہینِ ہر گوشہ صد برہانِ باطن
بروقِ شبہ سوزِ آنشبِ لوحِ
بدو وینِ فرسہ و زانجا سوا طبع
نجومِ استہامی آنشبِ فزناں
شمسِ اصطفیٰ آنشبِ طوابع
چو از تارے کعبا تو نورِ مبین
بود ہر کس باصلِ خویشِ راجع
چرا با خویشِ دشمنِ گشتہ کور
چہ خود را مے زنی بر سیفِ قاطع
ولیکن کے توانی دید این نور
نصیرتِ کرد مت و یگر تو دانی
حپہ نورِ فطرتِ گردید ضائع
فَإِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ وَاَقِع

اب ہم حماد و فضائل اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیان کرتے ہیں بیشک وقتِ محزون
ہے اور فرصتِ زندگانی غنیمت، تجھے گوشِ خوش سے حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حبیب
ترین وطنِ مبارک کے حالات کو ذوقِ بے لے کر سننا چاہیئے۔ علماء کے مذہب کو بھی معلوم کراور لیکن
مشرک اہلِ محبت کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دے۔

جانبِ عشقِ عزیزِ است فرومگذارِ شش

شعر۔ وَمِنْ مَذْهَبِي حُبُّ الدِّيَارِ لِأَهْلِهَا
وَلِلنَّاسِ فَيَا يَعِشُونَ مَسَاهِلُ

مصرعہ۔ از ہر چہ میر و سخن دوستِ خوشتر است فاقول و بالله التوفیق

فضائلِ مدینہ منورہ کے متعلق ہم پہلے بہت کچھ لکھ چکے ہیں جنہں ایک کچھ یہ بھی ہے کہ
فصل اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکے سے ہجرت کر کے مدینہ

طیبہ میں رہائش فرمانے کا حکم دیا اور قدح نے ظاہری باطنی کالات جو اپنے حبیب پر ظاہر فرمائے تھے اسی بلکہ شریفی میں آپ پر منکشف فرمائے۔ مدینہ مبارک کو ساری فتوحات و برکات کا منبع ٹھہرایا اور اس کی پاک مٹی شریفیہ کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر عنقریب کا صدف بنایا تاکہ قیامت تک یہ زمین پاک حضور کے وجود پاک کی ہمسائیگی سے مشرف ہو کر ملک ملکوت کو نصیب کرتی ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب روح پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم قبض ہوئی تو صحابہ کرام میں مقام دفن کے متعلق اختلاف پیدا ہوا حضرت علی ابن ابی طالب سلام اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روضہ مبارک سے زیادہ مبارک اشرف و افضل دنیا کی کوئی جگہ نہیں ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی اتفاق رائے فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی حضور علیہ السلام کی ایک حدیث بھی بیان فرمائی پھر باقی صحابہ کرام نے بھی اس امر پر اتفاق و اجتماع فرمایا کہ مقام قبض روح مبارک میں آپ کو دفن کیا جائے۔

فضائل مدینہ طیبہ میں سے ایک امر یہ بھی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شہر مبارک کو بہت محبوب رکھتے تھے چنانچہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی سفر سے واپس ہوتے اور آپ مدینہ طیبہ کے جب قریب پہنچتے تو اپنی سواری کو کمال شوق مدینہ سے تیز کر دیتے تھے اور چادر مبارک اپنے دوش مبارک سے ہٹا کر فرماتے **هَذَا كَرْدَاحٌ طَيِّبَةٌ** یعنی یہ ہوائیں بھلی لگتی ہیں۔

اے نفس خورم باد صبا از بزم یاد آمدہ مرحبا

بلکہ مدینہ طیبہ کی اس گردوغبار کو جو آپ کے چہرہ النور پر پڑتی ہرگز پاک نہ فرماتے اور اگر کسی صحابی کو گرد سے بچنے کے لئے سرمہ نہ چھپاتے دیکھ لیتے تو آپ منع فرما دیتے اور ارشاد فرما دیتے کہ خاک مدینہ شفا ہے اور آپ کا مدینہ طیبہ کے لئے نام شافیہ تجویز فرمانا بھی اسی وجہ سے ہے منجملہ فضائل مدینہ مبارکہ میں سے یہ بھی ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ شیطان اہل مدینہ سے اپنی پرستش کے متعلق ناامید ہو چکا ہے صرف شر و فساد کی علت باقی رہ گئی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے اس چیز سے کو ایک روایت کی رو سے اس قریب کو نجاست شرک سے پاک کیا ہے اگر یہ لوگ نجوم سے گمراہ نہ ہوں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ رسول اللہ

ہم کس طرح گمراہ کرتے ہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے باران بھیجے اور یہ کہیں قمر فلاں منزل میں آیا ہے اس لئے بارش ہوئی۔

مجتہد فضائل مدینہ مبارکہ میں سے یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو قیام وراثت مدینہ طیبہ کی بابت تحریریں و ترغیب دی ہے اس کی شدت و محنت پر صبر کی تلقین فرمائی اور وہاں کی موت اختیار کرنے کی ہدایت و تاکید فرمائی مَنْ صَبَرَ عَلَىٰ آذَانَهَا وَشَدَّتْهَا حُكْمْتُ لَهُ شَهِيدًا وَشَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی جس کسی نے مدینہ کی قدرت اور ایذا پر صبر کیا میں قیامت کے دن کا گواہ اور شفا رشی ہو گا۔ علماء کہتے ہیں کہ فرمانبرداروں کی آپ گواہی دیں گے اور گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے اور فرمایا مَنْ مَاتَ فِي الْمَدِينَةِ كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی جو شخص مدینہ میں مرے گا میں قیامت کے دن اس کا شفاعتی ہو گا۔ علماء کہتے ہیں کہ سب سے پہلے آپ اہل مدینہ کی شفاعت کریں گے اس کے بعد اہل مکہ کی پھر اہل طائف کی ایک اور حدیث میں ہے کہ مَنْ اسْتَطَاعَ أَنْ يَمُوتَ بِالْمَدِينَةِ فَلْيَمُتْ فَمَنْ مَاتَ بِالْمَدِينَةِ كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا وَشَهِيدًا یعنی جس کسی سے ہو سکے وہ مدینہ میں مرے پس جو شخص مدینہ میں مرے گا میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور شفاعت کرنے والا ہو گا۔

مجتہد فضائل مدینہ میں سے ہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال کی دعا بھی مدینہ طیبہ کی بابت فرمائی اور اسی طرح صحابہ اور اتباع رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی تمنا موت مدینہ کی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ مِنَّا يَانًا بِمَكَّةَ یعنی یا اللہ ہماری موت مکہ میں نہ ہو ایک اور حدیث میں ہے کہ روئے زمین پر ایسی جگہ کوئی نہیں کہ جہاں میں سوائے مدینہ کے اپنی قبر کے لئے دوست رکھوں اور نقل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غالب دعا یہی تھی کہ اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيلِكَ وَاجْعَلْ مَوْقِفِي فِي بَلَدِ رَسُولِكَ یعنی اے اللہ مجھے اپنے راستے میں شہادت دے اور اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر میں موت نصیب فرما حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سوائے ایک حج کے اور حج نہیں کیا اور سوائے حج فرض کے پھر کبھی مکہ شریف نہیں گئے۔ صرف اس ڈر سے کہ سوائے مدینہ طیبہ کے اور جگہ موت نہ آجائے۔

ساری عمر مدینہ طیبہ میں گذاری اور وہیں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔

منجملہ فضائل مدینہ طیبہ کے یہ بھی ہے کہ حدیث صحیح میں متعدد طریق سے روایت ہے کہ الْمَدِينَةُ يَنْفَعُ خُبْرَ الرَّجَالِ كَمَا يَنْفَعُ الْكِبَرُ خُبْرَ الْحَدِيدِ یعنی مدینہ آدمیوں کے میل کو اس طرح دُور کرتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے میل کو دور کرتی ہے اور حدیث بخاری میں ہے کہ اَلْمَدِينَةُ تَنْفَعُ الذُّكُورَ كَمَا تَنْفَعُ الْكِبَرُ خُبْرَ الْفَضَّةِ یعنی مدینہ پاک ہے اور گناہوں کی نجاست کو ایسا دُور کرتا ہے جیسے بھٹی چاندی کی میل کو دور کرتی ہے۔ اس بلدہ طیبہ کی عزت و حرمت و عافیت ہے کہ اہل شر و فساد کو اپنے سے دور رکھے اکثر علماء کا اتفاق ہے کہ یہ خاصیت مدینہ طیبہ میں ہمیشہ سے ہے۔ ایک روایت ہے کہ ایک ایرانی نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر اس اقرار کی بیعت کی کہ وہ مدینہ میں ٹھہریگا دوسرے دن اتفاقاً وہ بیمار پڑ گیا اسے تپ لگ گیا اس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت توڑنے کی درخواست کی اور اپنے اصلی وطن جانے کی اجازت طلب کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی تفسیر میں یہ حدیث بیان فرمائی نقل ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز مدینہ طیبہ سے باہر نکلنے کے وقت اپنے اصحاب سے فرماتے کہ نَحْنُ اِنْ كُنْهٖ رَمَحُنْ لَفَسَهُ الْمَدِينَةُ یعنی ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں ہم ان لوگوں سے نہ بھول جن کو مدینہ باہر پھینک نکالتا ہے۔ اس بلدہ طیبہ کی تمام و کمال خاصیت کی شان اس روز ظاہر ہوگی جب وصال نکلے گا اور مدینہ مبارکہ داخل نہیں ہو سکے گا۔ اور تمام شہر اترتی آدمی مدینہ منورہ سے باہر نکل جائیں گے یہ مقام پاک نجاست شر و فساد سے پاک ہو جائے گا۔ جیسا کہ احادیث میں واقع ہوا ہے۔ اور اب بھی مدینہ منورہ کا وجود مشرکین و مخالفین دین اسلام سے پاک ہونا کچھ اور ہے مگر وہ لوگ جو گناہوں کی نجاست اور ذلالت کی نجاست میں لتھڑا کر مدینہ میں مرتے ہیں تو ممکن کہ ان کے دور کرنے کا اتفاق بعد موت ہو چنانچہ بعض علماء بھی اس طرف گئے ہیں اور حکایات صالحین بھی اس کی مؤید ہیں کہ ملائکہ نقارہ ظلمانی بدلوں کو زمین مقدس مدینہ منورہ سے باہر پھینک دیتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب !

خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا اہل ہے وہ اس خیریت کا اہل نہیں کہ اس کا وجود بعد از موت مدینہ منورہ سے باہر پھینکا جائے بعض اس حدیث سے یہ مراد لیتے ہیں کہ مدینہ اپنے ساکنان کو نفس پرستیوں اور لذات نفسانیہ سے پاک کر دیتا ہے۔ مدینہ طیبہ کہ راہِ راست اور دُور کی سختیوں کا تحمل نفس کو ایسا پگھلاتا ہے کہ کدورت نفسانی اور شہوات جسمانی

اس میں نام کو بھی باقی نہیں رہتی تاکہ اس کی قدر و قیمت بازارِ حشر میں زیادہ ہو۔

قلب زراں دودہ نساں در بازارِ حشر غما سے باید کہ از آتش آید سلیم
اس میں شک نہیں کہ روایت "تَنْفِي الذُّلُوبِ" اس احتمال کی تائید کرتی ہے۔ اس لئے کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب و جوار کی برکت کی وجہ سے گناہوں کی کدو تیں باقی نہیں رہ سکتیں اِنَّ
الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ بیشک نیکیاں گناہوں کو مٹاتی ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ ہر قسم کی طلبہ
اس بلکہ مبارکہ میں لازم ہیں۔

منجملہ فضائلِ مدینہ طیبہ میں سے ہے کہ اکثر حضور علیہ السلوٰۃ والسلام مدینہ کے حقیقی میں دُعائے
خیر و برکت کیا کرتے تھے اور فرماتے اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَبَارِكْ لَنَا
فِي مُدْنَا اَنْبِيَائِهِمْ عَبْدُكَ وَخَلِيلُكَ وَرَبُّكَ وَرَبُّ عِبْدِكَ وَرَبُّكَ وَرَبُّكَ وَرَبُّكَ وَرَبُّكَ
لِمَكَّةَ وَرَبُّكَ لِمَدِينَةٍ يُمِثِلُ مَا دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَمِثْلِهِ مَعَهُ یعنی اے اللہ ہمارے لئے ہمارے
مدینہ میں برکت دے ہمارے صاع میں برکت بخش اور یہاں مدینہ میں بھی برکت عطا فرمائے بیشک
ابراہیم تیرے بندے تیرے دوست اور تیرے نبی تھے اور میں بھی تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں اس نے
مکہ کے لئے دُعائی تھی اور میں مدینہ کے لئے وہی دعا کرتا ہوں۔ حضرت علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہ سے روایت
ہے کہ ایک روز ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ مدینہ شریف سے باہر آئے جب ہم
مقامِ حرّہ جہاں سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ رہتے تھے پہنچے تو حضور علیہ السلام نے پانی طلب فرمایا
اور وضو کر کے رُو بقیلہ ہو کر فرمایا اے اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے اور تیرے دوست
میں انہوں نے تجھ سے مکہ والوں کے لئے دعا خیر و برکت مانگی تھی اور میں بھی تیرا بندہ اور تیرا رسول ہوں
میں تجھ سے مدینہ والوں کے لئے دعا خیر و برکت مانگتا ہوں۔ خداوند ان کے دُعا صاع میں برکت عطا کر
جس طرح تو نے مکہ والوں کو برکت بخشی ہے مدینہ والوں کو مکہ والوں کی نسبت ہر برکت کے بدلہ دو گنی
برکت عطا فرما۔ دیگر احادیث میں ایسی دعائیں منقول ہیں۔ احادیث میں جہاں لفظ دُعا و صاع واقع
ہے اس سے مراد برکتِ خیر و نیاوی ہے اور جہاں مطلق واقع ہے اس سے برکات و خیراتِ دُریں
مراد ہے اور مدینہ طیبہ میں آثار و برکاتِ ظاہری و باطنی بطور مشاہدہ عینی ظاہر و باہر ہیں
منجملہ فضائلِ مدینہ منورہ میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ حضور علیہ السلام نے دُعائے فرامانی کہ

خداوند تپ اور وبا مدینہ سے نکال کر حجۃ بیچ کیونکہ وہ مشرکین اور سرکش لوگوں کا مرکز ہے حضور علیہ السلام کی اس دعا سے پہلے مدینہ منورہ میں تپ اور وبا کا دور تھا۔ نقل ہے کہ جس زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے حضور کے اصحاب عارضہ تپ میں مبتلا ہو گئے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے دو غلام بلال و عامر کے ایک مکان میں بیمار پڑے تھے ادھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ السلام کے حکم سے خبر گیری کرنے کو آئیں انہوں نے اپنے والد کو شدت تپ میں ایک کونہ مکان میں لیٹے اور یہ شعر پڑھتے ہوئے دیکھا۔

كُلُّ امْرُءٍ مُّصِیْحٌ فِيْ اَهْلِهِ وَالْمَوْتُ اَذْنٰی مِنْ شِرَاكِ الْفُلْهِ

یعنی ہر آدمی اپنے اہل میں صبح کرتا ہے، موت اس کی جوتی کے شرک کے قریب ہے اور دوسرے گوشہ میں بلال اور عامر کو دیکھا کہ کفار قریش پر لعنت کر رہے ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ خداوند! مجھ کو بلال! تپ اور وبا، اس شہر مبارک سے حجۃ بھیدے چنانچہ ویسے ہی واقع ہوا اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات باہرات سے ہے۔ نقل ہے کہ ایام جاہلیت میں جو شخص مدینہ میں آنے کا ارادہ کرتا اور خواہش کرتا کہ وہ مدینہ کی وبا سے محفوظ ہو تو جب ثنیۃ الوداع تک پہنچتا تو دس بار گدھے کی آواز نکالتا اس موضع کا نام ثنیۃ الوداع اس وجہ سے تھا کہ اگر کوئی یہاں پہنچ کر اس گدھے کی سی آواز نہ نکالتا تو لوگ اس سے یہ فال لیتے تھے کہ اس کی زندگی تمام ہوئی اور اس کی ہلاکت اس کے ہاتھوں ہوئی اور یہ عمل زمان سعادۃ نشان سید الانس والجان صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت تک جاری رہا حضور کے زمانہ اقدس میں عرب کے مشہور شاعر عوف بن المرد کو قصد مدینہ طیبہ میں اس مقام پر پہنچنے کا اتفاق ہوا تو اس نے اس عمل بدر عمل نہ کیا اور یہ شعر پڑھا

لَعَمْرِيْ لَئِنْ هَشَرْتُ مِنْ حَشِيَّةِ الرَّحَىٰ نَهَاكَ الْحَبِيْرَ اَنْ يَّخِيَّ لِحَبْرُوْعٍ

یعنی مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ اگر میں موت کے ڈر سے گدھے کی بولی بولوں تو میں بڑا بے صبر ہوں اے کوئی آفت نہ پہنچی پس اس وقت سے یہ بد عادت چھوٹ گئی۔ کتب احادیث میں ثنیۃ الوداع کا ذکر بہت واقع ہوا ہے اس کی وجہ تسمیہ یہی ہے اور مشہور یہ ہے کہ ثنیۃ الوداع اس لئے کہتے ہیں

کہ اہل مدینہ اس مقام تک اپنے مسافروں کو پہنچانے آتے تھے۔

مبجلہ فضائل مدینہ منورہ سے یہ بھی ہے کہ یہ شہر مبارک و جمال کے خبیث وجود سے محفوظ اور مصنون رہے گا۔ صحیحین کی روایت سے ثابت ہے کہ اس زمانے میں مدینہ منورہ کی حفاظت کی خاطر ہر کوچہ کے سرے پر جماعت ملائکہ کھڑی کی جائے گی اور وصال کو مدینہ منورہ کے داخلہ سے منع کرے گی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ روئے زمین پر کوئی ایسا شہر نہ ہوگا جس کو وصال نہ روندے سوائے مکہ اور مدینہ منورہ کے اور حدیث مسلم میں ہے کہ وصال مشرق کی طرف سے نکلے گا اس کے بعد وہ مدینہ کا ارادہ کرے گا جب جبل احد کے پہلے آکر اترے گا تو ملائکہ اس کا منہ شام کی طرف پھیر دیں گے اور شام ہی میں ہلاک ہو جائے گا۔ صحیحین میں ہے کہ مدینہ کے بہترین لوگوں میں سے ایک نیک مرد وصال کی طرف نکلے گا اور اس سے کہے گا کہ تو دہی وصال ہے جس کے نکلنے کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ الحدیث۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ نیک ترین مرد حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ایک صحیح سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضور علیہ السلام نے یوم الخلاص کا ذکر فرمایا اور زبان معجز بیان پر اس کا ذکر بار بار فرمایا۔ صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ یوم الخلاص کیا ہے آپ نے فرمایا یہ وہ دن ہے جب وصال جبل احد پہ چڑھ کر نگاہ کرے گا اور اپنے لوگوں سے کہے گا کہ تم یہ سفید محل جو دکھائی دے رہا ہے کونسا ہے؟ یہ احمد علی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے اس کے بعد مدینہ منورہ آنے کا قصد کرے گا، تو ہر راہ کے سرے پر ایک ایک فرشتہ کو مدینہ منورہ کی حرمت و حفاظت کے لئے تیار پائے گا اور وادی مجتمع السیول کے قریب خمیہ ڈالے گا اور مدینہ تشریف میں تین بار زلزلہ آئے گا اس وقت جتنے جنس کا فرقاسن و منافق سے ہوں گے مدینہ سے باہر نکل کر وصال سے جا ملیں گے اور مدینہ ہر خبیث نجن سے منورہ و مطہر ہو جائے گا روز خلاص یہی ہے۔

مبجلہ فضائل مدینہ طیبہ میں سے یہ بھی ہے کہ حکیم مطلق جل و علا شانہ کے مدینہ شریف کی مٹی اور پھلوں میں تاثیر شفا رکھی ہے اور بہت احادیث میں آیا ہے کہ مدینہ کے غبار میں شفا بر مرض ہے اور بعض احادیث میں من المجذام والبرص کوڑھ اور پھلہری (برص) بھی واقع ہوا ہے اور بعض اخبار میں ایک خاص مقام کا نام صعیب کہتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے بعض اصحاب کو فرمایا کہ وہ عارضۂ تپ کا علاج اس خاکِ پاک سے کریں چنانچہ مدینہ منورہ میں یہ بات ہمیشہ سے چلی آتی ہے۔ اس خاکِ پاک کو دوا کے لئے لیمانے کے متعلق آثارِ واروہ سے اور وہ لوگ جو حرم شریف کی مٹی لے جانے کو منع کرتے ہیں وہ اس عموم سے اس خاکِ پاک کو مستثنیٰ کرتے ہیں واللہ اعلم اکثر علمائے اس خاکِ پاک کا تجربہ بھی کیا ہے چنانچہ شیخ مجدد الدین فیروز آبادی فرماتے ہیں کہ میں نے اس خاکِ پاک کا خود تجربہ کیا ہے کہ میرا ایک غلام ایک سال کا بل بخاریں مبتلا تھا میں نے خود وہ خاکِ پاک لے کر پانی میں گھول کر لے پلائی اس نے اسی دن شفایابی حضرت شیخ مصنف کتاب ہذا بھی فرماتے ہیں کہ کاتب الحروف بھی اس تجربہ سے مشرف ہوا ہے جس زمانہ میں میں مدینہ منورہ قیام پذیر تھا کسی عارضے سے میرے پاؤں پر ورم آگیا۔ اطباء اس کے علاج سے عاجز آ گئے اور سب نے مل کر اسے مہلک عارضہ قرار دیا میں نے اسی خاکِ پاک کا استعمال کیا اللہ تعالیٰ نے حقوڑے دونوں میں بہت سہل طرح سے اس محنت سے خلاصی دی اب ممال کے پھلوں کا حال سینے:

صیغین میں ہے کہ جو شخص سات دانے خرما عجوہ کے ناشتہ کرے کوئی زہر اور کسی طرح کا جادو اس پر اثر نہ کرے گا ائمہ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مرض و دار والے کو جو نہایت سخت مرض ہے عجوہ کھانے کا حکم دیتی تھیں۔ عجوہ مدینہ طیبہ کی کھجور کی ایک قسم ہے جسے اہل مدینہ خوب جانتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ اصل اس کھجور کی وہ کھجور کا درخت ہے جسے سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے خود لگائی تھیں۔ مدینہ منورہ میں کھجوریں اتنی قسم کی ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ سید رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ کبیر میں اس کی ایک سو انیس قسم گنے ہیں کھجوروں کے اقسام میں سے ایک صیغانی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی سلام اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے مدینہ منورہ کے بعض باغات کی طرف سے جارہے تھے ناگاہ ایک کھجور کے درخت

سے آواز آئی ہَذَا مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْأَنْبِيَاءِ وَهَذَا عَلِيٌّ سَيِّدُ الْأَوْلِيَاءِ الْمَوْلَا لِمَنْعَةِ الطَّاهِرِينَ یعنی یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء ہیں اور یہ حضرت علی سلام اللہ علیہ سید الاولیاء اور ائمہ طاہرین کے اب امجد ہیں حبیب دوسرے درخت سے گزرے اس سے آواز آئی ہَذَا مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَ

هَذَا عَلَيَّ سَيِّفٌ اَللّٰہِ یعنی یہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم محبوب خدا میں اور یہ علی تلوار خدا میں۔ اسی وجہ سے اس کو سید جانی کہتے ہیں کیونکہ لغت میں صبیحہ بمعنی آواز ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ كَانَ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَى رَسُولِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم الْعَجُوزُ یعنی سب کھجوروں سے حضور علیہ السلام کو قسم عجبہ زیادہ محبوب تھی اور ظاہر ہے کہ اس کی مذکورہ بالاتاثر حضور علیہ السلام کی محبت کی وجہ سے حاصل ہوگی۔ امام قزوینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کھجوروں کی اس قدر زیادہ قسموں میں سے حضور علیہ السلام کا صرف سات کو مخصوص فرمانا اس کا بھید سوائے شارح علیہ السلام کے کوئی نہیں جانتا۔ یہ از قسم اسرار ہے یہیں اس پر ایمان لانا چاہیے بعض علما نے جو یہ کہا ہے کہ یہ بسبب تاثیر زمین مخصوص یا بسبب کیفیت ہوائے خاص یا خاصیت زبان فیض نشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے یا یہ کہ ایسے امور اکثر واقع ہوتے ہی رہتے ہیں اتفاقی ہوتے ہیں سب دائمی نہیں ہوتے یا یہ خاصیت خاص کھجور سے تھی جس کا وجود اب نالود ہے وغیرہ وغیرہ یہ احتمال ایک فضول لچر اور ناقص خیال سے کم نہیں ہیں۔ مجھے اس شخص کی ایسا ماری پر تعجب ہے کہ جو شے کہ حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اس خاص قسم کو دوست رکھتے تھے اور رغبت سے تناول فرماتے اور پھر اس کی خاصیت شفا بخشی میں باطل تاویل کرتا پھر افسوس یہ بات اس کی بے نسبتی کی آئینہ دار ہے۔ فَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْہُ۔

چول لب بخور نہی کوزہ نبات شود ز کوزہ قطرہ چک چشمہ حیات شود !

مبجلہ فضائل مدینہ منورہ سے یہ بھی کہ اس پاک ارض پر مسجد نبوی واقع ہے جو انبیاء علیہم السلام کی مساجد میں سے آخر مسجد ہے اور دوسری مسجد قبا ہے جس کی بنیادین محمدی میں سب سے پہلے ہے اور قبر خیرین اور غیر مبارک کے درمیان قطعہ چمن ہائے بہشت سے ایک چمن ہے مسجد مبارک میں ایک نمبر ہے جس کا پایہ بہشت نہیں پر ہے اور اس سرزمین پر جبل اُحد ہے جو جنت کا پہاڑ اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ہے اور مقبرہ بقیع ہے جو مقام اور جائے قرار اصحاب اہل العلم رضوان اللہ عنہم اجمعین ہے اس سرزمین پر مشہد سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ ہے اس کے علاوہ بہت سے مشاہدے اور متبرک مقامات مقدسہ ہیں جن کی فضیلت کرامت شرف و عزت کے متعلق اخبار و آثار واقع ہوئے ہیں جن میں سے کچھ ہم موزون مواقع پر بیان

کریں گے۔ اِنْشَاءَ اللّٰهِ الْعَزِيزِ۔

منجملہ فضائل مدینہ منورہ سے یہ بھی ہے کہ تمام بلادِ ملواریں سے فتح ہوئے اور مدینہ منورہ برکتِ قرآن سے فتح ہوا جس کا ذکر ہم اسبابِ ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بیان کریں گے۔

منجملہ فضائل مدینہ میں سے ہے کہ بے ضرورت شرعی مدینہ منورہ سے باہر جانا گناہ اور موردِ وعید ہے اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مناسک حج ادا کرنے کے بعد فوراً مدینہ طیبہ کو واپس ہو جاتے تھے اور مکہ معظمہ میں قدر ضرورت سے زیادہ نہ ٹھہرتے تھے چنانچہ آج تک اہل مدینہ کی عادت یہی چلی آرہی ہے۔

صبرِ زور و محال بود اہل شوق را در زانکہ در بہشت بریں رفتہ جاکنند

منجملہ فضائل مدینہ منورہ سے ہے کہ مکہ کی طرح اس کا بھی حرم مقرر ہوا ہے جس کا ذکر بہت احادیث میں واقع ہے اور علماء اس کی حد بندی اور حکم تحریم میں اختلاف رکھتے ہیں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک معنیِ حرمت مدینہ مجرد تعظیم و تکریم ہے نہ ثبوت دیگر احکام مثیل حرمتِ شکار و قطعِ اشجار وغیرہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حرمت اور ترتیب احکام میں دونوں حرم برابر ہیں ان میں کچھ فرق نہیں اس مسئلہ کی تحقیق کتب فقہ میں موجود ہے۔ سید عالم رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت طویل بحث سے اس مقام کے شان کو بہت ہی بلند شرفی سے بیان فرمایا ہے بلکہ اسے حرمِ مکہ سے بھی اقصیٰ النیایات سے ادا فرمایا ہے۔

منجملہ فضائل مدینہ منورہ سے ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ساکنین مدینہ منورہ کی تعظیم و تکریم کی وصیت فرمائی ہے۔ یہ دعا ایذا و تخولیف اہل مدینہ کے وعید کو بھی ثابت کرتا ہے۔ ان کے سوا بھی اور احادیث اس مضمون میں وارد ہوئے ہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَلْمَدِیْنَةُ مَهَاجِرَتِيْ یعنی مدینہ میری ہجرت کی جگہ ہے وَفِيْهَا مَضْجِعِيْ اور اس میں میری خوابگاہ ہے یہ آپ کی قبر مبارک کی طرف اشارہ کرتا ہے وَفِيْهَا مَبْعَثِيْ اور یہیں سے میں روز قیامت اٹھوں گا اور اسی بقیعہ منورہ پر ہر روز ستر ہزار لاکھ رحمتِ قبر کے ک کے گرو حاضر رہتے ہیں اور مبعوث ہوں گے حَقِیْقٌ عَلٰی اَمْرِتِيْ حِفْظٌ جِلْدِيْ یعنی اہل مدینہ کے حقوق کی رعایت ضروری ہے اور جو کچھ میرے ہمسایہ سے صادر ہو اس کا مواخذہ نہ کریں بلکہ جہاں تک ہو سکے اس سے درگزر کریں

مَا اجْتَنَبُوا الْكِبَائِرَ جب تک یہ لوگ گناہ کبیرہ نہ کریں اور حجب ہو جائے تو حق شریعت حق اللہ یا حق العباد میں حد شریعت کو قائم کریں مَنْ حَفِظَهُمْ كُنْتُ لَهُ شَهِيدًا وَشَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَمْ يَحْفَظْهُمْ سَعَيْي مِنْ طَلِيقَةِ الْخِيَالِ یعنی جو شخص میرے ہمسایوں کی حرمت کو نگاہ رکھے گا قیامت کے دن میں اس کا گواہ اور سفارش کرنے والا ہوں گا اور جو شخص میرے ہمسایوں کی حرمت پر نگاہ نہ رکھے گا اسے طلیق خیال سے پلایا جائے گا۔ طلیق خیال ایک محض ہے جس میں دوزخیوں کا پیپ اور خون جمع ہوتا ہے۔ لَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا۔

مبغملہ فضائل مدینہ طیبہ میں سے ہے کہ لَا يَزِيدُ أَحَدٌ أَهْلَ الْمَدِينَةِ بِسُوءِ الْأَذَابِ اللہ تعالیٰ فی التَّارِكِ مَا ذَوَّبَ الرَّتَّاحَ جو شخص اہل مدینہ سے لڑائی کا ارادہ کرے اللہ تعالیٰ اسے آگ میں اس طرح گلا دیتا ہے جس طرح سیال آگ میں گل جاتا ہے یا نمک پانی میں گھل جاتا ہے لوگوں نے اس سے عذاب آخرت مراد لیا ہے لیکن ظاہر اس کے خلاف پر مطلق ہے۔ اس لئے کہ مستحق عذاب ہونے کے بعد عذاب آخرت کے لئے تعذیر الہی جاری ہوئی ہے جو شخص اہل مدینہ کو ایذا دینے یا لڑائی کرنے کے ارادہ سے چرٹھ آئے وہ اپنی مدت میں اس کے وبال میں گرفتار ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضور علیہ السلام نے مدینہ منورہ کے قریب پہنچ کر اپنے دونوں ہاتھ مبارک اٹھا کر دعا کی اَللّٰهُمَّ مَنْ اَسَادَنِيْ وَاهْلَ بَلَدِيْ بِسُوءٍ فَجَعَلْ هَلَاكًا خَلْفًا لِّمَا جُوشِخْصُ مِیْرَی اور میرے شہر والوں کی برائی کا ارادہ کرے اس کو جلد ہلاک کر چنانچہ وہ واقعہ جو یزید بن معاویہ کے زمانہ میں واقع ہوئے ہیں وہ اس حدیث شریف کے مشابہ حال ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ حدیث صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اُمراء فتنہ سے ایک امیر مدینہ میں آیا حضرت جابر بھی اس زمانہ میں مدینہ شریف میں تھے اور بڑھاپے کی وجہ سے بصارت میں قدمے ضعیف تھا۔ لوگوں نے ان سے کہا مصلحت وقت یہی ہے آپ کچھ دن اس ظالم کے سامنے سے الگ رہیں اور اپنے آپ کو اس فتنہ سے بچائیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں بیٹوں کے کندھوں پر رکھے مدینہ مبارک سے باہر چل دیئے۔ ایک جگہ بسبب ضعیف بصارت ٹھوکر کھا کر گر پڑے تو آپ نے فرمایا ہلاک ہو وہ شخص جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈرایا ایک بیٹے نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس

طرح ڈرایا جاسکتا ہے حالانکہ آپ دارِ فانی سے دارِ باقی میں اقامت فرما چکے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے مَنْ أَخَافَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ ظَالِمًا
 أَخَافَهُ اللَّهُ وَكَانَتْ عَلَيْهِ كَعَنْهُ اللَّهُ وَالْمَلَائِكَةُ وَالنَّاسُ أَجْمَعِينَ۔ یعنی جو شخص اہل مدینہ
 کو ظلم سے ڈرے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ ڈرائیگا اس پر اس اس کے فرشتوں اور سب آدمیوں کی
 لعنت ہوگی ایک اور حدیث میں ہے اس کا کوئی عمل خواہ فرض ہو یا نفل ہرگز قبول نہ ہوگا۔ اور
 بھی بہت کچھ حدیثیں اس امر کی واقع ہیں بشیہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ظاہر ایسی معلوم ہوتا ہے
 کہ جس امیر نے حضرت جابر کو ڈرایا تھا وہ بشر بن ارطاة تھا اس لئے کہ امام قرطبی
 نے امام ابن عبد البر سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ نے بعد قضیہ حکیم حکیم کے بشر بن ارطاة
 کو فوج کثیر کے ساتھ مدینہ طیبہ بھیجا کہ مدینہ والوں سے وہ عہدِ خلافت پر بیعت لے اور ان کو
 حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے عامل مدینہ منورہ تھے وہ
 خوف سے مدینہ چھوڑ کر درگاہ ولایت ماب میں پہنچے اور بشیہ شہر مدینہ میں داخل ہوا اور کہا اگر عہد
 امیر المؤمنین اور ان کا حکم خلاف نہ ہوتا تو میں اس شہر میں ایک آدمی کو بھی زندہ نہ چھوڑتا اور سب
 کو تخت تیغ سیاست کے گھاٹ اتار دیتا اور پھر سب کو بلا کہ حضرت معاویہ کی طرف سے بیعت لینے
 کو کہا اور بنی سلمہ کی طرف ایک قاصد بھیجا کہ اگر تم نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو حاضر نہ کیا تو تم
 میرے عہد ذاتی سے یا سر جو جاؤ گے اور میری امان تمہیں حاصل نہیں ہوگی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ
 یہ خبر سُن کر حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا اور مجلسِ بشر
 میں جانے کی ان سے صلاح لی اور کہا کہ یہ بیعت خلافت سے ہے اور اس میں امید فلاح نہیں اور ترک
 میں بھی امان نہیں اب کیا تدبیر کروں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہہ دیا وجہِ اِبیعت کر لینے کی نصیحت
 دے دی۔ اکثر اہل مدینہ اس کے خوف سے بھاگ کر حرۃ بنی سلیم میں چھپ گئے۔ علماء رحمہم اللہ تعالیٰ
 کہتے ہیں کہ جو لعن دربارہ ظلم و فساد اہل مدینہ کی بابت وارد ہوا ہے وہ لعن کفار و مشرکین کی طرح
 نہیں کہ خدا کی رحمت سے یاس مطلق ہو جائے اور دخولِ جنت کا بھی مستحق نہ سمجھا جائے بلکہ اس لعن
 کا حاصل یہ ہے کہ خدا کی رحمتِ خاص سے دور ہوتا ہے اور اہلِ قرب کے ساتھ جنت میں اُن کی طرح
 داخل نہیں ہو سکتا اور درحقیقت مقصود تہدید ہے مدینہ منورہ کی بے ادبی اور ترکِ حرمت اور

غفلت میں بعض علماء اس مذنبک بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں گناہ صغیرہ کا حکم گناہ کبیرہ کے برابر ہے جس طرح بعض علماء کہتے ہیں کہ حرم مکہ میں ایک گناہ کے لاکھ گناہ لکھے جاتے ہیں۔
واللہ اعلم بالصواب !

شہادت حضرت امام حسین بن علی سلام اللہ علیہما کے بعد ینید کے زمانہ میں جو واقعہ ہوا
فصل جو نہایت ہی قبیح ہیں ان میں ایک واقعہ حرہ بھی ہے اس کو حرہ زہرہ بھی کہتے ہیں
یہ مدینہ طیبہ سے ایک میل دور ایک مقام کا نام ہے۔ اس واقعہ قتل و غارت جنگ و جدل اور تنگ
مدینہ منورہ کی ہوئی گو اسکا ذکر قلوب صافیہ کے لئے باعث کدورت ہے مگر چونکہ اس کا وقوع منجر
صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی صداقت کا مظہر ہے اس لئے اشارۃً اس کا بیان لازمی ہے
حضور علیہ السلام نے اس واقعہ کے وقوع سے قبل خبر دی تھی اور فضائل مدینہ بھی بیان فرمادیے
تھے کہ جو شخص اہل مدینہ کو ایذا دے اور خوف دلائے تو اس کا عاقبت حال دنیا و آخرت میں
عذاب ہی عذاب ہے۔ بعض علماء نے اس کے متعلق یہ بھی کہا ہے کہ حدیث واقعہ ”خو“ کی
مصدق ہے کہ مدینہ آباد ہو کر ویران ہوگا اور آدمی اس کو چھوڑ دیں گے۔ صحرائی جانوران اگر ایسے
لیکن تحقیق اور مختیار یہ ہے کہ وہ حال قریب قیامت ہوگا جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کے
مؤید ہیں کیونکہ جو حالات و آثار اخبار میں وارد ہیں اس قبضہ میں نہیں پائے جاتے جیسا کہ ابن شیبہ
کی روایت میں ہے کہ مکہ مکرمہ چالیس برس تک ویران رہے گا اور اس میں وحشی جانور پرندے اور
زندے رہیں گے اس کے بعد دو چرواہے قبیلہ مزنیہ کے آکر آپس میں بطور تعجب کہیں گے یہاں
کے آدمی کہاں چلے گئے؟ وہ وہاں سوائے لومڑیوں اور عوفی ر کے کچھ نہیں دیکھ سکیں گے
اس واقعہ کا وقوع آخر زمانہ میں ہوگا اور اس بارہ میں اخبار و آثار مسیح وارد ہوئے ہیں حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ طیبہ پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اہل مدینہ کو مدینہ سے باہر کر
دیا جائے گا اصحاب نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون شخص ہے جو باہر کرے گا
فرمایا امراء السوء یعنی بُرے آدمی۔ بخاری و مسند شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے کہ میری امت کی ہلاکت قبیلہ قریش کے ہاتھوں ہوگی صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ایسے وقت کی بابت ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا تمہیں اس وقت پہنچنا
اور مطلق سے گوشہ نشینی اختیار کرنی چاہیے۔ ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں
میری جان ہے کہ مدینہ میں ایک ایسی جنگ ہوگی جس کی وجہ سے دین یہاں سے اس طرح صاف نکل
جائے گا جس طرح سر کے بال مونڈنے سے صاف ہو جاتے ہیں اس دن تم لوگ مدینہ سے باہر نکل
جانا اگرچہ ایک منزل کا فاصلہ بھی ہو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے یا اللہ مجھے دنیا سے
کے حاشوں اور ٹوکوں کی حکومت سے بچاؤ دن آنے سے پہلے مجھے دنیا سے اٹھا لینا۔ یہ اشارہ
یزید کی طرف تھا کیونکہ وہ بے دولت ستائش میں تخت شقاوت پر بیٹھا تھا اور واقعہ ”حمرہ“ اس
کے زمان شقاوت نشان میں واقع ہوا تھا۔ واقعی کتاب ”حمرہ“ میں ایوب بن بشر سے روایت کرتے
ہیں کہ حضرت سید الانس والجان صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں سفر کرتے کرتے جب مقام ”حمرہ زہرہ“ پر
پہنچے تو کھڑے ہو کر آیت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ چڑھی صحابہ کرام نے سمجھا کہ شاید اس سفر
کا انجام اچھا نہیں اور حضور علیہ السلام کو اس کی خبر دی گئی ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے کیا ملاحظہ فرمایا کہ اجتماع فرمایا آپ نے فرمایا
کوئی امر اس سفر میں ایسا نہیں عرض کیا سبب اجتماع کیا ہے آپ نے فرمایا اس ”حمرہ“ سنگستان
میں میری امت کے بہترین امتی میرے صحابہ کے بعد قتل کئے جائیں گے۔ دوسری روایت میں ہے
کہ آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کر کے فرمایا کہ اس ”حمرہ“ میں میری امت کے بہترین لوگ
مارے جائیں گے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت کعب بن احبار
فرماتے تھے کہ تو رات میں ہے کہ مدینہ منورہ کے مشرق سنگستان میں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ
ایسے لوگ جام شہادت پیئیں گے قیامت کے دن جن کے منہ چودھویں رات کے چاند سے بھی زیادہ
روشن ہوں گے۔ ابن زبائہ سے روایت ہے کہ ایک روز زمانہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ میں خوب
بارش ہوئی آپ اپنے دوستوں کے ہمراہ مدینہ طیبہ کے گرد سیاحت کے لئے گئے، جب مقام ”حمرہ“
پر پہنچے اس کے ہر طرف آپ نے پانی کی ندیاں بہتی ہوئی دیکھیں تو حضرت کعب بن احبار رضی اللہ
عنہ نے جو اس وقت آپ کے ہمراہ تھے قسم کھا کر کہا جس طرح پانی کی سیلیں یہاں چل رہی ہیں

اسی طرح خون کی بھی یہاں سے سبیلیں چلیں گی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر پوچھا اے کعب یکس زمانہ میں ہوگا؟ آپ نے فرمایا اے زبیر کہ بیٹے تو اس بات سے ڈر کہ تیرے ہاتھ پاؤں سے واقع نہ ہو۔

جاننا چاہیے کہ اہل سیر اور تاریخ نے اس واقعہ کو مجملًا و تفصیلًا لکھا ہے ہم اس مقام پر ان لوگوں کی تقریر و تحریر کا حال مفصلًا ترجمہ کر کے لکھتے ہیں تاکہ اصل واقعہ میں تحریر یا تقریر تفسیر اور نقصان واقع نہ ہو۔ واللہ اعلم بالصواب!

قرطبی کہتے ہیں کہ اہل مدینہ سے باہر نکلنے کا سبب جو بعض احادیث میں ہے واقعہ ”حروہ“ کے باعث ہے کہ مدینہ منورہ پر کمال آبادی رونق کے زمانے میں بقایا صحابہ اور تابعین سے بھرا تھا۔ اس پر عادت اور فتنے پے در پے آنے لگے اور اہل مدینہ ان فتنوں اور آفتوں کے خوف سے اس جگہ پاک سے نقل مکانی کر کے باہر نکلے اور یزید پلید نے مسلم بن عقبہ مرقی کو ایک عظیم شامی فوج دے کر اہل مدینہ کے ساتھ جنگ کرنے کو بھیجا۔ ان بد بختوں نے ان حضرات کو اسی مقام ”حروہ“ میں نہایت زکّت و خوارشی کے ساتھ شہید کر ڈالا اور تین دن تک مسجد نبوی کی شک حرمت کی اس لئے اسے واقعہ ”حروہ“ کہتے ہیں۔ یہ مقام مسجد سرور انبیاء علیہ السلام سے ایک میل کی دوری پر واقع ہے اس فتنہ میں ایک ہزار سات سو مہاجرین انصار و علماء و تابعین اختیار کو قتل کیا گیا۔ سوائے معصوم بچوں اور عورتوں کے دس ہزار عوام الناس کو قتل کیا گیا۔ سات سو حافظ قرآن شریف تانوسے قوم قریش کے آدمی درجہ شہادت کو پہنچے یعنی شہداء کی تعداد تفصیل ذیل تھی۔

۱ مہاجرین و انصار علماء تابعین ۱۷۰۰

۲ عوام الناس ۱۰۰۰۰

۳ حفاظ ۷۰۰

۴ قریش ۹۷

میزان ۱۲۴۹۷

سوائے میدان کربلا کے شہداء بچوں اور عورتوں کے علاوہ مدینہ طیبہ میں بارہ ہزار چار سو تانوسے

حضرات کو یزید کی فوج نے حکم یزید پلید ظلم و ستم سے شہید کیا۔ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ دَاغِلِيْ اَهْوَابَهَا وَانْصَارِفِ
اِلَى كَوْمِ الدِّينِ۔

اس کے علاوہ ان بدعتوں نے فسق و فساد اور زنا مباح قرار دے دیا یہاں تک پہنچے ہیں کہ
اس واقعہ کے بعد ایک ہزار عورت نے اولادِ ناک کے بچے جنے ان انہی شقیوں نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
میں گھوڑے باندھے اور حضور کے روضہ اور منبر کے مابین مقام کو جس کے متعلق حضور علیہ السلام نے
فرمایا ہے "مَرْصَنَةٌ مِّنْ بَرِيَاضِ الْجَنَّةِ" گھوڑے لید اور پیشاب کرتے رہے اور لوگوں سے
یزید کی جانب سے اس مضمون کی بیعت لی کہ یزید چاہے تم کو بیچے۔ چاہے آزاد کرے۔ چاہے
خدا کی عبادت کی طرف بلائے چاہے معصیت کی طرف۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ
نے یزید سے کہا کہ بیعت تو کم از کم قرآن شریف اور سنت پر لینی چاہیے تو ان کو یزید نے اسی
وقت شہید کر دیا۔ قرطبی کہتے ہیں کہ اہل اخبار نے لکھا ہے کہ مدینہ منورہ ان دنوں آدمیوں سے
بالکل خالی ہو گیا تھا وہاں کے پھل پھول نصیب جانوروں صحرا مو چکے تھے یہاں تک کہ مسجد نبوی
میں کتوں نے ڈیرے ڈال دیے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشین گوئی کا ظہور بصدق ہوا
قرطبی کی کلام کا ترجمہ ختم ہوا۔

طبرانی نے ایک حمبر طویل میں عروہ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ بعد انتقال حضرت معاویہ عبداللہ
بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیعت و اطاعت یزید سے انکار کر دیا اور اُس کے حق میں گالی گلوچ شروع
کر دی تھیں یزید نے یہ سُن کر قسم کھائی کہ واللہ میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی گردن میں طوق ہالوں کا
اس کے بعد اس نے ایک شخص کے ذریعہ انہیں بلوایا اور انہوں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا
کہ اگر آپ ایک چاندی کا طوق بنا کر اپنی گردن میں ڈال لیں اور اوپر سے اپنے کپڑے پہن لو تو یقیناً اس
کے ہاتھ سے سلامت رہ سکتے ہیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ ہرگز اس کو
اس قسم میں سچا نہ کرے گا اور میں ہرگز غیر حق پر نرم نہیں ہوں گا جب تک سخت پتھر و انقل میں نرم نہ
ہو جائے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی دعوت شروع کی اور لوگوں کو اپنی
اطاعت کی طرف بلایا۔ یزید پلید نے مسلم بن عقبہ مری کو ایک جہاز لشکر شامی کے ساتھ مدینہ کی طرف
بھیجا اور حکم دیا کہ مدینہ طیبہ کے قلع قمع کے لئے مکہ کی طرف جانا اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل

کرنا جب مسلم بن عقبہ مدینہ طیبہ میں آیا تو سب صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین مدینہ منورہ سے باہر نکل گئے۔ مسلم بن عقبہ وہاں کے باقی لوگوں کو قتل کر کے مکہ کی طرف گیا اور راستہ میں مر گیا اور مرتے وقت حصین بن نمیر کندی کو اپنا خلیفہ بنا کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کرنے منجھتی مارنے لگ لگانے کی وصیت کی۔ حصین بن نمیر ابھی راستے ہی میں تھا کہ اسے یزید پلیدی کی موت کی خبر ملی راستہ ہی سے بھاگ گیا اور جس چیز کی خلافت حاصل کی تھی وہ شرمندہ ظہور ہی رہی۔ کلام طبری ختم ہوا۔

ابن جوزی کہتے ہیں کہ ۶۲ھ میں یزید نے اپنے چچے بھائی عثمان بن ابی سفیان کو کہا کہ وہ لوگوں سے اس کے حق میں بیعت لے۔ اس نے مدینہ کے لوگوں کی ایک جماعت یزید کی طرف بھیجی اور جب وہ لوگ یزید سے واپس مدینہ لوٹے تو انہوں نے یزید کو گالی گلوچ اور برا کہنا شروع کر دیا اور کہا کہ وہ بے دین شارب خمر فاسق کتوں کو پالنے والا ہے۔ ہم نے اس کی بیعت توڑ دی ہے اس جماعت میں مندر بھی تھے انہوں نے کہا واللہ یزید نے مجھے لاکھ درہم دیے ہیں اور احسان کیا ہے مگر میں سچائی کو ہاتھ سے نہ جانے دوں گا۔ بیشک وہ شرابی تارک الصلوٰۃ ہے۔ یہ سنتے ہی باقی باقی لوگوں نے بھی بیعت توڑ دی اور عبداللہ بن خطلہ غیل کے ہاتھ پر بیعت کی اور عثمان بن محمد کو مدینہ سے نکال دیا۔ عبداللہ بن خطلہ کہتے تھے کہ واللہ ہم یزید کی بیعت سے باہر نہ نکلتے اور ہم اس کے مقابلے کا ارادہ نہ کرتے اگر نہ ڈرتے کہ آسمان سے پتھر برسیں گے۔ ابن جوزی ایک روایت ابوالحسن بلاسی سے نقل کرتے ہیں کہ مدینہ والوں نے یزید کے فسق و فساد ظاہر ہونے کے بعد منبر پر چڑھ کر فسخ بیعت کا اعلان کیا عبداللہ بن ابی عمرو بن حفص مخزومی نے اپنی پگڑی اپنے سر سے اتار کر پھینک دی اور کہا اگرچہ یزید نے مجھ پر احسان کیا مصلہ اور انعام دیا ہے لیکن وہ دشمن خدا اور ایک ڈھبٹ شرابی یعنی دالم الکفر ہے میں نے اپنی بیعت اس سے اس طرح الگ کی جس طرح یہ پگڑی چند دوسرے شخص کھڑے ہوئے انہوں نے اپنی جوتیاں اتار لیں اور یزید کی بیعت سے الگ ہو گئے۔ یہاں تک کہ مجلس پگڑیوں اور جوتیوں سے بھر گئی۔ اس کے بعد عبداللہ بن مطیع کو قریش پر اور عبداللہ بن خطلہ کو انصار پر حاکم کیا اور جتنے ہی بنو امیہ تھے سب کو مروان میں محصور کیا۔ جتنی جماعت اس کے ساتھ تھی ان سبھوں نے یزید کو اپنا سارا حال کہلوا بھیجا اور اپنی مدد کو ایک لشکر مانگا تو اس نے مسلم بن عقیق

کو اہل مدینہ کے قتال پر روانہ کیا یہ بد بخت اگرچہ پورھا تھا مگر اہل مدینہ کی خونریزی پر تل کھڑا ہوا۔ پھر یزید نے منادی کرائی کہ جو شخص حجاز کا ارادہ کرے گا اس کو گورنمنٹ کی جانب سے اسباب سفر جنگ کے علاوہ سو دینار بطور انعام ملیں گے اس پر بارہ ہزار آدمی تیار ہو گئے۔ ان سب کو روانہ کر کے ابن فرمانہ کو حکم بھیجا کہ تم عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے جا کر لڑو ابن فرمانہ نے حکم میں حکم میں تامل کیا۔ اس نے کہا واللہ میں ایک فاسق کی خاطر فرزند پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقاتلہ اور پھر بیعت اللہ ہرگز نہ کروں گا اس نے پھر مسلم بن عقبہ کو بھیجا اور وصیت کی کہ اگر تم کو کوئی حادثہ ہو تو حصین بن نمیر سکونی کو اپنا خلیفہ کرو اور کہا کہ اگر جن پر تمہیں بیعت رہا ہوں تو تین بار ان کو دعوت دے اگر قبول نہ کریں تو تو ان سے لڑائی کر یہاں تک کہ تو ان پر غالب آجائے تین روزہ حرم مدینہ کو مباح کر دے اور جو کچھ وہاں کا مال اسباب اختیار کھانا بھی ملے لشکریوں پر حلال کر دے پھر تین دن کے بعد ان کے قتل سے باز رہ اور علی بن حسین سلام اللہ علیہما سے کچھ تعرض نہ کر کیونکہ انہوں نے اس جماعت سے اتفاق نہیں کیا جب یہ خبر اہل مدینہ کو پہنچی تو سب کے سب اس فساد کو دفع کرنے پر تیار ہو گیا اور جماعت بنی امیہ سے جو لوگ دار مروان میں محصور تھے کہ اگر تم لوگ ہم سے اس بات کا عہد کرو کہ تم مکرو فساد، جاسوسی نہیں کرو گے اور دشمنوں کی مدد بھی نہیں کرو گے تو ہم تم کو چھوڑ دیتے ہیں ورنہ ہم تم کو اسی وقت قتل کر دیتے ہیں بنو امیہ کے یہ لوگ منافقانہ اقرار کر کے اہل مدینہ کے ہمراہ شامل ہو کر مسلم بن عقبہ کے دفع کرنے کو باہر نکلے۔ مروان بن حکم نے حقیقہ طور پر اپنے بیٹے عبداللہ کو مسلم بن عقبہ کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ یہاں پہنچ کر تین روز جنگ موقوف رکھیں اور تین روز کے بعد اہل مدینہ سے مشورہ کیا کیا تدبیر ہے اور کیا کر رہے ہو۔ اہل مدینہ نے کہا سوائے لڑائی کے اور چارہ نہیں ہے۔ مروان نے کہا لڑائی مناسب نہیں اس سے فساد زیادہ بڑھے گا۔ مصالحت یہ ہے کہ یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لو اور گورنمنٹ اس کے سامنے رکھ دو۔ اہل مدینہ کو یہ بات ناپسند آئی وہ سب کے سب لڑائی کے لئے مدینہ سے باہر آ گئے ادھر عبداللہ بن غیل سوار ہو کر میدان جنگ میں داد مروان کی دی ادھر مسلم بن عقبہ کمزوری بڑھاپے کی وجہ سے ایک چوٹی پر بیٹھ کر اپنے لشکریوں کو لڑنے کی رغبت دیتا رہا عبداللہ بن مطیع بھی اپنے ساتھ بیٹوں سمیت خوب مقابلہ کر کے درجہ شہادت کو حاصل کیا۔ مسلم بن عقبہ نے ان

کامر مبارک یزید کی طرف بھیجا آخر کار یزیدی غالب آئے ان پلیدیوں نے یزید کے حکم سے ملاحق تین تک حرم مدینہ کو مباح کیا مال و اسباب کو نازنا کاری میں مشغول رہے۔ واقعہی کہتے ہیں کہ اہل مدینہ نے یزید کے لشکریوں کے قریب کے وقت آپس میں مشورہ کر کے ایک خندق مثل خندق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پندرہ روز تک نہایت ہی مشقت اور محنت سے کھودی اور مدینہ طیبہ کے گردا گرد کانٹوں کی باڑ لگوائی دشمنوں کی راہیں ہر طرف سے بند کر کے ہر طرف سے تیر اور پتھر پھینکنے شروع کئے جس سے دشمنوں کو اندر داخل ہونے میں کافی دقت ہوئی۔ مسلم بن عقبہ اس واقعہ سے ڈر کر ”سرہ“ کے ایک گوشہ میں جا بیٹھا اور مروان کے پاس ایک آدمی بھیجا کہ اس معرکہ کے سر کرنے میں کوئی حیلہ نکال تاکہ ہم کامیاب ہو جائیں مروان نے بنی حارثہ کے پاس آکر اُن کو کچھ خاص طمع دے کر ایک طرف سے راہ کھلوادی۔ شکیانہ یزید اس طرف سے اندر گھس آئے اور اہل مدینہ بھی ہر طرف سے سمٹ کر اسی طرف سے مقابلہ اور جنگ میں مشغول ہوئے۔

ابن ابی حشیمہ سند صحیح سے بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے پڑھ لوگ باتیں کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے اپنی موت کے وقت یزید پلید کو اپنے پاس بلوا کر کہا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں اہل مدینہ سے ایک بدن پٹنا پڑے گا تمہیں ضروری ہے کہ تم مسلم بن عقبہ کے ذریعہ اس کا علاج کرنا کیونکہ میں اس سے زیادہ ناصح اس معاملہ میں مجھے معلوم نہیں ہوتا۔ جب یزید پلید باپ کی وفات کے بعد تختِ امارت پر بیٹھا تو اسے اس طرح کا واقعہ جس طرح ہم نے بیان کیا ہے پیش آیا اور اس نے باپ کی وصیت پر عمل کیا اور ہم اہل مدینہ منورہ کو سرانجام دیا۔ واللہ اعلم!

کہتے ہیں کہ ایک بوڑھی عورت مسلم بن عقبہ کے پاس اپنے قیدی بیٹے کی فریاد لے آئی اور اس کی رہائی کے لئے گریہ و زاری شروع کی کہ اس کو چھوڑ دیا جائے۔ اس نے حکم دیا کہ فوراً اس کے بیٹے کو رہا کر کے اس کی گردن اڑا کر اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے۔ چنانچہ ایسا عمل کیا گیا اور اس عورت کو کہا گیا کہ تو اپنی خیر رائگ بچوں کی سفارش کرنے پر پل پڑی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس بد بخت نے اہل مدینہ کو تین روز تک قید میں رکھا ان کو کھانا پینا کچھ نہ دیا۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ جو کبار تابعین میں سے تھے اُن کو مسلم بن عقبہ کے سامنے لایا گیا۔ مسلم بن عقبہ نے انہیں کہا کہ یزید کی بیعت اختیار کر انہوں نے کہا کہ میں نے ابوبکر

اور عمر رضوان اللہ عنہم اجماعین کے طریقہ پر بیعت کی ہے اس پر اس نے ان کی گردن مار دینے کا حکم دیا۔ اسی اثنا میں ایک شخص نے کھڑے ہو کر ان کے جنوں کی گواہی دی تو اس نے انہیں چھوڑ دیا۔ مسلم بن عقبہ کو مسرت اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ قتال اور فساد میں بڑا مسرت اور مفرط تھا۔ واقعی کتاب الحرقہ میں نقل کرتے ہیں کہ ایک دن زید بلید مسرت کے پاس آیا دیکھا کہ وہ مرض فالج میں گرفتار ہے اور ستر ہلاکت پر پڑا ہوا ہے تو کہا کہ اگر تجھ پر یہ مرض نہ ہو تو میں اس امر (لورٹس مدینہ) کا حاکم اور والی نہیں بنانا کیونکہ میں تجھے زیادہ اپنا مخلص اور ناصح کسی دوسرے کو نہیں جانتا اور امیر المؤمنین یعنی والد بزرگوار معاویہ بن ابی سفیان نے مجھے اپنی مرض موت میں وصیت کی ہے کہ اگر تجھے اہل حجاز کی بابت کوئی واقعہ پیش آئے تو اس کا علاج مسلم بن عقبہ سے ڈھونڈنا۔ مسرت یہ بات سنتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور کہا اے امیر المؤمنین تجھ کو قسم ہے کہ کام میرے سوا کسی سے نہ کرانا کیونکہ اہل مدینہ کا مجھ سے زیادہ کوئی اور دشمن نہ ہوگا میں نے اس کے بارے میں ایک خواب بھی دیکھا ہے کہ عرقہ کے درختوں میں سے ایک درخت اپنی شاخوں سمیت بقیع میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے انتقام میں فریاد کر رہا ہے میں اس درخت کے قریب جا کر دیکھا تو وہ درخت کہہ رہا ہے یہ کام مسلم بن عقبہ کے ہاتھ سے ہوگا۔ اس روز سے میں نے قتال اہل مدینہ کی فال لے رکھی ہے اور ان کے قتل کی تمنا دل میں لے رکھی ہے اور اپنے دل سے قاتلان عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قتل کا انتقام اور ارمان نکالنے کی تسلی دے رکھی ہے۔ زید نے جب اس کی یہ مستعدی اور کمال رغبت دیکھی تو کہا جلدی کرو اور علی برکت اللہ مدینہ کی جانب متوجہ ہو جاؤ کیونکہ تو ان کا حریف ہے۔ اگر وہ لوگ نہائے مدینہ کے دخول قبول بیعت اور اطاعت میں مدد راہ ہوں تو بے دریغ تیغ شنیع سے چھوٹے سے لے کر بڑے تک کو قتل کرتا جا اور تین روز تک ایک کو بھی نہ چھوڑا اور ان کا سب مال مٹا دیا اور لے لے اور اگر وہ بیعت اور اطاعت قبول کر لیں تو ان سے تعرض نہ کرنا اور پھر وہاں سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف جانا اور ان کا کام تمام کرنا۔

کہتے ہیں کہ یہ مسرت نا عاقبت اندیش شہدائے حرم کو دیکھ کر کہتا تھا کہ باوجود ان لوگوں کے قتل کرنے کے اب بھی میں دوزخ میں جاؤں تو مجھ سے زیادہ اور کوئی بد بخت نہ ہوگا۔

زکوان مولیٰ مروان سے روایت کرتا ہے کہ مسلم بن عقبہ نے مرض کی دوائی کھا کر کھانا طلب

کیا طبیب نے منع کیا اور کہا کہ ایسی دوائی کھائی ہے غذا ابھی نہ کھائیے ورنہ دوا اثر نہ کرے گی اس نے کہا کہ اب میں جینے کی تمنا کس لئے کروں؟ میں نے قاتلان عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مار کر اپنا دل ٹھنڈا کر لیا ہے میری تمنا سے دل پوری ہو چکی ہے اب سوائے موت کے مجھے کوئی چیز محبوب نہیں مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان ناپاکوں کے قتل کرنے سے مجھ کو سب گناہوں سے پاک کر دیا ہے۔

سید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں یہ بات اس بد بخت کی نہایت کمال حماقت و جہالت اور ثقافت پر مبنی ہے اس لئے کہ ایک ایسی مروجہ جماعت کا قتل ایک ایسا جرم اور گناہ ہے کہ اس کے وبال اور نکال سے اس نالائق کو چھوڑنا محال اور مشکل ہو گا بخشنا جانا تو ایک امر محال ہے یا خواب و خیال ہے۔

مہملہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جنہیں حیرا قتل کیا گیا۔ ایک تو عبداللہ بن خطلہ غیل رضی اللہ عنہ ہیں جو اپنے سات بیٹوں سمیت شہید ہوئے اور عبداللہ بن زید حاکی و ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور معقل بن سنان جو فتح مکہ کے وقت حاضر تھے اور اپنی قوم کا جھنڈا ان ہی کے ہاتھوں میں تھا وغیرہ وغیرہ۔

نقل کرتے ہیں کہ مسرف شقی اور مروان بن الحکم شہدائے حرم کی لاشوں کے گرد بطور سیر تماشا پھرتے پھرتے جا رہے تھے اچانک ان کی نگاہ عبداللہ بن خطلہ غیل رضی اللہ عنہ پر پڑی جو اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے مروان نے کہا واللہ تو نے بعد موت اگر انگلی آسمان کی طرف اٹھائی ہے تو ہم نے کس قدر انگلیاں اپنی حیات میں تمہارے ہاتھوں سے (ظلم سے) آسمان کی طرف نہیں اٹھائی تھیں اور خدا کی درگاہ میں کتنی عاجزی اور زاری نہیں کی اور کتنی دعائیں نہیں مانگیں۔ ایک آدمی نے جب باتیں سنیں تو کہا اگر اس جماعت کا حال ایسا ہے جیسا تو کہہ رہا ہے تو ہم سب کی دعائیں قتل اہل جنت کے حق میں تھیں وہ بولا یہ لوگ مخالف دین تھے انہوں نے عہد دین توڑ لیا تھا۔ اس واقعہ کے بعد مروان یزید کے پاس گیا یزید نے اس کا بہت شکریہ ادا کیا اور اس کو اپنا خاص مقرب بنا دیا۔

ابن جوزی اپنی سند متصل با ابن مسیب فرماتے ہیں کہ ان دنوں جن دنوں واقعہ حرہ پیش

آیا تھا میرے سوا کوئی شخص مسجد شریف میں حاضر نہیں رہتا تھا۔ اہل شام مسجد میں آکر مجھے دیکھتے اور کہتے یہ بڑھا دیوانہ یہاں کیا کرتا ہے کوئی وقت نماز ایسا نہ آتا تھا کہ میں حجرہ شریف سے آذان کی آواز اور اقامت نہ سنتا اور اسی آذان اور اقامت سے میں نماز پڑھتا رضی اللہ تعالیٰ عنہ و افسانہ عننا اس واقعہ میں ایک بڑا قیص امر یہ ہوا ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان واقعات انڈیشوں نے گستاخی کی تھی۔ کہتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کی ریش مبارک جڑھ سے لپچی ہوئی ہے لوگوں نے پوچھا کہ کیا صورت ہے کیا آپ اپنی ڈاڑھی سے کھیلا کرتے ہیں اور لوچا کرتے تب انہوں نے فرمایا نہیں یہ مجھ پر اہل شام کا ظلم ہوا ہے۔ واقعہ حجرہ میں ایک جماعت ثامیوں کی میرے گھر گھس آئی اور جو کچھ مال متاع اور اسباب تھا سب لوٹ لے گئی۔ اس کے بعد دوسری جماعت گھسی انہوں نے جب میرے گھر میں کچھ نہ پایا تو غصہ میں آکر باری باری میری ڈاڑھی اکھیر کر اس حال میں کر دی جو کچھ تم دیکھ رہے ہو غرضیکہ اس واقعہ میں ظالموں نے ناسمج کیا اذیتیں پہنچائیں اور ان شقیوں سے اور بھی بہت سے ایسے واقعات جگر دوز واقع ہوئے ہیں۔ اب ان ظالموں کے خاتمہ خسران کا حال بھی ذرا سنتے جائیے !

نقل ہے کہ جب مسلم بن عقبہ مسرف بدکردار جبر و اکراہ سے اہل مدینہ کی بیعت زبردستی کے حق میں لے رہا تھا۔ اکثر لوگوں نے تو خوف سے بیعت کی اور اطاعت قبول کر لی ان میں ایک شخص جو قبیلہ قریش سے تعلق رکھتا تھا نے کہا کہ میں نے بیعت اطاعت پر کی ہے معصیت پر نہیں کی مسرف نے اس کی بیعت قبول نہ کی اور اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ جب وہ قتل ہو گئے تو ان کی والدہ نے قسم کھائی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اس پر قدرت دلائے تو اللہ میں اس کو مردہ یا زندہ جلوا دوں۔ جاننا چاہیے کہ جب مسرف قتل اور لوٹ مار مدینہ سے فارس ہوا تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ و مقابلہ کے لئے روانہ ہوا وہ مکہ کے راستہ میں تین روز کے بعد جس مرض میں مبتلا تھا اسی سے واصل جہنم ہوا وہ نیک بی بی اپنے عہد کے مطابق چند غلام لے کر تین روز بعد اس کی قبر پر گئی کہ اس کو قبر سے نکال کر اپنی قسم پوری کرے جب اس کی قبر کھودی تو دیکھا ایک اتر ہا مسرف کی گردن سے لپٹا ہوا ہے اور اس کے ناک کی بڈی چُوس رہا ہے۔ سب لوگ یہ حال دیکھ کر خوف سے دوڑے اور اس بی بی کو کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس کے اعمال کی سزا دی

ہے اور تمہاری طرف سے انتقام لے ہی لیا بس یہی عذاب اس پر کافی ہے۔ انہوں نے کہا نہیں واللہ جب تک میں اپنا عہد جو خدا سے کیا ہے پورا نہ کروں گی ہرگز درگزر نہ کروں گی۔ اس نے کہا اسے پاؤں سے نکالو مگر اس طرف بھی اڑدیا پایا پھر اس بی بی نے وضو کیا دو رکعت نماز پڑھ کر حتیٰ تعالیٰ سے دُعا کی اَللّٰہی! تو جانتا ہے کہ میرا غصہ مسلم بن عقبہ پر تیری رضا کے لئے تھا مجھے فرصت دے کہ میں اس کو نکال کر گڑھے میں جلاؤں۔ اس کے بعد ایک لکڑی لے کر سانپ کی دم پر ماری وہ گم ہو گیا پھر اس کی لاش نکلائی اور جلاؤ دی۔ واقعہ یہ کہ وہ بی بی میری تحقیق میں زید بن عبد اللہ بن زمعہ کی ماں تھیں جب مہر مہر مدینہ سے مکہ کی طرف حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے لئے نکلا یہ بی بی اپنی قوم کے ساتھ الگ الگ مسرت کے پیچھے دو تین منزلوں تک رہی مگر جب اس نے اس کے موت کی خبر سنی آہنچیں اور اس کو قبر سے نکلا کر سولی پر رکھ دیا۔ جتنا کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے مسرت کو دار پر دیکھا ہمیں بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے اس کو دار پر بٹکھا رکھا اور جلائے گا ذکر اس روایت میں نہیں ہے۔ شاید سولی پر رکھنے کے ایک دو دن بعد جلا دیا گیا ہو اور جس شخص نے جلائے گا حال بیان نہیں کیا غالباً اس نے جلائے سے قبل اسے سولی پر دیکھا ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب!

قرطبی کہتے ہیں کہ مسرت اس واقعہ حرمہ کے کوئی تین دن بعد مر گیا۔ مدینہ منورہ کے راہ میں اس کا پیٹ خون اور پیپ سے بھر گیا سخت بُری حالت میں مرا لیکن عالم بے حیائی میں حماقت قلبی سے کہتا تھا کہ خداوند! مجھ سے بعد کلمہ شہادت کے کوئی ایسا نیک عمل جو مجھے محبوب ہو سوائے قتل اہل مدینہ کے نہیں ہوا۔ اب اگر تو مجھے باوجود ایسے نیک عمل کرنے کے بھی جہنم میں داخل فرمائے تو میرے جیسا کوئی بد بخت نہیں ہوگا۔ اس کے بعد اس نے حصین بن نمیر کو کوئی کو طلب کیا اور کہا تجھ کو امیر المؤمنین (زید علیہ السلام) نے میرے بعد والی اور حاکم کیا ہے۔ جلد مکہ معظمہ عبد اللہ بن زبیر کو موت کی میٹھی منید سلاؤ اور اس سے لڑنے میں کمی نہ کرو منجیق نصب کر کے پتھروں سے مارو اور اگر وہ غامد کعبہ میں جا گھسے تو کچھ پرواہ نہ کرو اور منجیق چلاتے جاؤ۔ حصین بن نمیر نے اس کی وصیت کے مطابق چوبیس روز مکہ شریف کو گھیرے رکھا اور شدید قتال کیا اور منجیق کعبۃ اللہ کی طرف پھینکی۔ کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ ایک شخص تھا جس نے اپنے نیزے کے سرے پر آگ لگا

دی تھی یکایک ایسی تیز ہوا چلی کہ اس سے کعبہ میں آگ لگ گئی۔ اسی آندھ میں زید پلیدی نے
 واصل جہنم ہونے کی اطلاع ملی کہ وہ بعارضہ ذات الجنب جہنم رسید ہو چکا ہے۔ یہ خبر سنچتے ہی
 اہل شام اور بنو امیہ میں پریشانی پڑ گئی۔ سب کے سب رسوا خوار اور شکست کھا کر بھاگے
 واقعہ حرہ بروز چہار شنبہ ۲۷ یا ۲۸ ذی الحجہ ۶۳۳ھ میں ہوا اور موت مسلم بن عقبہ غزوہ حرہ ۶۳۳ھ
 میں ہوئی۔ قتال مکہ اور یثرب اور بیت مخنیق سے روز شنبہ ۳ ربیع الاول موت زید پلیدی مکہ میں
 کو بعد واقعہ حرہ ہوا۔ سہمی نے کتاب وفایں ذکر اسی طرح کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب !
 منملہ وقائع غریبہ سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بلدہ شریف کی بابت ارشاد
فصل فرمائے ہیں اور وہ مطابق ارشاد ظہور ہوئے ہیں ایک واقعہ نازحجاز ہے جو اس دیار
 عظمت شمار میں واقع ہوئی اور اس زمین کرامت نشان کی عظمت پر دلالت کرتی ہے اس کے
 وقوع کی حکمت یہ تھی کہ سر زمین رحمت اور شفاعت کی جگہ ہے اور ایسے مقام میں ایسے امر کا
 ظاہر ہونا غالی از تحریف اور عبرت نہیں اس حکمت کے ظاہر ہونے اور اس مقصود کے ظاہر ہونے
 کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دریاے رحمت نے اس نار غضب کو بجھا دیا۔

قرطبی کہتے ہیں کہ یکم جمادی الاول ۶۳۳ھ سے تیسری جمادی الآخر تک مدینہ منورہ میں بڑے
 بڑے زلزلے آئے جو بادل کی طرح گرجتے تھے جن سے تمام مکانات کے در و دیوار ہلنے لگے یہاں تک کہ
 ایک رات یہی واقعہ چودہ یا اٹھارہ بار واقع ہوا اور تیسرے ماہ مذکور کو بعد نماز عشاء کے ایک آگ
 حجاز کی طرف سے ظاہر ہوئی آگ گویا ایک جرج دار قلعہ یا دین شہر کی مانند تھی گویا آدمیوں کی جماعت
 اس کو کچھ رہی ہے جس پہاڑ سے گذرتی اسے راگھ کر دیتی راگھ کی طرح پگھلاتی بادل کی طرح گرجتی
 دریا کی طرح جوش مارتی اور گویا اس سے سُرخ اور نیلی نہریں نکلتی ہیں اور مدینہ منورہ کے قریب
 پہنچتی ہے اور اس کے ساتھ ایک ٹھنڈی ہوا بھی مدینہ کی طرف آتی ہے۔ قسطلانی جو اس زمانہ والوں
 میں سے ہیں کہتے ہیں کہ اس آگ کی پٹیں جنگلوں کے اطراف و جوانب میں پھیل گئیں حرم نبوی اور دیگر
 تمام مدینہ کے مکانات کو اس آگ نے مثل نور آفتاب روشن کر دیا تھا۔ لوگ رات کو اس آگ کی
 روشنی میں کام کرتے تھے ان دنوں آفتاب و مہتاب کی روشنی بیکار ہو گئی تھی گویا گرہن لگ چکا ہو
 بعض لوگوں نے اسی آگ مدینہ کو مین اور بصرہ میں بھی دیکھا۔ حضور علیہ السلام کی ایک حدیث اس امر

کی معتقد ہے کہ حجاز کی جانب سے ایک ایسی آگ نکلے گی کہ اس سے اونٹوں کی گردنیں بھروسہ میں رکھائی
 دیں گی۔ متفق کہتے ہیں کہ اس کی لمبائی ایک فرسنگ اور چوڑائی چار میل گہرائی جس کی بقدر ڈیڑھ
 آدمی کا قد اس کی رفتار سیل دھچل کی مانند تھی اور دریا کی طرح موجیں مارتی تھی اس کی گھنٹی سے
 جتنے پتھر گھٹلے تھے وہ راستہ میں ایک سدا کی مانند آہڑے سے تھے جس کی وجہ سے اعرابی اور یوشی
 کافی مدت تک اس سے نہ گذر سکے۔ اس میں بھی حکمت تھی کہ اکثر حملہ آور ان مدینہ یا مفسدین کی
 آمد اسی راستہ سے تھی جس سے ان دشمنوں کی آمد موقوف ہوئی

توفیق دار کہ درکار خداوند خطاست زانکہ او بر چہ کند عین صلاح است مٹو

مختصر انکہ اس آگ کے عجائبات اصاطہ تحریر و تقریر سے باہر ہیں۔ جمال مطری جو مدینہ منورہ کے
 مؤرخین میں سے ہے لکھتا ہے کہ آگ کے عجائبات یہ تھے کہ وہ پتھر کو کھا لیتی تھی مگر درختوں پر
 کچھ اثر نہیں کرتی تھی کہتے ہیں کہ امیر عزیز الدین والی مدینہ کے غلام کہتے تھے کہ مجھے ایک اور
 شخص کو امیر مذکور نے اس آگ کی خبر کو بھیجا ہم دونوں اس آگ کے قریب پہنچے ہمیں اس کی کچھ
 حرارت تک محسوس نہ ہوئی مگر پٹاڑوں کو گھلاتی جا رہی تھی میں نے ایک تیر ترکش سے نکال کر اپنا
 ہاتھ ادھر کو پھیلایا تیر کے پر تو جل گئے مگر ٹکڑی نہ جلی اس جگہ مطری کہتے ہیں اس بات کے
 سننے سے میرے ذہن میں ایک معنی پیدا ہو گیا گویا آگ کا درختوں کو نہ کھانا اتار تحیرم نبوی سے
 ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمیع مخلوقات کو مدینہ منورہ کے حرم کی تنظیم اور رعایت ادب
 کا حکم فرمایا ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یکن قسطلانی فرماتے ہیں کہ آگ کی شدت حرارت سے دو تیر کے
 فاصلہ تک تو کسی کو نزدیک جانے کی مجال نہ تھی اس کی حرارت کی موجیں ہیبت ناک فوجوں کی مانند
 تھیں اور ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے ایک معتبر آدمی سے سنا ہے کہ وادی میں ایک بڑا پتھر
 پڑا تھا جس کا نصف حصہ تو حرم کے اندر اور نصف باہر تھا باہر کا حصہ تو آگ میں خاکستر ہو گیا مگر
 نصف اندر کے حصہ تک جب آگ پہنچی تو بجھ گئی اس روایت کو جمال مطری بھی بیان کرتے ہیں۔
 کلام قسطلانی میں ظاہر امانات معلوم ہوتی ہے۔ سید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ قسطلانی کا کلام قنوت
 کے لحاظ سے زیادہ قریب ہے کیونکہ وہ اس زمانہ والوں میں سے ہیں انہوں نے آگ کے احوال
 کو اپنے مشاہدے سے معلوم کیا ہے اور ایک کتاب بھی انہوں نے اس آگ کے احوال میں

نہایت تفصیل سے لکھی ہے اور پتھر کا آدھا جلنا اور آدھا نہ جلنا۔ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات سے ہے جو اتنے زمانہ کے بعد ظاہر ہوا اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آگ اللہ تعالیٰ کی آیات اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے ہے تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مختلف اوقات میں متعدد اشخاص پر مختلف احوال ظاہر ہوں بعضوں کو بہت گرم معلوم ہو اور بعضوں کو سرد یہ بات چندان بعید نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور بشیر و نذیر حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعجاز سے کچھ عجیب نہیں۔ واللہ علیٰ کل شیء شہید۔

آگ کے اثر نہ کرنے پر متعلقات حرم شریف میں دونوں کلام متفق ہیں کہتے ہیں کہ قاضی اور امیر مدینہ سب اہل مدینہ کے ساتھ جمع ہو کر خدا تعالیٰ کی درگاہ میں گرہیہ وزاری میں مشغول ہوئے اور رد مظالم اور اقرار حقوق میں کوشش کی غلاموں کو آزاد کیا تاکہ دریائے مغفرت الہی جوش میں آئے شب جمعہ اور شنبہ کو سب مدینے والے بیوی بچے چھوٹے بڑے جمع ہو کر حرم شریف میں رہائش کی اور حجرہ شریفیہ کے گرد برہنہ سر ہو کر گرہیہ وزاری حق سبحانہ بجالائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس آگ کا منہ شمال کی طرف پھیر دیا اور اس بلدہ شریفیہ والوں کو اپنی رحمت کا امیدوار ٹھہرایا۔ آگ کی لپٹیں جو مارے جنگلوں میں پھیلی تھیں وہ بھی اسی طرف پھر گئیں۔ مؤرخین اس آگ کے قیام کی مدت تین ماہ بیان کرتے ہیں قسطلانی کہتے ہیں کہ اس کی ابتداء روز جمعہ چھ ہجادی الآخر کو ہوئی اور انتہا روز یکشنبہ ۲۷ رجب کو اور ان کا مجموعہ باون دن ہوتے ہیں۔ ان دونوں حکایتوں میں بھی مخالفت ہے لیکن یہ بھی ہے کہ چند روز تک ایسا رہا کہ وہ آگ کبھی بلند ہوتی تھی اور کبھی ہلکی پڑتی تھی۔ ممکن ہے کہ قسطلانی نے اس کے غلبہ کو بیان کیا ہو مگر دیگر مؤرخین نے اس کے بجھنے اور بے نشان ہونے تک کی مدت کو لکھا ہو۔ یہ بیان اسی آگ کا تھا کہ دارالابرار میں ظاہر ہوئی اور سید مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے کسی طرح کا صدمہ نہ پہنچا اور کوئی آفت نہ ظاہر ہوئی۔ اسی سال آگ کے اور بھی طرح طرح کے عجیب واقعات دنیا میں ظاہر ہوئے چنانچہ وجہ بغداد میں اس قدر طغیانی پر آیا کہ بہت سے مکانات گر گئے اور بڑی بڑی عمارتیں غرق ہو گئیں

اس آگ کے ظہور سے دوسرے سال مدینۃ الاسلام بغداد میں ایک قیامتِ کبریٰ قائم ہوئی یعنی لشکرِ تاتار نے خروج کیا اور خلیفہ عباسی مقتدر باللہ کو مع دوسرے مسلمانوں کے شہید کیا گیا۔ ایک مہینہ سے زیادہ مسلمانوں کے سروں پر کافروں کی تلواریں تنی رہیں۔ علومِ دین کی کتابیں گھوڑوں کے نیچے روندی گئیں۔ مدرسہ مستنصریہ میں اینٹوں کی جگہ کتابیں گھوڑوں کے نیچے بچھائی گئیں۔ بغداد آدمیوں سے بالکل خالی ہو گیا۔ آگ اس طرح لگی کہ دارالافتاء کے اکثر مقامات مقبرہ جات، مدفن خلفائے بغداد اور برہمکیوں کے بڑے بڑے مکانات جل کر خاکستر ہو گئے۔ وبا، بڑی شدت سے آئی اسی وقت سے خلافت خلفائے عباسیہ منقطع ہو گئی **وَاللّٰہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ لَہُ الْحُکْمُ وَالِیْہِ الْمَصْنُوعُ وَالِیْہِ**
شُرَّجَعُونَ۔

عجائبات قدرت خداوندی سے ایک بات یہ بھی ہے کہ آگ بجھ جاتے کے بعد بعض اسباب سے مسجد نبویؐ میں آگ لگ گئی تاکہ لوگ جان لیں کہ خدا کی قدرت کی کنہ دریافت کرنا طاقت بشری سے باہر ہے۔ بندوں کو سوائے تسلیم و رضا کے چارہ نہیں۔ مصرعہ۔ کندہ برجہ خواہد بُرے حکم نیست لَا يَسْتَلْعِمُنَا لِفَعْلٍ وَهُمْ يُسْتَلَوْنَ۔ چونکہ آگ غیب سے مطلق عالم قدرت سے پردہ اسباب عادی کے باہر اس سے مدینہ منورہ کا بیج جانا اس کے شرف امتیاز کو ظاہر کرتا ہے لیکن اسباب عادی اس واسطے وضع کئے گئے ہیں کہ مبتلاب اس پر مرتب ہوں ظہور اس کے آثار کا چندان غریب نہیں ہے جتنا غیر عادی سے غریب ہے اور اسی طرح اگر کوئی آدمی نبی کا یا کسی ولی کی ولایت کا انکار کرے اور اس کا بدن اسی نبی کے معجزے یا اسی ولی کی ولایت سے زندہ ہو تو درجہ نبوت اور مرتبہ ولایت کے ثابت ہونے میں قرح نہ کرے گا لیکن اگر کوئی پتھر یا حیوان اس انکار سے نالائق ہو البتہ فارغ ہوگا کیونکہ یہ پردہ غیب سے ہے اور دائرہ اسباب سے باہر ہے۔

باب سوم قدیم باشندگانِ مدینه منوره

علمائے سیر و تاریخ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ لوگ

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی سے اترے تو کل تعداد میں اسی آدمی تھے تو وہ بابل کی طرف دس روز
 میں بارہ فرسنگ تک پھیل گئے اس مقام میں وطنیت کی بنیاد والی تولد و تناسل سے ان کی ایک
 کثیر جماعت بن گئی اور سب نے جمع ہو کر فرود بن کنعان بن حام کو اپنا بادشاہ بنایا جب ان
 میں کفر و کافری کی رسم شروع ہوئی تو ان میں اختلاف و تفریق شروع ہو گیا اور ہر ایک ایک
 طرف کو چلا گیا اور بہتر زبانیں ایجاد ہو گئیں۔ ان میں سے ایک جماعت نے جو سام بن نوح علیہ السلام
 کی اولاد سے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے امام سے زبان عربی ایجاد کی اور مدینہ منورہ کی با برکت زمین پر
 رہنا اختیار کیا۔ پہلے پہل جن لوگوں نے زمین پر زراعت کی اور زمین پر درخت لگائے یہی لوگ
 تھے۔ ان کو عمالقہ و عمالیق کہتے ہیں۔ کیونکہ عملاق بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد
 تھے۔ بہت مدت کے بعد ان کے املاک اموال بہت سے ملک اور سلطنتیں ان کے ہاتھ لگیں۔
 درمیان بحرین و عمان حجاز شام اور مصر تک انکا تصرف ہوا۔ شام کے حیارہ اور مصر کے مراحمہ ان
 ہی کی اولاد میں اور زمین حجاز میں ارقم بن ارقم ان کا بادشاہ تھا۔ ان کی عمریں بہت دراز اور
 ان کے عیش فراغ ہوئے یہاں تک کہ کہتے ہیں کہ ہزار چار سو سال تک ان کے ہاں جنازہ تک
 نہ اٹھتا تھا اور رونے کی آواز تک بھی کوئی نہیں سنتا تھا۔ عمالقہ کے بعد اس سرزمین پر یہودیوں
 نے اپنا وطن بنایا۔ علمائے تاریخ اس بارہ میں مختلف ہیں کہ مدینہ میں یہودیوں کے اترنے اور رہنے
 کا کیا سبب ہوا۔ زمین رحمۃ اللہ علیہ جو اکابر علمائے حدیث سے ہیں کہتے ہیں کہ میں نے ایک حدیث
 بنائے مدینہ منورہ کی سلیمان بن عبداللہ بن خلفہ غنبل رضی اللہ عنہ سے سنی اور اسی کے مطابق ایک
 اور روایت بھی بواسطہ رجال قریش عبداللہ بن عمر بن یاسر رضی اللہ عنہم چونکہ مادہ اتفاق کا ان
 میں صورت اختلاف سے زیادہ تھا میں نے دونوں کا مضمون اکٹھا کیا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام
 مناسک حج کی ادائیگی کے بعد مکہ میں آئے تو بنی اسرائیل سے بہت سے ملائے ان کے ساتھ
 تھے۔ حج کے بعد وقت روانگی میں ان کا گذر سرزمین مدینہ ہوا۔ چونکہ انہوں نے توریت میں
 مدینہ عالیہ کے متعلق وطن بنی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام سنا ہوا تھا۔ اس لئے ان میں سے
 چند ایک گروہ نے آپس میں مشورہ کر کے موسیٰ علیہ السلام کی رفاقت چھوڑ کر اس سرزمین میں رہائش
 پسند کی۔ اعراب کی ایک جماعت نے جو بلاد حجاز کے گرد رہا کرتے تھے ان کے ساتھ موافقت

کر لی اور ان کا مذہب اختیار کیا۔ اس قول کی رو سے یہودیوں کا رہنا پہلے ثابت ہوتا ہے۔ اصحاب تاریخ کے نزدیک رجحان پہلی خبر کو ہے یعنی یہود سے پہلے عالقہ رہتے تھے یہودیوں نے ان سے بعد سکونت اختیار کی۔ واللہ اعلم بالصواب !

ابن زبالہ اپنی سند میں نزوح بن زبیر سے نقل کرتے ہیں کہ جب عالقہ ان بلاد میں پھیل گئے اور مکہ مدینہ اور حجاز وغیرہ ان کے تصرف میں آگیا تو گناہ و تکبر طغیان عنود و عصیان جو حکومت کے لئے لازمی ہے انہوں نے اختیار کر لیا۔ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعد غرق فرعون فتح بلاد شام و ہلاک کنعانیان ایک لشکر عظیم عالقہ کی سرکوبی کے لئے بھیجا اور حکم دیا کہ عورتوں اور بچوں کے علاوہ سب کا استیصال کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے جب موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس قوم پر غلبہ و فتح عطا فرمائی تو بحکم رسالت ان تمام کو معہ ان کے بادشاہ ارقم ابن ابی الارقم سب کو قتل کر ڈالا ان میں ایک جوان نہایت ہی حسین و جمیل تھا جس کی شکل و صورت دیکھ کر انہوں نے اسے کچھ نہ کہا اور بصورت تقاضا سے بشری اس کے قتل میں توقف کیا اور دربار رسالت میں جدید حکم کے مطابق ہوئے۔ اتفاقاً ان کے حاضر ہونے سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام وصال فرما گئے جب بنی اسرائیل نے لشکر موحیہ کے قتیاب واپس ہونے کی خبر سنی تو وہ خوشی سے ان کے استقبال کو آئے اور کیفیت حال دریافت کی تو انہوں نے جواب دیا کہ سوائے اس حسین و جمیل آدمی کے جس کو ہم ہمراہ لائے ہیں باقی تمام مردوں کو سوائے عورتوں اور بچوں کے قتل کر دیا ہے۔ بنی اسرائیل یہ بات سن کر ان سے نہایت بیزار ہوئے کہ تم نے خلاف پیغمبر کیا اس جوان کو بھی داخل عموم کرتے اس کو کیوں نہ قتل کیا اب ہم میں تمہاری جگہ نہیں ہے تب لشکریوں نے آپس میں کہا کہ اس تقدیر پر ہم لوگوں کو جہاں سے ہم آئے تھے وہاں سے بہتر اور جگہ نہ ملے گی پس یہ سب کے سب حجاز کو چلے آئے اور وہیں مقیم ہوئے۔ عالقہ کے ہلاک ہونے کی عینی وجہ تھی اور حجاز میں یہود کے رہنے کی وجہ بھی یہی ہے۔ ابن زبالہ یہ بھی کہتے ہیں کہ طبری نے جو کچھ کہا ہے اصح ہے کہ بنی اسرائیل زمین حجاز میں بخت نصر کے واقعہ میں آئے جس وقت اس نے بلاد شام میں دخل کیا اور بیت المقدس کو برباد کیا بعض ارباب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل پر بخت نصر نے نہایت ہی ظلم کیا تو انہوں نے سوائے عرب چلے آنے کے اور کوئی چارہ نہ دیکھا علمائے اور احبار

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت مبارک اپنی کتاب میں پڑھتے تھے کہ پیغمبرِ آخر الزمان ایسے صفاتِ حمیدہ کے ساتھ قرمی عرب کے کسی قریے میں کہ جس کو ذاتِ النخل کہتے ہیں ظہور فرمائے گا جب یہ لوگ شام کے شہروں سے باہر ہوئے تو قرمی عرب کے جس قریہ میں ایک شہمہ بھی صفاتِ قریہ محمدیہ سے پاتے تو وہاں فروکش ہوتے تھے۔ اسی طرح جب چلتے چلتے یثرب میں پہنچے تو سارے یثرب کو صفاتِ مذکورہ سے متصف پایا۔ ان میں سے ایک جماعت جو اولادِ ہارون علیہ السلام سے تھی اس نے یثرب میں رہنا قبول کیا اور کمیونہ نواحِ خیبر وغیرہ میں ٹھہرے جب ان میں کوئی مرنے لگتا تو اپنی اولاد کو اس قسم کا وصیت نامہ لکھ کر دے جاتا کہ اگر تم سید المرسلین والآخرین کے زمانہ مبارک کو پاؤ تو خیبر دارِ ان کی اطاعت اور سعیت سے منہ نہ پھیرنا لیکن تقدیرِ خداوندی سے کوئی چارہ نہیں۔ بعد طلوعِ آفتاب عالمِ تاب نبوت رسالت کے مشرقِ بطحی سے انصار نے اس نصیحت کے لینے میں سبقت کی جس کی تفصیل آگے آئے گی لیکن یہود نا عاقبت محمود کو اس بات سے حسد ہوا جو نکال اور وبالِ ابدی میں گرفتار ہوئے۔ پہلے یہود انصار سے بوقتِ نزاع کہا کرتے تھے کہ کل نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوں گے۔ ہم ان کے ساتھ ہو کر تم سے پیٹیں گے۔ سعادتِ انبی انصار کی مددگار تھی معاملہ برعکس ہوا۔ وہ سعادتِ انصار کو ملی جس کے یہود محروم تھے۔ ع

ایں کار دوست است کنوں تا کار سد !

بیت

سعادت بہ بخشائش داورست نہ برکت و بازوئے زور اورست

ابنِ شیبہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام حج ادا کر کے دیارِ شام کو متوجہ ہوئے اور ان کا گذر مدینہ منورہ سے ہوا تو چند یہود بے ہمدردی کے خوف سے آپ اپنا اسبابِ اقامت ان سے اٹھا کر جبلِ احد پر جا ٹھہرے۔ اسی اثنا میں مدتِ حیات حضرت ہارون علیہ السلام آخر ہوئی قاصدِ اجل درگاہِ سلطانِ ازل سے ان پہنچا۔ موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے اسی پہاڑ پر ایک قبر کھودی اور کہلے برادرِ تیری موت قریب آچکی ہے۔ اب تو اس عالم کی طرف متوجہ ہو حضرت ہارون علی نبینا وعلیہ السلام اپنی حالتِ زندگی میں قبر شریف میں جالیٹے اور وہیں آپ کی رُوح مبارک قبض کی گئی۔ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام

ان کی قبر کو چھپا کر روانہ ہو چلے۔ واللہ اعلم!
اکثر قبائل یہود کی سکونت مدینہ کے باہر مسجد قبا کے ارد گرد تھی اور نہایت ہی عیش سے
گزران کیا کرتے تھے۔ قادر ذوالجلال کی حکمت سے اوس اور خزرج نے ان یہودیوں پر چھاپا
مارا اور ان کا کام تمام کیا۔

بعد حذف روایات قطع نظر بیان اختلافات انصار کا یہود پر چھاپا مارنے کا قصہ خلاصہ یہ
فصل ہے کہ لیرب بن قطان کی ایک قوم جو بقول اکثر مؤرخین سناخ بن افرخش بن سام بن
نوح کا بیٹا تھا۔ ولایت یمن کی ارض سبا میں جسے خدا نے قرآن مجید میں بلدہ طیبہ کو موسوم فرمایا ہے
عیش اور خوشی کی زندگی بسر کیا کرتا تھا۔ مارب سے سرزمین شام تک بمطابق بیان قرآن شریف
سب موصئے اور قریے باغات اور عمارات پر مشتمل تھے۔ ایسی آبادی تھی کہ مسافروں کو راہ زلورہ
لینے کی حاجت نہ ہوتی تھی۔ میوہ بات اس کثرت سے تھے کہ ضعیف لوگ اپنے گھروں سے ٹوکیا
اپنے سروں پر رکھ کر ہاتھوں سے رسیاں بٹے ہوئے درختوں کے نیچے سے گزرتے تھے اور ٹوکیاں
ان کے بلائے بغیر پھلوں سے بھر جاتی تھیں۔ اس کیفیت کی سرزمین دو مینے کی رات تک طول و عرض
میں آباد تھی اور وہاں کے آدمی کلمہ توحید پر متفق تھے۔ امن و امان سے رہتے تھے چونکہ کفران نعمتی
آدمی کے خمیر میں داخل ہے۔ اس نعمت کی قدر نہ پہچان کر خدا سے انہوں نے عرض کی کہ اس ملک
میں آبادی اور عمارات کم ہوئیں تاکہ وہ اونٹوں اور گھوڑوں پر سوار ہو کر وہ ان منازل کو طے کیا کریں
اور اسباب زاد راہ اٹھا کر لے جایا کریں کیونکہ اس میں لطف بہت ہے۔ قادر مطلق جل جلالہ نے
ان کی دعا قبول کی اور لشکر قہران کے بلاد کی طرف بھیج کر ان کے انتظام عیش و عشرت کو برہم کر
دیا لکن کفر تہدیک عذابہ کثیدہ۔ سیل ارم جس کو بعض علماء شدید بارش سے تعبیر کرتے ہیں اور
بعض فناریز بلخ مار کے ساتھ ان کے دیار کی طرف روانگی اور وہ سد جو طول میں فرسخ در فرسخ تھی کہ
بعضوں کے نزدیک اس کا بانی لقمان اکبر عادی جس نے ساری ولایت یمن کی سیلیں روکنے کو بنائی تھی
بعضوں کے نزدیک سبا بن یسجب ہے اور سبیل کے زور سے ٹوٹ گئی اور یہ حال ہوا کہ جس
پتھر کو سپاس آدمی قوت دار نہ اٹھ سکتے تھے ایک بلخ اس سد سے اکھیر دیتی تھی۔ تَعُوذُ بِاللّٰهِ
مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ۔ اولاد کیلان بن سبا اکابر رؤسا یمن سے تھے اور ان میں سے عمرو بن عامر السہام

میں اعظم تھا اس کی طریقہ حمیرہ نامی کابنہ تھی اس نے اپنی کہانت سے بعض علامات اور آثار سے
 ٹوٹنے کے دریافت کر کے پہلے سے خبر دی عمرو نے سنتے ہی اس ملک سے نکل جانے کا ارادہ کیا
 ارادہ پختہ ہو گیا لیکن کسی سبب سے نکل جانا معیوب سمجھا گیا۔ اس نے ایک حیلہ بنایا جس سے
 بہانہ جلا وطنی ہو سکے۔ ایک یتیم کو اس نے برسوں سے پرورش کیا تھا خلوت میں بلا کر اسے کہا جب ہمارے
 قوم کے رئیس حاضر ہوں تو اس وقت تم مجھ سے کسی بات پر جھگڑا کرنا اور مجھ سے تیری نسبت کوئی کلمہ
 اہانت نکل جائے تو تو اس سے زیادہ مجھ سے پیش آنا کہ مجھ کو جلا وطنی کرنے کا ضرر صریح ہاتھ لگ جائے
 اور بے سبب چلے جانے سے لوگوں کو تعجب نہ ہو اس سے ایک دن بعد اس نے سب رؤسائے
 قبیلہ کو مدعو کیا اور سب کے سامنے عمرو نے اس یتیم کو کوئی لفظ سخت کہا اس یتیم نے الٹ کر
 اس سے زیادہ سخت کہا بلکہ ایک لاناچہ بھی مار دیا۔ عمرو مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا اب
 میں اس سرزمین میں سرگز نہیں رہوں گا۔ جب یتیم دست پرورد کا یہ حال ہے تو دوسروں سے کیا امید
 ہو سکتی ہے جو مال اسباب اٹھا کر کے لائق نہ تھا سب بیچ دیا۔ آپس والوں نے حمد کے باعث
 اس کے نکل جانے کو غیبت جان کر سب اسباب جھٹ پٹ خرید لیا۔ عمرو بیچ بچا کر اپنے تیرہ بیٹوں
 کو جو طریقہ حمیرہ کے بطن سے تھے اور ایک گروہ کو کیلان بن سبا کے ساتھ لے کر وہاں سے
 نکل گیا۔ عذاب عرق و ہلاک میل و عوم سے بیچ گیا۔ باقی جتنے وہاں رہ گئے تھے سب ہلاک ہو گئے۔
 یقین ہے کہ اس کی نجات کا سبب یہ ہوا کہ اس سے انصار سیدالابرار پیدا ہوتے تھے۔ **إِنَّ نَاصِرَنا**
اللَّهُ يَنْصُرُكُمْ۔

القصة عمرو بن عامر نے باہر نکل کر اپنے بیٹوں کے سامنے اکثر بلاد کی تعریف کی ان میں سے ہر ایک
 نے اپنی طبیعت کے میلان کے مطابق ایک ایک شہر چن لیا۔ بڑے بیٹے نے جو ثعلبہ بن عمرو بن علی
 اوس و خزرج ہے ملک حجاز اختیار کیا اور اس میں قیام پذیر ہوا۔ کچھ مدت بعد جب اس کی اولاد
 اور غلاموں میں کثرت ہوئی تو وہ یثرب میں آکر قوم یہود میں بود و باش اختیار کی اور ان سے میل جول
 بڑھایا۔ آپس میں اوس و خزرج کو بھی اللہ تعالیٰ نے ثروت و دولت عطا فرمائی جو یہود کے لئے
 حمد کا باعث ہوا اور آخر کار یہود عداوت پر تل گئے اور قسم توڑنے میں کچھ حیا سے کام نہ لیا اور ان
 پر بے حد و حساب ظلم کئے۔ جب اوس و خزرج ان کے ظلم سے تنگ آ گئے تو جو حیلہ کو جوان کی قوم

سے تھا اور شام کا بادشاہ بن چکا تھا اس کو اطلاع دی اس نے ایک عظیم الشان لشکر کے ذریعہ قبیلہ خزرج اور اوس کا بدلہ یہود سے چُن چُن کر لیا اور یہود کا سارا مال و اسباب ان کے حوالے کیا۔ پھر نئے سرے سے قبیلہ اوس اور خزرج نے یہود کے ظلم سے نجات حاصل کر کے مدینہ کے ارد گرد شمال اور جنوب میں مستقل ہو کر صدمہ یہود سے نجات حاصل کی اور آپس میں برادرانہ طور پر گزروقت ایک مدت تک کیا۔ یہاں تک کہ اوس اور خزرج کے درمیان بھی آپس میں نزاع واقع ہو گیا اور ایک سو بیس سال تک مستقل رہے کوئی صورت موافقت کی نہ نکلی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ظہور دولت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واستغلائے کلمہ احمدی کے سبب و برکت سے انہیں رشتہ توحید و محبت میں ایسا اکٹھا کیا جس طرح کبیر شریفی سے ظاہر ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ**۔ یعنی اے ایمان والو اللہ کی نعمت کو یاد کرو جس وقت تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پس اللہ نے تمہارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی۔ یہ آیت ان کی محبت کی خبر دیتی ہے اور محبت کا محبت خالصہ میں بدل جانا بھی خاصہ ہے۔ خواص زمان اعجاز نشان سید انس جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ انصار کی رہائش کی یہی کیفیت اس دارالابرار میں ہے جیسا کہ مشہور معروف ہے بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے۔ تبع نے ممالک شرقیہ کو فتح کیا تو اس کا گزر مدینہ طیبہ سے ہوا اس نے اپنے بیٹوں میں سے ایک کو وہاں کا خلیفہ مقرر کیا اور خود متوجہ شام و عراق کو ہو گیا۔ اہل مدینہ نے اس کے بیٹے کو دغا اور بد عہدی کے الزام میں قتل کر دیا۔ تبع اپنے بیٹے کے انتقام کے لئے مدینہ آیا قتل و غارت شروع کر دی۔ اس کا گھوڑا جنگ میں مارا گیا اور قسم کھائی کہ وہ جب اس شہر مبارک کو برباد نہ کرے گا قدم باہر نہ کرے گا۔ آخر بعض اخبار یہود اس کے پاس گئے اور کہا کہ یہ بلوہ مبارک اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے اس کو کوئی خراب و تباہ نہیں کر سکتا۔ ہم اپنی کتاب میں اس کے اوصاف اور لطیفی پڑھتے چلے آئے ہیں اس کا اصل نام طیبہ ہے اور یہ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام ہجرت ہے۔ وہ اولاد حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہوں گے اس لئے تو اس کی خلیفہ کے خیال میں نہ رہ اور اس سخن سے باز رہ۔ تبع اسے سُن کر جو خیال اس کے دل میں تھا اس سے باز آ گیا۔ اپنے دوستوں کے ساتھ مین کی جانب روانہ ہو گیا۔ اخبار کی زبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفات سُن کر اپنے

دل میں آپ کا انس پیدا کیا۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ تبع نے حضرت نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک گھر بنوایا اور چار سو علماء و ثورات مقرر کئے جو اسے ترک مرافقت کے لئے رہتے تھے آخر اس نے شوق زیارت میں مدینے کا رہنا اختیار کیا۔ تبع نے ہر ایک کے واسطے ایک ایک گھر بنوایا اور عادمہ کافی مال و متاع انہیں بخشا اور ایک خط لکھا جس میں اپنے اسلام کی شہادت درج کی اور ان محبت کے ابیات سے چند ایک یہ ہیں۔

شَهِدْتُ عَلَى أَحْمَدَ بْنَ إِسْحَاقَ
رَسُوْلَ اللهِ بَارِعِي كَتَمِهِ
فَلَوْ مَدَّ عَصْرِي إِلَى غَمْرِي
لَكُنْتُ وَرِثَةً لِّكَ وَرَاجِي نَعْمِهِ

ترجمہ: گواہی دی میں نے احمد پر اس بات کی کہ وہ بھیجا ہوا ہے خالق الخلق کا۔ اگر میری عمر ان کے اظہار تک رہی تو میں ان کا وزیر اور پیچھا بھائی ہوں گا۔ اور اس خط کو مہر لگا کر اس حیات کے سب سے بڑے آدمی کے حوالہ کیا اور وصیت کی کہ اگر وہ زمان مبارک نشان حضور علیہ السلام کو پایا لے تو یہ عرصہ ان کی خدمت میں پیش کرے اگر نہ پاسکے تو اپنی اولاد کے حوالہ کرے اور اسی طرح اولاد و اولاد چلتا رہے یہاں تک کہ نبی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچے اور اس نے ایک مکان خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تیار کر لیا تاکہ وہ جس وقت تشریف لائیں اس میں مقیم ہوں۔ ایک عالم کو جس کی اولاد سے حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے اس گھر کا متولی بنایا۔ مدینہ میں جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کی وہ سب ان علماء کی اولاد سے تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ خط حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لے جانے کے وقت حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ رہا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ واللہ اعلم!

چوتھا باب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سید عالم کی مدینہ طیبہ میں تشریف آوری

اس بلدہ مبارکہ میں جامع البرکات حضرت سید کائنات علیہ افضل التحیات والتسلیمات نے جب

شدت عداوت قریش کا ملاحظہ فرمایا۔ آپ نسبت و امداد الہی کے منتظر رہے کہ مسبب الاسباب کوئی ایسا سبب پیدا کرے اور ایک ایسی قوم ان پر مقرر کرے جو دین کی مددگار اور مؤید ہو، اور دشمنوں کا کھل کر مقابلہ کرے اور شریعت کو بوجہ اجس ظہور کرے۔ اسی وجہ سے آپ قریش کے بڑے بڑے اجتماعات میں جہاں اقوام عرب و قبائل جمع ہوتے تھے اظہار دین اور تبلیغ رسالت کا اقدام فرماتے تاکہ ممکن ہے کہ ان میں سے کسی کا نصیب جاگے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سعادت قبول کر لے قبائل عرب اس سعادت کے حاصل کرنے کے وقت میں متردد رہتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ قوم ”مُرہ“ ان سے زیادہ نزدیک اور حال احوال ان کے سے زیادہ واقف ہیں جب وہ اس دین میں داخل نہیں ہیں تو درود رسول کو کیا پڑھی ہے کہ وہ قبول الطاعت کریں اسی اثناء میں قبیلہ بنی عبد الاشہل قریش سے عہد مقرر کرنے کے لئے مدینہ سے مکہ آئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے معمول کے مطابق انہیں اسلام کی دعوت دی۔ ان میں سے ایک نوجوان ایاس بن معاذ نے کہا کہ اے قوم اس مرد کے ہاتھ پر بیعت کر لو واللہ یہ عبد اس عہد سے بہتر ہے جو تم قریش سے کرنا چاہتے ہو اور یہ کام اس کام سے اہم ہے جس کے لئے تم آئے ہو۔ ایک دوسرا شخص جو اس قوم کا رئیس تھا درمیان میں کھڑا ہو گیا اور لوگوں کو دعوت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منع کیا سب لوگ اس کے ڈر سے چپ ہوئے اور اسلام کی بیعت نہ کی لیکن قریش کیا تھا بھی معاہدہ نہ کیا اور اسی طرح اپنے وطن کو چلے گئے۔ ایاس بن معاذ نے اس جہان سے رحلت کی۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ مسلمان کی حالت میں فوت ہوئے۔ واللہ اعلم!

اس کے بعد حضرت مسبب الاسباب نے مطابق خواہش حضور علیہ السلام کار سازی فرمائی کہ جماعت اوس و خزرج حج کے محرم میں مکہ معظمہ کو آئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عرب کے محبوں میں اپنے آپ کو ظاہر فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا گذر اس جماعت کی طرف سے ہوا ان کو دیکھ کر آپ نے پوچھا کیا تم حوالی یہود مدینہ سے ہو۔ لوگوں نے کہا ہاں! فرمایا بیٹھ جاؤ۔ ہم تم سے کچھ کہنا چاہتے ہیں وہ بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا یہو دگار عالم نے مجھ کو خلق کی طرف رسول کر کے بھیجا ہے اور مجھ پر ایک کتاب اتاری ہے میری قوم مجھ کو خدا کے احکام پہنچانے سے مانع ہے اگر تم ایان لاؤ اور دین اسلام کی تائید کرو تو سعادت ابدی کو حاصل کر لو گے انہوں

نے یہ کلام سعادت انجام سن کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا کہ یہ وہی پیغمبرِ آخر الزمان ہے کہ یہود اس کے ساتھ ڈرایا کرتے تھے اور کتے بھگتے کہ آج کل آفتاب رسالت چمکنے والا ہے اور ہم اس کے سایہ رحمت میں تم کو ایسا ماریں گے جس طرح خدا نے ارم کو مارا تھا۔ جلدی اس پر ایمان لاؤ کہ سعادت دنیا و آخرت نصیب ہو پس اوس و خمر ج نے اسلام قبول کیا اور مدوکاری سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عہد کر کے وطن واپس ہوئے اس بیعت کو عقبہ اولی کہتے ہیں کیونکہ یہ پہلی بیعت جبل احد کے پاس مناکہ کے درمیان ہوئی۔ اب اس جگہ ایک مسجد بنی ہوئی ہے وہاں حاضر ہو کر اس قصبہ کا تصور کرنا نور ایمان کا تازہ کرنا ہے اور صبح یہ بتے کہ بیعت عقبہ اولی میں صرف چھ آدمی تھے سعد بن زرارہ، جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم بھی ان ہی میں سے ہیں اس کے بعد جب یہ جماعت مدینہ کو واپس ہوئی تو انہوں نے خبر رسالت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قوم میں پہنچائی۔ مدینہ کی کوئی مجلس ایسی نہ تھی جس میں ذکر مبارک حضرت علیہ السلام نہ ہو۔ دوسرے سال بارہ آدمی ان چھ آدمیوں کے ساتھ مل کر مکہ شریف چلے جن میں سے عبادہ بن صامت و عوف بن سعد بھی ان میں سے تھے بشرط بیعت حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوئے اس زمانہ میں اسلام کے فرائض صرف توحید اور نماز ہی تھے اور کوئی چیز واجب نہ ہوئی تھی۔ اب ان کی التماس کے موجب آپ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو قرآن و فقہ دین کی تعلیم دے۔ تعلیم و جماعت قائم کرنے کو ان کے ساتھ روانہ فرمایا۔ حضرت مصعب نے مدینہ پہنچ کر ان بارہ آدمیوں کے ساتھ ایک قول میں چالیس آدمیوں کے ساتھ سعد بن زرارہ کی امداد سے جمعہ قائم کیا یہ اول جمعہ تھا جو مدینہ منورہ میں قائم ہوا اس کے بعد وہ احکام شریعت فاش کرنے میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ ایک دن باغ میں بنی عبدالاشمل کے حضرت مصعب ایک جماعت کو قرآن سناتے تھے اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے تھے کہ خبر سعد بن معاذ کو پہنچی وہ نیزہ ہاتھ میں لے کر باغ کے دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔ اور وعدہ اور وعید جو رئیسوں کا رسم ہے ادا کر کے کہا کہ یہ مسافر مطرود کے بیوقوفوں کو بے ارادہ کرتا ہے ہمارے دروازے پر کیوں آئے اور وہ باتیں جو کسی نے کبھی نہ سنی ہوں کیوں سناتے ہیں اگر آج کے بعد یہاں آئے گا تو اپنی سزا پائے گا۔ اس کہنے سے وہ جماعت منقطع رہیم ہو گئی۔ دوسرے دن پھر حضرت مصعب بن عمیر حضرت سعد بن زرارہ کے ساتھ اس جگہ کے قریب ایک جگہ پر دعوت اسلام و تلاوت

قرآن کے لئے پھر آئے یہ ہر سعد بن معاذ کو پہنچی۔ سعد بن معاذ آج بھی بصورت منکر آئے منکرائی گئی
 سے نہیں آئے تھے جتنی پہلے۔ سعد بن زرارہ ان کو کچھ نرم پا کر کھنے لگے اسے میرے خالہ کے بیٹے
 پہلے تو سن یہ مرو کیا کتاب ہے، اگر کوئی بڑی بات کہتا ہے تو یہ مردوں کو گمراہ کرتا ہے تو تو اس سے بہتر
 اور سیدھی راہ ہیں دکھا اور اگر اچھی بات کہتا ہے تو اس کو بُرا نہ کہہ اور اس کے بیان کو غنیمت جان
 اس نے کہا یہ کیا کتاب ہے تو مصعب بن عمیر نے یہ سونپا پڑھی۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ حَمْدٌ وَالْکِتَابِ
 الْمُبِیْنِ اِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِیًّا لِّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ وَاِنَّهٗ فِیْ اٰیَمِ الْکِتَابِ لَکِنٰی لَعَلَّ حٰکِمِیْنَ ۝ اَنْضَرِبْ
 عَنْکُمْ الْبَیِّنَاتِ صَفِیًّا اِنْ کُنْتُمْ مُّسْرِفِیْنَ ۝ وَکُمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِیٍّ فِی الْاَوَّلِیْنَ ۝ وَکَاٰیَاتِنَہُمْ مِنْ نَّبِیٍّ
 اِلَّا کَانُوْا بِہِ یَسْتَهْزِؤْنَ ۝ فَاٰخَلَلْنَا اَشَدَّ مِنْہُمْ بَطْشًا وَمَضٰی مَثَلُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ یعنی اس واضح
 کتاب کی قسم ہے ہم نے قرآن کو عربی زبان میں اس لئے بھیجا تاکہ تم سمجھ سکو یہ بڑی کتاب ہے کہ ہم نے
 اس کو اونچا اور محکم کیا تو کیا تم سے ذکر کا پہلو پھیر دیں کیونکہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو اور
 ہم نے کتنے نبی اگلوں میں بھیجے اور ان کے پاس جو بھی نبی آیا اس کی ہنسی اڑائی، تو ہم نے وہ ہلاک کر
 دیئے جو ان سے پکڑ میں سخت تھے اور اگلوں کا حال گزر چکا ہے۔

حضرت سعد بن معاذ نے جب یہ کلمات عظیم البرکات سنے تو اٹھا اور عیبت حاصل کی اپنی قوم کی
 طرف ٹوٹا اور تمام بنی عبدالاشہل کو بلایا اور اپنے اسلام کا اظہار کیا اور ان کو بھی اس اسلام کی دعوت
 دیتے ہوئے کہا کہ جس چھوٹے یا بڑے کو اس امر میں شک ہو تو بسم اللہ اس سے زیلوہ چیز لا دکھا دے
 تاکہ ہم دیکھیں کہ کیا لاتا ہے۔ خدا کی قسم یہ جان قربان کر دینے اور سروے دینے کے قابل امر ہے اور کہا
 اے بنی عبدالاشہل تم لوگ میرا قوم میں کیا رہتے ہو بھٹل اور فراست کے اعتبار سے مجھے کس مقام
 کا سمجھتے ہو انہوں نے کہا اَنْتَ سَیِّدُنَا ۙ اَفْعَلْنَا یعنی تم ہمارے سردار اور افضل انسان ہو اس
 نے کہا تم مردوں کو غورتوں سے میرے لئے کلام کرنا حرام ہے جب تک تم خدا اور اس کے پیغمبر صلی اللہ
 علیہ وسلم پر ایمان نہ لاؤ۔

اسلام نے اس قدر ترقی کی کہ انصار میں کوئی ایسا گھر باقی نہ رہا جو نور اسلام سے مشرف نہ ہوا
 ہو۔ اشرف قبائل و اکابرین قوم سب ایمان لے آئے انہوں نے بتوں کو توڑ ڈالا اسلام اور توحید
 کی عطا دی۔ والحمد للہ علی ذلک!

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ انصار مدینہ کو احکام شریعیہ تعلیم فرما کر موسم حج میں انصار کی
فصل ایک بڑی جماعت کے ساتھ حضور کی بیعت اور شرف زیارت حاصل کرنے کے شوق
 میں حجاج مشرکین کے قافلے میں مکہ معظمہ پہنچے اور جناب سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی
 زیارت سے مشرف ہوئے اور حضور علیہ السلام کو ایام تشریق کی راتوں کے درمیان اکٹھے ہونے
 کا وعدہ دیا جب وعدہ کی رات آئی تو تہائی رات گزرنے کے بعد تہتر آدمی مشرکوں سے آنکھ پھرا
 کر عقبہ کے پاس والی پہاڑ کی گھاس میں جمع ہو کر طلوع آفتاب عالم تاب جمال محمدی صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کے منظر تھے اتنی دیر میں جناب سید المرسلین الاولین والاخرین علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات
 اپنے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب کو ساتھ لے کر تشریف فرما ہوئے حضرت عباس ابھی تک اسلام
 نہ لائے تھے کہنے لگے تم جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں کتنی عزت اور شرف کے مالک
 ہیں ہم نے جس قدر انہیں منع کیا مگر یہ ہماری بات نہیں سنتے اور تم لوگوں کو جمع کرے سے
 باز نہیں آتے اگر تم میں عہد کے وفا کرتے کا ارادہ مصمم ہے تو قبضہ نہیں تو ابھی کہہ دو بعد میں
 پریشان نہ ہوؤ اور ہم کو بھی مفت میں اپنا دشمن نہ بناؤ وہ بولے اے عباس جو کچھ تم کہتے ہو ہم
 نے سُن لیا اور جان لیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب کیا فرماتے ہیں جو عہد آپ ہم سے
 اپنے خدا اور اپنی ذات کے لئے لینا چاہیں لے لیں۔ بسم اللہ!

حضرت سید الکائنات علیہ افضل الصلوٰۃ نے قرآن کی چند ایک آیتیں تلاوت فرمائیں اور
 دین اسلام کی طرف رغبت دلائی اور فرمایا کہ خدا کا یہ عہد ہے کہ اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کے
 ساتھ شریک نہ بناؤ۔ میرا عہد یہ ہے کہ خدا کے احکام پہنچاتے ہیں میری امانت و نصرت کرو اور جو
 شخص اس میں رکاوٹ ڈالے اس کے خلاف جہاد کرنے سے باز نہ رہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ بائستے ہیں کہ باپ و دادا کے وقت سے ہم لوگوں کا پیشہ جنگ و جدل اور قتل
 ہے لیکن ہمارے اور یہود کے درمیان قسما قسمی عہد اور مواعد ہیں آپ ہم ان سب سے قطع کرتے ہیں
 یہاں نہ ہو کہ آپ پھر اپنی قوم کی طرف رجوع کر لیں اور ہم اکیلے رہ جائیں۔ سید المرسلین صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم نے بسم فرمایا اور ارشاد فرمایا اب ہرگز نہ ہوگا میں تم سے اور تم مجھ سے اب ایسے ہو گے
 ہو کہ جان ساتھ جان کے اور بدن ساتھ بدن کے۔ میری زندگی اب تمہارے ساتھ ہوگی اور میری

موت بھی تمہارے ساتھ۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر اب ہم آپ کی محبت میں مارے جائیں اور اپنا جان و مال سب آپ پر فدا کر دیں تو اس کی جزا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جَنَّتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ یعنی باغ جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں انہوں نے کہا رَّبِّجَ النَّيْعَ بَيْنَنَا اس بیع میں نفع ہو اور قسم ہے اللہ کی اِنْ سَطَيْدَكَ فَقَدْ بَايَعْنَاكَ ہاتھ بڑھائیے تحقیق ہم نے آپ سے بیعت کی۔ اس بیعت کو بیعت عقبہ کبریٰ کہتے ہیں۔ بعض ارباب سیر اس کا نام عقبہ ثانیہ رکھتے ہیں مگر سیاق کلام سے بد علیہ الرحمۃ چھیا کہ مذکور ہوا ہے اس بات کا مقصد یہ ہے کہ اس کا نام عقبہ ثالثہ رکھا جائے۔ واللہ اعلم۔ جب انصار نے بیعت مستحکم کر لی تو یہ آیہ کریمہ اِنَّ اُمَّلًا اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنْ لَّهْمُ الْجَنَّةُ يَشْكُ اللہ تعالیٰ نے مومنین کی جائیں اور مال جنت کے بدلے خرید کر لی ہیں نازل ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے ان تہتر آدمیوں کے بارے میں فرمایا اور ہر فرقہ پر ایک ایک محافظ اور نقیب مقرر کیا جو ان کے احوال کی نگرانی کرتا رہے تاکہ ان کے امور دینی اور دنیوی سب ٹھیک ہو جائیں اور یہ بارہ نقیب رؤساء انصار ہیں۔ ان کے صفات اور احوال کتب اسما الرجال میں مذکور ہیں۔ اب درمیان میں ایک انصاری نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ فرمائیں تو آج ہی ہم مشرکین کو جو منیٰ میں جمع ہیں سب کو مار ڈالیں اور ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہے کھاؤ مَزِيدَ اللہ یعنی مجھے اس بات کا حکم نہیں فرمایا گیا کہ میں تلوار کھینچوں اور مشرکین سے قتال کروں۔ اس کے بعد گروہ انصار اپنی جگہ پر فرار ہو گئے اور حضور سے التماس نصحت عرض کی کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ساتھ تشریف لے چلیں اور ہمارے ملک کو سرفراز فرمائیں تو زہے قسمت! ہم ہر طرح سے تابعداری کریں گے جو حکم ہو گا اس کی تعمیل کریں گے کسی طرح کا عذر نہ کریں گے۔ آپ نے فرمایا مجھے ابھی تک مکہ سے جانے کا حکم نہیں ملا اور کوئی جگہ ہجرت کے لئے متعین نہیں ہوئی جس وقت اللہ تعالیٰ جانے کا حکم فرمائیں گے چلا جاؤں گا۔ یہ فرما کر انصار کو وواع کیا۔ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وَاَصْحَابِہٖ وَاَنْصَارِہٖ وَ اَشْيَآءِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ وَسَلِّحْ وَسَلِّمًا کَثِیْرًا

پانچواں باب

ہجرت سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام

جب انصار عہد و پیمان کر کے اپنے دیار کو روانہ ہوئے تو حضرت سید الکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دربارہ اختیار ہجرت و تعیین مقام جناب احدیت کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضور کو پہلے ایک مقام دکھلایا گیا کہ اس کے صفات دو تین شہروں پر منطبق تھے ایک بحر بلا و بحرین فسر و ن زمین شام تعمیر اثیرب زمین حجاز۔ اس کے بعد مدینہ کی تعیین خوب ظاہر ہوئی لیکن وقت کے تعیین میں اب تک توقف رہا۔ پھر بمقصد و وحی آسمانی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعض اصحاب کو مدینہ کی طرف رخصت فرمادیا پھر چند روز کے بعد اکثر صحابہ کرام مدینہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ مثل عمر بن الخطاب مع اپنے بھائی زجر بن الخطاب۔ حمزہ بن عبد المطلب و عبد الرحمن بن عوف و طلحہ بن عبد اللہ و عثمان بن عفان و زید بن حارثہ و صہیب رضوان اللہ عنہم اجمعین صحابہ میں سے سوائے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس باقی کوئی نہ رہا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اعیان و اکابر صحابہ سے سوائے حضرت صدیق اکبر و حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ باقی کوئی بڑا اصحابی نہ رہا۔ ویسے تو روایات سے ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام کا مکہ واپس آنے کے بعد ابوسفیان اور سارے مشرکان نے ضعیف صحابہ کرام کو جو ہجرت نہ کر سکتے تھے مار پیٹ بھڑکی اور قہر و قسم کی سزائیں دیں۔ قصہ جب مشرکین قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم تہ و ظہور شان کو دیکھتے تو نہایت ہی جلتے اور حمد کرتے اور ان اثرار کی عداوت حضور علیہ السلام اور صحابہ اخبار کی نسبت بلند تر ہوئی جاتی تھی صحابہ کے مدینہ منورہ چلے جانے سے یہ استدلال کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آج کل چلے جائیں گے۔ آخر انہوں نے آپس میں مشورہ کیا ان کا سرگرم وہ ابو جہل ملعون اور ابلیس لعین بھی صدارت میں تھا بعض نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عذاب دے کر نکال دیا

بائے بعض نے مجلس اور قید میں رکھنے کا مشورہ دیا ابوہل لعین نے کہا کہ پانچ قبیلوں سے پانچ
 آدمیوں کو چھانٹ کر ان کے ہاتھوں میں تلواریں دے دی جائیں اور وہ ایک بار حملہ کر کے آپ کے
 دشمنوں کو تمام کر ڈالیں بنی ہاشم اکیلے اتنے قبیلوں سے قصاص نہ لے سکیں گے ابھی ان کے مشورے
 ہو رہے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آیہ پہنچا کر کفار کے مشوروں سے مطلع کر دیا۔ اِذْ
 يَمْكُرُكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ اَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرٌ مَّا لِكُم مِّنْ
 یعنی جب کافر فریب بنانے لگے کہ تم کو بچھائیں یا مار ڈالیں یا نکال دیں اور وہ بھی فریب کرتے تھے
 اور اللہ بھی غفیر تدبیر کرتا تھا۔ اللہ کا حال سب سے بہتر ہے حضور علیہ السلام پر مطلع ہوئے
 اور ہجرت کرنے پر مستعد ہو گئے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت کافران
 اختیار ہجرت میں اس آیت سے متاقلیٰ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ
 لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا کہ اے رب بھجا مجھ کو سپا بھجنا اور نکال مجھ کو اچھا نکالنا اور
 بنا دے مجھ کو اپنے پاس سے ایک حکومت کی مدد اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ
 رات ہماری خواب گاہ پر لیٹیں تاکہ مشرکین دعو کو کھا کر بلدی حال پر مطلع نہ ہوں اور اصل باعث
 امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کے چھوڑنے کا یہ تھا کہ کفار قریش کی امانتیں جو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کو با اعتقاد و دیانت و امانت سے سونپا کرتے تھے انہیں پھیر دیں اس کے بعد حضرت سید عالم صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر قصہ ہجرت سے ان کو خبردار کیا حضرت صدیق اکبر
 رضی اللہ عنہ نے کہہ دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابویک بھی غلامی کرتا چلے فرمایا ہاں! ان دنوں حضرت ابوبکر
 رضی اللہ عنہ کے پاس دو اونٹ تھے جنہیں آپ نے چار مہینے سے گھاس دانہ دیکر خوب موٹا کر رکھا تھا حضرت
 کے سامنے لاکھڑے کئے اسوجہ سے کہ ایک پر حضور سوار ہوں اور دوسرے پر ابوبکر مگر حضور نے باوجود صدیق اکبر رضی اللہ
 عنہ سے محال محبت اور مروت رکھنے کے بھی اس کی بیع فرمائی آٹھ سو درہم میں وہ ناقہ خریدی شاید
 ناقہ کے خریدنے کی وجہ یہ تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام راہ خدا میں کسی اور سے سوائے خدا کے
 مدد کے خواہاں نہ تھے چنانچہ خلاصہ وَلَا تَشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّہٖ اَحَدًا اس طرف نظر ہے۔ قول صحیح
 کی مطابق اس اونٹنی کا نام قصویٰ تھا اور ایک کے مطابق جدنا تھا اس کے بعد بنی وہیل کے ایک
 شخص کو جس کا نام عبداللہ بن الریقہ تھا جو سب لوگوں میں واقفیت راہ اور خطا اور اسرار میں مشہور

تھا باجرت مقرر کیے فرمایا کہ تین دن کے بعد دونوں اونٹوں کو جبل ثور پر حاضر کرے اور ابن ارقیطہ بھی دین کفار میں تھا۔ نووی کہتے ہیں کہ اس کے اسلام لانے کا حال معلوم نہیں ہوا۔ واللہ اعلم! پھر حضرت سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ دولت سرا پر آ کھڑے ہوئے اور وہ چاہتے تھے کہ وہ سب کے سب ثقافت ابدی میں بچیں جائیں حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار مبارک منہ مبارک پر ڈال کر برآمد ہوئے ابو جہل لعین نے ہنس کر کہا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو کہتے تھے کہ اگر تم لوگ میرے تابع ہو جاؤ تو عرب و عجم شاد ہو اور بہشت بریں تمہاری جگہ ہو اگر تم تابع نہ ہوئے تو میرے ہاتھ سے قتل کئے جاؤ گے اور آخرت میں ہاویر و وزخ کے حقدار ہوں گے سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں یہی کہتا ہوں اور یہی ہوگا اور تو بھی انہیں دوزخیوں میں سے ہو گا۔ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مسطحی بھر خاک ان پر پھینکی اور اول سورہ الہین سے قَصُّهُ لَا يَجْسُدُونَ اور آیت کرمیہ وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَلَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْكَافِرِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا یعنی جب تو قرآن پڑھتا ہے تو ہم تیرے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے پردہ ڈال دیتے ہیں۔ پڑھ کر ان کے سامنے سے ہوتے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے جا کر کھڑکی کی طرف سے برآمد ہو کر جبل ثور کی طرف روانہ ہوئے اسی اثنا میں ایک شخص نے جماعت کفرا سے پوچھا تم یہاں کیوں کھڑے ہو؟ اور کس کا انتظار کر رہے ہو۔ وہ بولے کہ ہم صبح کا انتظار کر رہے ہیں تاکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کر دیں۔ اس نے کہا واہ! ابھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے سامنے سے گذر گئے ہیں۔ ابو جہل اور سارے ملعون خاکِ ندامت اپنے سروں پر ڈال کر چلے گئے اللہ تعالیٰ کی حفاظت اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عصمت میں کام کرتی رہی۔ جب صبح کو انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا تو کہنے لگے تیسرا صاحب کہاں گیا؟ انہوں نے کہا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَالِ رَسُولِهِ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حال مبارک کو خوب جانتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ معظمہ سے ہجرت کا واقعہ بیعت عقبہ سے اڑھائی ماہ بعد یکم ربیع الاول بروز پنجشنبہ واقع ہوا۔ اور اصح یہ ہے کہ روز ووشنبہ تھا اور وجہ جمع بین الروایتین یہ ہو سکتی ہے کہ مکہ سے برآمد ہونا پنجشنبہ کو ہوا اور غار سے نکلنا ووشنبہ کو ہو

اس کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا۔ سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اہل بیت اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کسی کو خبر ہجرت نہ تھی۔ مواہب لدنیہ میں ہے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ہر روز حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے کھانا پہاڑ پہنے جاتیں اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کفار کی روزانہ خبریں پہنچاتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اشہر روایات سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قامت مکہ شریف میں تیرہ برس ہے ایک دوسری روایت میں پندرہ برس ہے اور ان معجزات کی تفصیل جو مکے سے برآمد ہونے کے وقت سے مدینہ منورہ کے پہنچنے تک ظاہر ہوئے مثلاً غار پر بکری کا تانا بانا کبوتروں کا اٹنا دینا کفار کا اس غار میں حضرت کو تلاش کرنا اور نہ پاسکنا اور سراقہ کے گھوڑے کا پاؤں زمین میں دھس جانا اہم معجزہ کے ہاں آپ کا تشریف لا کر وہی بکری کا جس کا دودھ خشک ہو گیا تھا دودھ دینا۔ قریش کا جبل البقیس کی طرف سے غیب کی آوازیں سننا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحت سلامت اور صفات کمال پر دلالت کرتی ہیں یہ تمام کتب احادیث سے تمہیں معلوم کرنا چاہئیں، کیونکہ میرا مقصد اس کتاب میں مدینہ کا احوال ذکر کرنا ہے اس لئے بعض روایات اور اکثر حکایات جو قصہ ہجرت میں منقول ہیں ساقط کرنے کا اتفاق ہو رہا ہے۔ ابوسلیمان خطابی نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بریدہ سلمیٰ شتر آدمیوں کے ساتھ بانثارہ کفار معاذ اللہ حضرت کی گرفتاری کو نکلے تھا اور اس سے سوا اونٹوں کا وعدہ تھا۔ آپ کے سامنے آیا۔ آپ نے فرمایا تو کون ہے؟ اور تیرا نام کیا ہے؟ وہ بولا میرا نام بریدہ ہے۔ آپ نے بطریق تقاضا اس نام کے ادے سے کہ بروقت سلام سلامت اور جمعیت کی خبر دیتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا تَدْبِرْدَا مَعَنَا وَصَلِّحَ یعنی ہمارا کام ٹھنڈا اور درست ہوا پھر فرمایا تو کس قبیلے سے ہے وہ بولے اولاد اسلم سے فرمایا اولاد اسہم سے پھر فرمایا تم نے اپنا سہم یعنی اپنا حصہ اسلام سے پایا۔ اس کے بعد بریدہ نے پوچھا کہ آپ کون ہیں فرمایا میں محمد ہوں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ابن عبد اللہ رسول اللہ بریدہ نام مبارک سنتے ہی ایمان لایا اور کہا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ اور شتر آدمی بھی اس کے ساتھ تھے ایمان سے مشرف ہوئے پھر بریدہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں داخل ہونے کے وقت آپ کے سامنے

ایک جھنڈا چاہیے۔ اپنا عام سر سے اٹھا کر نیزہ پر باندھ کر حضرت کے آگے چلے اور پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کس نیک آدمی کے گھر کو سرفرازی بخشیں گے فرمایا یہ میری اولاد میں سے ہے جہاں بیٹھ جائے گی وہیں اُترے گا۔

رشتہ در گردنم افکند دوست مے برد ہر جا کہ خاطر خواہ دوست

بخوردہ محبت در کوئے تو متقافان شیدا را

خیم زلفت بقتلاب محبت مے کشد مارا
حضور علیہ السلام کے بعض اصحاب تجارت کی غرض سے شام کو گئے ہوئے تھے وہ بھی آپ کو اس مقام پہلے انہوں نے سفید کپڑے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بطور ہدیہ پیش کئے اور انصار بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے انتظار میں تھے اور ہر صبح کو بلند مقامات مدینہ منورہ پر چڑھ کر طلوع آفتاب جمال محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انتظار میں تھے پھر جب آفتاب گرم ہو جاتا تو اپنے اپنے گھر و کھوٹ واپس چل جاتے ایک روز ایک یہودی اسی مقام پر کھڑا تھا اس کی نظر قدوم محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑی اس نے پہچان کر گروہ انصار سے جو اس کے نزدیک تھے پکار کر کہا کہ وہ تمہارا مقصود اور مقصد آگیا۔ غزل

ایک آن سر و خراں میرسد	ایک آن گلبرگ حندان میرسد
شاد باش اے خستہ ہجران بلا!	کز پے درد تو در ماں میرسد
شوق کن اے بلبل گلزار عشق!	کاں لگے تو از گلستان میرسد
درد دل افروہ روحی مے و مد	مردہ تن را مژدہ جہاں میرسد
تازہ با شلے تشنہ وادی غم	کز برایت آب حیواں میرسد
دور شوائے ظلمت شام فراق	کا قباب وصل جاناں میرسد

یہ خبر سن کر سب مسلمان ہتھیار باندھ کر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال اور تعظیم کو باہر نکلے پہلے آن سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حوالی مسجد قبا منانل اولاد عمرو بن عوف میں دو شبہ کے روز بارہویں تاریخ ربیع الاول کو پہلے سنہ میں نزول فرمایا

دو شنبہ کے فضائل میں ایک فضیلت یہ ہے کہ ولادت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وابتداء بخت و ہجرت و مدینہ مبارک میں تشریف آوری و قبض روح پاک صاحب بولاک بھی روز دو شنبہ تھا کذا فی شرف المصطفیٰ لابن جوزی۔ بعض اہل تاریخ، تاریخ لکھنے کی ابتداء بھی بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی روز بیان کرتے ہیں لیکن مشہور یہ ہے کہ تاریخ لکھنے کا قاعدہ زمان عدالت نشاء حضرت عمر بن الخطاب سے محرم کے مہینے سے بمشورہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہوا ایک روایت میں ہے کہ تین روز دوسری میں ہے کہ چار روز تیسری روایت کے مطابق اس سے زیادہ روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیام فرما کر مسجد قبا کی بنیاد مستحکم فرمائی آپ مدت اقامت میں اسی جگہ ٹائپر بٹھاتے رہے اور ان ہی ایام میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ مکہ معظمہ میں اماتیں پھیرنے کے بعد حضور سے ملاقات کی۔ صبح شہر میں ہے کہ تشریف لانے کے دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کی ملاقات میں مشغول رہے اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالکل خاموش تھے جب آفتاب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کے سامنے آیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی چادر مبارک لے کر سامنے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سایہ کو کے کھڑے ہو گئے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس دن بعض آدمیوں کو لبیب اثر دھام اشتباہ ہوتا تھا کہ پیغمبر خدا انبیاء ابو بکر ہیں اور قرینہ یہ تھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں سے باتیں کرتے تھے۔ دوسرا سبب اشتباہ یہ تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پوشاک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوشاک جیسی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رفع اشتباہ کی خاطر اپنی چادر لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سایہ کر کے کھڑے ہو گئے۔

سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مقام پر مدت مذکورہ کے قیام کے بعد روز جمعہ بعد فصل ارتفاع آفتاب اندرون مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے۔ گو وہ انصار پیادہ و سوار تیار باندھ کر آپ کے ہمراہ چلے بنی عمرو بن عوف جو منازل قبا کے باشندے تھے۔ گھر اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کی ہم سے شاید خدمت تشریف نہ کوتاہی ہوئی ہے جس کی خاطر آپ دوسری جگہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے قرینہ اکالۃ القری یعنی مدینہ میں رہنے کا حکم ہوا ہے۔ جب آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرق قبا سے

طلوع فرمایا تو ہر انصار نے یہی خواہش کی کہ سلطان کون و مکان حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر کو مشرف فرمائیں گے اور ہر شخص قدم قدم پر اپنے دروازے پر حاضر ہو کر عرض کرتا کہ شرف مہمانی اسے حاصل ہو۔ ہم آپ کی بڑی خدمت کریں گے۔ آپ نے یہی فرمایا یہ میری ناقہ مامور ہے جس جگہ یہ بیٹھ جائے گی وہی میری قرار گاہ ہے یہاں تک کہ بطن وادی جو قبا کے قریب ہے قبیلہ بنی سالم کے نزدیک جب آپ پہنچے تو نماز جمعہ کا وقت ہو گیا۔ آپ نے وہی نماز جمعہ قائم کی اور ایک بلخ خطبہ فرمایا جس میں آپ نے لوگوں کے دلوں کو ترغیب و ترہیب کے نور سے بھر دیا۔ آج تک یہی جگہ مسجد جمعہ کے نماز کے مشہور ہے اس پر کہ بعد آپ سوار ہو کر متوجہ طیبہ طیبہ ہوئے پھر انصار کے ہر گروہ والے ناقہ کی مہارت تمام تمام کہ تشریف آوری کا عرض کرنا آپ ہر ایک کے حنی میں دعائے خیر فرماتے ہوئے چلے جا رہے تھے اور منظر تھا کہ ناقہ کہاں بیٹھنے آخر تمام منبر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ناقہ بیٹھ گئی اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی وہی حالت پیش آئی جو وحی کے وقت پیش آتی تھی۔ ناقہ شریف اٹھ کر کھڑی ہوئی اور چند قدم کے بعد پھر اسی جگہ بیٹھ گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ ناقہ شریف ابوالیوبہ انصاری رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر بیٹھی۔ ابوالیوبہ انصاری رضی اللہ عنہ اسباب ناقہ سے اٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جا رہے تھے کہ حضور طیبہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اَلْمَرْءُ مَعَ رَجُلٍ اِیْنِیْ اَدْمِیْ اَیْنِیْ اَسْبَابُ کَے ساتھ ہوتا ہے پھر آپ نے ان کو گھر کو رونق بخشی ذَا لَکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُکْتَبُ مَنُ یُکْتَبُ بِہِ اللّٰہُ تَعَالٰی کا فضل ہے جسے چاہے دے۔ بیت مبارک منزلیں کہاں نہاں رہا ہے چینیں باشد

ہمایوں کشورے کاں عرصہ راشا ہے چینیں باشد

سم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابوالیوبہ انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان وہی مکان ہے جیسے تبع نے یہود کے علماء سے حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری پر مدینہ کی خبر سن کر کہ آپ کے لئے یہ مکان بنوایا تھا اور ابن جوزی شریف المصطفیٰ میں نقل کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناقہ مبارک ابوالیوبہ انصاری رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھی تو کچھ بنی نجار کا لڑکیاں وقفہ بپاتی اور گاتی نکلیں۔

تَحْنُ جَوَارِءٌ مِّنْ بَنِي النَّجَّاهِ يَا حَبْدًا مُحَمَّدًا مِنْ جَاهِ

ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں یہ کیا خوبی کی بات ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہمارے ہوں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے قیدیہ انصار کیا تم مجھے دوست رکھتے ہو انہوں نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں بھی تمہیں دوست رکھتا ہوں۔ زرتیں جو علماء حدیث میں اکابرین سے ہیں فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ تشریف لائے تو انصار کی پردہ دار عورتیں کوچہ و بازار میں نکل کر یہ کہتی تھیں۔

طَلَّمَ اللَّهُ عَلَيْنَا مِثْلَ ثِيَابِ الْوَدَاعِ وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَانَا

یعنی ثنیاۃ الوداع سے ہم پر اللہ نے اپنا محبوب ظاہر فرمایا ہم پر اللہ نے شکر واجب فرمادیا جس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا غرضیکہ غلام و آزاد چھوٹا و بڑا۔ مرو یا عورت سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری سے خوش تھے اور یہ کہتے تھے

جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ وَجَاءَ نَبِيُّ اللَّهِ

یعنی رسول اللہ و نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما چکے ہیں حبشی لوگ اپنی عادت کے مطابق نیزہ بازی اور فرحت و سرور کا اظہار کرتے تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جس دن حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف فرما ہوئے تھے میں نو سالہ لڑکا تھا آپ کے نور سے مدینہ کی درو دیوار اس طرح روشن ہو گئی تھیں جس طرح طلوع آفتاب سے اور جس دن حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحلت فرمائی تھی مدینہ کی درو دیوار اس طرح تاریک تھیں جس طرح غروب آفتاب سے ظلمت ہو جاتی ہے۔ محمد بن اسحاق بروایت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے گھر کو مشرف فرمایا تو ہم گھروں کے اوپر کی منزل میں تھے اور آپ نچلے حصہ میں رونق افروز ہوئے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں مجھے بالا خانہ میں جتنے کی کافی تکلیف ہے کہ سرور انبیاء مکان کے نچلے حصہ میں رہیں اور ہم لوگ اوپر کے حصہ میں چڑھ کر بیٹھیں یہ کمال ہے ابوبی اور گستاخی ہے۔ یا رسول اللہ آپ بالا خانہ میں رہائش اختیار فرمائیں

اور ہم لوگ نیچے کے مکان میں رہیں۔ فرمایا کہ نیچے کے مکان میں رہنا ہم کو زیادہ موزون ہے کیونکہ لوگ ہمارے ساتھ ہیں اور کئی قسم کے لوگ کثرت سے ملاقات کو آتے ہیں۔ اس لئے تم اور تمہارے اہل کا اوپر رہنا زیادہ مناسب ہے۔ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن پانی کا کوزہ جس منزل پر ہم رہتے تھے ہم سے ٹوٹ گیا جس کے پانی کو جذب کرنے کے لئے ہم نے اپنے اوڑھنے کے لحاف ڈال کر فوراً خشک کر لیا تاکہ ملازمان سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس پانی سے تکلیف نہ پہنچے حالانکہ ہمارے پاس اور لحاف اوڑھنے کے لئے نہیں تھے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس امر کی بابت نہایت ہی عاجزی سے التماس کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکان کی بالائی منزل پر تشریف فرما ہوں۔ وہ ان کے اہل و عیال بچے حصہ مکان میں رہیں اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی ہے کہ جن ایام میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے گھر میں رونق افروز تھے۔ سعد بن عبادہ و سعد بن معاذ اور کئی اور انصاری رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کے ملازمان خادمان کے لئے طعام پکوا کر بھجوا دیتے تھے ایک دن انہوں نے نہایت ہی پریشانی سے تیار کئے اور طعام میں کچھ لہسن و پیاز ڈالا۔ حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تناول نہ فرمایا اور مکروہ رکھا لیکن اپنے اصحاب سے اشارہ فرمایا کہ تم لوگ اس کھانے میں تمہاری مثل نہیں ہوں میرا ایک صاحب ہے جسے اس طعام کی خوشبو سے ایذا ہوتی ہے میں اپنے صاحب کو ایذا دینا نہیں چاہتا اور ان ہی سے روایت ہے کہ ایک دن میں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے طعام تیار کیا اور اس میں لہسن ڈالا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توبہ نہ فرمائی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیا لہسن کھانا حرام ہے آپ نے فرمایا حرام نہیں مگر میں مناجات کرتا ہوں اور اپنے صاحب سے سرگوشیاں کرتا ہوں۔ اس لئے اس کے کھانے کو مکروہ جانتا ہوں تم کھاؤ ہرج نہیں ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شری دفعہ میں نے نہ کھایا اور مکروہ سمجھا اس لئے کہ جس چیز کو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکروہ رکھیں ہم کیوں کھائیں۔ صحیح روایت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر سات مہینے تشریف رکھی اور دوسری روایتوں میں اس سے زیادہ اور کم بھی آیا ہے غرضیکہ جب سلطان دارین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ منورہ کے قیام کا تسکین کلی ہو گیا

تو آپ نے البورافع اور زید بن حارث کو پانسو درہم اور دو اونٹ دے کر مکہ معظمہ کو بھیجا کہ وہ جناب
 سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا حضرت ائمہ کلثوم اور ائمہ المؤمنین سیدہ رضی اللہ عنہما اور حضرت ائمہ
 زوجہ حضرت زید رضی اللہ عنہما اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو لے آئیں اور ان کے ہمراہ عبداللہ بن
 ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی جوتے تاکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کی والدہ ماجدہ ائمہ رومان
 اور اسماء بنت ابی بکر صدیق اور عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم عیال حضرت صدیق اکبر
 رضی اللہ عنہ کو لے آویں یہ اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم جب حسب الحکم عالی ان حضرات علیہم الرضوان
 کو لے آئے تو حضرت سید الرسل ہادی سبل سلطان کون و مکان شفیع عاصیل صلوات اللہ علیہ
 فراغ بال کے ساتھ دعوت دین اور ابلاغ رسالت رب العالمین میں مشغول ہوئے و مَا تَنْصُرُ
 إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ یعنی اللہ کے سوا کوئی اور مددگار نہیں۔ مصرعہ
 کجا حد است حسنت را بنور آغامی بینم

بیت

باش تاپیش جمال تو بہار گرسٹ یک گل از صد شکفت ست گلستان ترا
 جب یہ نعمت انصار باوقار کو حاصل ہوئی اور گراہی اور کجروی ان کو نصیب ہوئی تو گمراہی اور
 کجروی بدایت اور رشد سے مبدل ہو گئی تو یہودیہ یہود نے از روئے عداوت انصار
 حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی حسد پیدا کیا اور طرح طرح کی جانتیں اور مفاسد کرنے لگے
 بعض نے عداوت ظاہری شروع کر دی جتنا ان سے ہو سکا اپنی ہلاکت میں کوئی کمی نہ چھوڑی چنانچہ
 جیسی ابن خطب اور اس کا بھائی یاسر بن خطب کہ سب یہودیوں سے عداوت میں بڑھ گئے اور
 کمال حسد میں گرفتار ہوئے حضرت صفیہ بنت جتی رضی اللہ عنہا مکہ آخر کو فتح خبیہ میں یہودیوں سے
 مخالفت کر کے اسلام لائی تھیں روایت کرتی ہیں کہ میں اپنے باپ اور چچا کے نزدیک محبوب ترین
 اولاد تھی جس دن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو وہ دونوں آپ کو دیکھنے آئے
 اول جمع سے غروب تک آپ ہی کی خدمت میں رہے بعد ازاں جب رات کو بچھرتے تو اس
 قدر تھکے تھے کہ آتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑتے ہیں حسب عادت ان کے پاس گئی ان
 کو اتانم تھا کہ کسی کو فرصت اور طاقت تو جہ نہ تھی کہ مجھ سے ہم کلام ہوتے اس اتنا

میں میرے چچا نے ابا سے کہا اَحُوْهُوْ یعنی کیا یہ وہی نبی آخر الزمان نبی ہیں جن کی نعت تورات میں پڑھی ہے باپ نے کہا نَعَمْ وَاللّٰہِ یعنی ہاں اللہ کی قسم یہ وہی ہیں اس نے کہا تم اپنے نفس میں ان کی نسبت محبت یا دشمنی رکھتے ہو اس نے کہا اَلْعَدَاوَةُ وَاللّٰہِ یعنی خدا کی قسم دشمنی۔ جب تک میں زندہ ہوں ان کی عداوت میں کوشش کرتا رہوں گا پس وہ دونوں شقی ازلی علتِ خدا اور عداوتِ سرورِ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گرفتار ہو کر وبال و نکل ابدی سے کر مرے۔ كَذَبُواْ اللّٰہَ ثُمَّ بَعْضُ یُہود نے حیلہ و نفاق کو اپنی زندگی فانی اور مال جمع کرنے کا وسیلہ ٹھہرایا ان کے ساتھ ایک جماعت اَوْسِ خنزرج بھی متفق ہو کر درکاتِ بہنم میں پہنچے اور بعض احبار اور علمائے یہود کو حق تعالیٰ نے ازل سے سعادت ان کے نام کبھی تھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے ہی اسلام لائے اور یقین لائے کہ جس کی تعریف ہم نے تورات میں پڑھی تھی یہی شخص ہے چنانچہ عبد اللہ بن سلام اسی روز کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ کے گھر میں تشریف لائے اور ملازمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔

ملنے بود کہ مشاقِ تقایت بودم لاجرم روئے ترا دیدم و از سبار فتم
ولیکن حضرت صلوات اللہ علیہ سے انہوں نے عرض کیا کہ یہودیوں کو میرے اسلام کی خبر پانے سے پہلے بلا کر میرے حال کی بابت پوچھیں اور ان کی خباثت اور کذب کا امتحان فرمائیے دیکھیے وہ میرے حق میں کیا کہتے ہیں اور کس قدر اعتقاد رکھتے ہیں حضور علیہ السلام نے کچھ یہودیوں کو بلا کر فرمایا۔ اے گروہ یہود نہایت ہی افسوس کا مقام ہے کہ تم مجھ پر ایمان کیوں نہیں لاتے حالانکہ تم مجھے خوب پہچانتے ہو اور یقین جانتے ہو کہ میں خدا کا رسول ہوں اور حق سے آیا ہوں انہوں نے کہا ہم آپ کو نہیں پہچانتے اور اپنی کتاب میں آپ کا کوئی ذکر نہیں پاتے فرمایا عبد اللہ بن سلام کے حق میں کیا کہتے ہو وہ تمہاری قوم میں کس مرتبہ کا آدمی ہے انہوں نے کہا اَحُوْهُوْ سَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا یعنی وہ ہمارا سرور اور ہمارے سرور کا بیٹا ہے۔ رَاَعَلْنَا وَابْنُ اَعْلَمِنَا وہ بڑا عالم ہے اور بڑے عالم کا بیٹا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر وہ ایمان لے آئے اور میری صداقت کی شہادت دے تو تم قبول کر لو گے یا نہ۔ انہوں نے کہا حَاشَا وَكَلَّا کہ وہ ایمان لائے اور آپ کے صدق کی شہادت دے آپ نے تین بار اس کلمہ کا تکرار فرمایا۔ انہوں نے بھی اسی طریقہ سے جواب دیا

آپ نے فرمایا کہ عبداللہ بن سلام کو کہو کہ باہر آئے۔ وہ باہر آیا اور اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا اے قوم جانتے ہو کہ یہ سچا رسول ہے حقیقت میں خدا کا بھیجا ہوا ہے۔ تم کیوں منکر ہو اور اپنے آپ کو شقاوت میں ڈالتے ہو۔ یہودیوں نے کہا تو جھوٹا ہے۔ ہم کہاں جانتے ہیں کہ یہ خدا کا رسول ہے اس کے بعد عبداللہ بن سلام کے حق میں یہ کہتے تھے هُوَ شَرُّ نَا وَا بَنُ شَرِّ نَا وَ اَجْهَلُنَا وَا بَنُ اَجْهَلِنَا یعنی وہ بدترین انسان ہے اور بدترین انسان کا بیٹا ہے۔ وہ جاہل ترین انسان کا بیٹا ہے۔ یہود کے منکر و خبا کی تفصیل کتب سیر اور تفاسیر سے معلوم ہو سکتی ہے فَوَاللّٰہِ مَا اخَذْلٰہُمْ وَا مَا اشْقٰ لَہُمْ لَیْنِی پس خدا کی قسم وہ کس قدر بُرے اور کتنے ہی شقی تھے۔ حالانکہ وہ حقیقت یہود سے زیادہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے متعلق اس وقت جانے والا اور کوئی نہ تھا کیونکہ وہ لوگ آسمانی کتابوں میں آپ کا حال پڑھ چکے تھے اور آپ کے نبی ہونے اور تشریف لانے کے منتظر تھے ہر ایک یہودی ایک دوسرے کو بشارت دیتا اور آپ کی خدمت سے سعادت حاصل کرنے کی وصیت کیا کرتا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں یَخْبِرُ فُؤَادَہٗ کَمَا یَخْبِرُ فُؤَادَ اٰبْنَاءِہُمْ یعنی یہی یہود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اتنا اچھی طرح جانتے ہیں جس طرح وہ لوگ اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں باسم ابتداء ان کے لئے ہے پھر ان علم پیران کے حق میں درجہ علم شہودی کے حقدار ہیں۔ اس طرح یہود معرفت احوال اوصاف سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واقف تھے۔ اتنے علم کے باوجود بھی وہ لوگ تنہا تو نکال ابدی میں گرفتار ہو گئے۔ لَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ عَلٰہِ لَا یَنْفَعُ یعنی ہم ایسے علم کی بابت بھی خدا سے پناہ مانگتے ہیں جو فائدہ نہ دے۔ وَ قَلْبِ لَا یَخْشَعُ اور اس دل سے ہی کنارہ چاہتے ہیں جو خدا سے نہ ڈرے

علمی کہ رہ حق نماید جہالت ست

علمائے سیر و تواریخ نے متفقہ طور پر تحریر کیا ہے کہ مدت اقامت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ مبارکہ میں دس برس ہے اس عرصہ میں جتنے سوانح وقائع مثلاً غزوات، سرایات، فتوحات، فیوضات اور شرائع احکام اور عالم بھر کو نور ہدایت بخشنے اور اسرار حکمت سے منورہ فرمانے کے حالات سب کچھ سیر کی کتابوں میں مسطور ہیں چونکہ ہمیں صرف ذکر احوال مدینہ طیبہ لازمی ہے اس لئے ان وقائع کو شرح اور ضبط سے کسی ایک علیحدہ کتاب میں بیان کریں گے مگر اس کتاب

میں ذکر نہیں کرتے واللہ الموافق۔ لیکن اس کے باوجود کچھ ان وقائع و حوادث کو اجمالاً بیان کر دیا جائے جو مہاجرین ہجرت میں پیش آئے تھے تو بمصادق مَالَا يَذَرُكَ كَلْمَةً لَا يُتْرَكُ كَلْمَةً مناسب ہے پھر چونکہ مقصود اختصار و اجمال ہے اس لئے بیان روایات اور اختلافات کو جو تعین تاریخ وغیرہ میں واقع ہوئے ہیں ترک کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

جاننا چاہیے! کہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کے سن اقل میں مسجد قبا کی بنیاد کے بعد مسجد شریفہ کے عمارت مدینہ مطہرہ میں اور عہد مواعظت مابین مہاجرین و انصار کے حکم پر درگاہ تعالیٰ قتال کفار پر آمادہ ہوئے کہ عالم کو شرف و فساد کفر و جہالت سے پاک کر دالیں اور جہان کو نور عالم اور ایمان سے منورہ کریں پس گیارہ ماہ بعد دوئم ماہ صفر کو واسطے غزوہ ابوا جو مدینہ کے قریب ایک مقام ہے کی طرف ساتھ آدمی طلب کفار قریش کے لئے بھیجے اور ابوا کے قریب دو ان کے مقام پر ان لوگوں سے ملے لیکن بغیر قتال مدینہ مطہرہ کو واپس لوٹ آئے اور اسی سال حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو سفید جھنڈا دے کر قیس سوار مہاجرین کے ساتھ سیف الہجرۃ کی طرف ابو جہل لعین کے قافلہ پر جو تین سو سواروں کے ساتھ ادھر سے گذر رہا تھا بھیجا پس عرب کے ایک گروہ نے درمیان پر کہ صلح کرادی اور عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب کو ساتھ لیا اسی مہاجرین ساتھ کر کے ایک لواء ان کو دے کر ایک عظیم جماعت پر جس کا سردار اہلسفیان تھا بھیجا بعض کہتے ہیں اس لشکر کا سردار عکرمہ بن ابی جہل تھا۔ بعض کہتے ہیں اسلام میں اول یہی لوار تھا جو دست کیا گیا تھا۔ یہاں بھی ظاہر واقع نہ ہو سکی سوائے صرف اس بات کے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کفار کی طرف تیر بھینکا اور یہ پہلا تیر تھا جو راہ خدا میں بھینکا گیا تھا۔ سعد بن ابی وقاص کے جملہ مناقب میں سے یہ بھی ہے۔ اسی سال حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اسی سال سلمان فارسی رضی اللہ عنہ داخل اسلام ہوئے۔ ان کی عمر مطابق ایک روایت ساڑھے تین سو برس اور دوسرے قول سے اڑھائی سو برس کی تھی اور اتنی مدت تک دین حق کی طلب اور شوق ملازمت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پھرتے رہے وہ پہلے مجوس فارس سے تھے اور پھر دین نصاریٰ میں آئے پھر ایک عالم نصرانی کی وصیت سے دین محمدی حاصل کرنے کے شوق میں مدینہ منورہ پہنچے اور اتنی عمر میں دس جگہ سے زیادہ نیچے گئے اور غلام بنائے گئے اور آخر جب

ظہور نور نبوت ہوا مشرف بشر اسلام ہوئے رضی اللہ عنہ۔ اسی سال ایک بھیڑیے نے مدینہ کے
 باہر پائیں کیں اور سید المرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت مبارکہ کی شہادت و خبر دی اور اسی سال
 حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا اور دوسری صاحبزادیاں رضی اللہ عنہن اور حضرت سودابت زمعه اور
 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کو مع عیال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ
 طلب فرمایا گیا اور اسی سال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بعد سات سال ہجرت سے زفاف
 فرمایا۔ ایک روایت میں زفاف عائشہ رضی اللہ عنہا ہجرت کے دوسرے سال ہے لیکن پہلا قول صحیح
 تر اور معتبر تر ہے۔ اسی سال بعد از ہجرت ایک ماہ حضر میں نماز چہار گانی فرض ہوئی حضرت سے
 پہلے صرف دو رکعت تھی جس طرح اب سفر میں پڑھی جاتی ہے۔ اسی سال طریقہ اذان شروع ہوا
 اور عاشورہ کے روزہ کا حکم فرمایا۔ بعد فرضیت روزہ رمضان شریف روزہ عاشورہ کا اہتمام اور منان
 رہا۔ فقط اس کا استحباب اب تک باقی ہے اور آپ نے آخر عمر شریف میں فرمایا کہ اگر سال آئندہ
 تک میں زندہ رہا تو نادین تاریخ محرم کا بھی روزہ رکھوں گا۔

دوم سال ہجرت ماہ ربیع الاول میں غزوہ بواط کی خاطر اسی صحابہ ساتھ لے کر قافلہ قریش
 سے کہ اسیر بن خلف ان میں تھا مقابل ہوئے لیکن قتال کی نوبت نہ آئی اور اسی طرح مدینہ منورہ کو
 رجوع فرمایا اور جمادی الاول میں غزوہ عیشہ کے لئے چڑھائی فرمائی اور اولاد مدلیہ و اولاد ضمیہ میں
 مصالحت فرما کر بغیر وقوع قتال رجوع فرمایا اس کے بعد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو آٹھ سو
 مہاجرین کے ساتھ بھیجا وہ بھی بغیر لڑائی کے واپس ہوئے۔ اس کے بعد کرینہ جابہ فہری موافقی
 مدینہ لوٹ لے گیا حضرت نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا تعاقب بدترک کیا لیکن وہ
 ایسا بھاگا کہ ہاتھ نہ لگا۔ اس غزوہ کو بدر اُولی کہتے ہیں اسی اخیر جمادی الآخر میں عبداللہ حبش اسدی
 کو جو آپ کی پٹو بھی کے بیٹے تھے آٹھ سو ایک قول کے مطابق بارہ سو کے ساتھ قریش کا قافلہ
 مارنے کو بھیجا انہوں نے قافلہ قریش کے ساتھ جو تجارت شام سے واپس آ رہا تھا مکہ معظمہ میں ملا
 اول رجب میں اس گمان سے کہ سلخ جمادی آخری قتال کیا اور مال لوٹا یہ لوٹ غنائم اسلام میں پہلی
 غنیمت تصور ہوتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس لڑائی کے غنیمت کے مال کو اس وجہ قبول
 نہیں فرماتے تھے کہ رجب اشہر الحرام میں کی گئی ہے اور یہ خلاف مرضی مبارک ہوئی۔ اس وقت

تنبک قبول نہ فرمایا جبکہ آیت دیکھئے لَوْ لَمْ يَكُنِ الْفَتْحُ الْحَكَامِ الْخِ نازل ہوئی پھر حضرت سلطان الانبیاء
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم الہی جل شانہ سے غنیمت کو قبض فرما کر بانٹ دیا اور اس سریر میں عبد اللہ
بن جحش رضی اللہ عنہ کو امیر المؤمنین رکھتے تھے۔

کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین کا لقب سب سے پہلے امیر المؤمنین حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ
نے حاصل کیا تھا۔

علماء نے تصریح کی ہے کہ خلفائے اربعہ سے سب سے پہلے اس لقب کو حضرت فاروق اعظم
رضی اللہ عنہ نے حاصل کیا تھا اور ان کے لئے استعمال کیا گیا تھا۔ اسی سال مہینہ صفر ایک روایت
کے مطابق ماہ رجب میں حضرت فاطمہ الزہراء کو حضرت علی المرتضیٰ صلوٰۃ اللہ وسلام اللہ علیہما سے بیاہ
گیا۔ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی عمر شریف اس وقت سترہ سال ایک روایت ہے کہ اٹھارہ
سال تھی اور سن شریف حضرت مرتضیٰ الکیس وینچ ماہ تھی اور اسی سال قبلہ بیت المقدس سے بجانب
کعبہ تحویل و تبدیل ہوا اور ہجرت سے سترہ ماہ بعد اور دس سال ماہ شعبان فریقہ رمضان و صدقہ فطر
مقرر و فرض ہوا اور مصلیٰ مدینہ منورہ میں نماز عید ادا کی گئی اور ہجرت سے بیس ماہ بعد عبد اللہ بن ابی
سید اسوے یہ پہلے مولود تھے جو بعد از ہجرت عالم وجود میں تشریف فرما ہوئے اور اسی سال غزوہ بدر
کبریٰ جو مشہور ہے سترہ رمضان المبارک کو واقع ہوا جو کفر کی لپستی اور اسلام کی بلندی کا باعث ہوا
جس میں ابو جہل اور قریش کے سر رئیس مارے گئے اور ستر آدمی ان میں سے قید کر لئے گئے عباس
بن عبد المطلب و عقیل بن ابی طالب بھی ان میں سے تھے اور ابولعب بھاگ کر مکہ معظمہ میں پہنچ کر رض
عطش میں گرفتار ہو کر سات دن کے بعد مر گیا اور لشکر اسلام میں آٹھ انصار اور پانچ مہاجر و حبشہ شہادت
کو پہنچے مسلمان اس غزوہ میں تین سو تیرہ تھے جن میں سے ستر مہاجرین اور دو سو چھتیس انصار
ستر اونٹ و گھوڑے آٹھ تلواریں چھ زبریں تھیں اور مشرکیں ساڑھے نو سو تھے جن کے سو گھوڑے
اور ذوالفقار اسی غزوہ میں مسلمان کے ہاتھ لگی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ اپنے
ساتھ مخصوص کی تھی۔ اسی روز روم نے فارس پر فتح پائی تھی جو مسلمانوں کے لئے موجب زیادتی خوشی
کا ہوا اور اس ہی ایام میں حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
کی زوجہ تھیں مدینہ منورہ میں وفات پائی حضرت اسامہ بن زید و عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما ان

کے دفن میں مشغول تھے کہ اس فتح عظیم کی بشارت پہنچی پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ طیبہ میں صرف سات دن قیام فرما کر غزوہ بنی سلیم کے لئے تشریف لے گئے اور مقام کرب تک پہنچ کر تین دن کی رہائش کے بعد بے وقور عمار بن قیس نے مقابلہ واپس مدینہ منورہ ہوئے۔ اسی سال عمار بن قیس مروان جو یغیر علیہ السلام کو ایذا دینا کتنی تھی قتل کی گئی اور اسی سال روزِ شنبہ نصف شوال غزوہ بنی قریظہ جو یہود کے ایک قبیلہ کا نام ہے واقع ہوا۔ پندرہ روز تک ان کو محاصرہ میں رکھا گیا آخر کو عبداللہ بن ابی منافق کی سفارش سے ان کے قتل سے باز رہے لیکن جلاوطن کر دینے کا اتفاق ہوا اور اسی سال ناز عید الضحیٰ پڑھی گئی۔ اسی سال امیہ بن الصلت شاعر جو زمانہ جاہلیت مشہور تھا مر گیا۔ یہ مقدمہ کتب کا مطالعہ کیا کرتا تھا دین نصاریٰ میں داخل ہوا۔ بتوں کی عبادت سے منحرف ہو گیا۔ اس نے علمائے اہل کتاب سے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت خبر تشریف آوری سنی تھی اور اس نور کے ظہور کا منتظر تھا مگر ساتھ ہی اپنی ذات میں فضائل دیکھ کر ہوائے نبوت و رسالت کا خیال سر میں رکھتا تھا اور جب خبر ظہور نور نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنی علتِ حد و حقد میں گرفتار ہو کر غلابِ آخرت کا حقداریا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے اشعار سن کر فرمایا کرتے تھے کہ اَمِنْ لِّسَانِهِ وَكَفَرَ قَلْبُهُ یعنی اس کی زبان ایمان لائی اور اس کا دل کافر ہو گیا۔ ایک روایت میں ہے اَمِنْ شِعْرِهِ وَكَفَرَ قَلْبُهُ یعنی اس کے شعر ایمان لائے اور اس کا دل کفر میں رہا۔

وَاللّٰهُ الْهَادِي وَهُوَ الْمُفْلِكُ وَتَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الضَّلٰلِ

اور تین ہجری میں تبایخ ہمدانی الحجۃ کو غزوہ سویق واقع ہوا کہ البرسفیان نے غزوہ بدر کے بعد قسم کھائی اور اپنے اوپر تیل و غسل جنابت حرام کیا تا کہ وہ جب تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کشتہ گانہ بدر کا رملہ نہ لے گا اپنی جگہ پر نہیں بیٹھے گا۔ پچیس دوسو سواروں سے مدینہ پر چڑھائی کر دی اور مدینہ سے تین میل کے قریب ایک انصاری کو شہید کر ڈالا اور اس کے ارد گرد کے خوروں سے گھروں کو لوٹ کر بھاگ نکلا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسو سواروں سے اس کا تعاقب کیا۔ اس کی جماعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوف سے ستوؤں کے تھیلے جو اپنے زار و راہ کے لئے ساتھ لائے تھے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اسی لئے اس غزوہ کا نام غزوہ سویق ہے۔ پانچ روز بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ منورہ کو واپس ہوئے اور یقیناً ایامِ ذوالحجۃ قیام فرما کر اس کے بعد

غزوہ نجد کے لئے تیاری فرمائی اور ماہ صفر تک وہیں تشریف رکھی اور بغیر مقابلہ و محاربہ واپسی فرمائی اور ربیع الاول کے اکثر ایام مدینہ منورہ میں تشریف رکھتی۔ اس کے بعد قریش کی طلب سے بجانب بحران توجہ فرمائی۔ ربیع الآخر اور جمادی الاول تک وہیں قیام فرمایا اس جگہ سے بھی بغیر وقوع کسی واقعہ کے مدینہ طیبہ کو واپس ہوئے پھر شوال میں زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو ذی قعدہ پر بھیجا وہ فائدہ قریش کو جس میں ابوسفیان بھی تھا ناست کر کے بہت سی چاندی لوٹ لائے اور اسی سال محرم میں مکہ نے چار دوسرے آدمیوں کے ہمراہ ہو کر کعب بن الاشرف یہودی جو اکثر مسلمانوں کی ہجو کیا کرتا تھا اور کشتگان بدر پہ رورور کر مشرکان مکہ کو مسلمانوں کے خلاف اکسایا کرتا تھا قتل کر کے واصل جہنم کیا اور اسی سال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اہم کلمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کیا اور شعبان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بی بی حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جو پہلے حبیش بن خذیفہ بدری کے نکاح میں تھیں وہ مدینہ میں انتقال کر گئے تھے اور رمضان میں حضرت زینب بنت حزمہ جو مساکین کو کثرت سے طعام کھلاتی تھیں۔ اہم المساکین کا خطاب عطا فرمایا اور اپنے نکاح میں لائے جو بعد نکاح اٹھارہ اور ایک قول کے مطابق تین ماہ بعد وفات پا گئیں۔ اسی سال امام المؤمنین حسن بن علی بن ابی طالب سلام اللہ علیہما نصف رمضان المبارک میں پیدا ہوئے اور ولادت امام شہید حسین بن علی سلام اللہ علیہما کی چوتھے سن میں چوتھی یا پانچویں شعبان کو ہوئی۔ اسی سال میں چوتھی شوال کو غزوہ احد واقع ہوا جس میں زندان مبارک شہید اور لب تشریف فرما ہوئے اور سید الشہداء سیدنا حمزہ بن عبد المطلب مع ستر صحابہ مجاہدین و انصار رضی اللہ عنہم شرف شہادت کو پہنچے۔ بائیس مشرک واصل جہنم ہوئے اور مشرکوں کا سردار ابوسفیان تھا۔ غزوہ احد کے بعد غزوہ حمرہ الاسد واقع ہوا۔ آپ نے احد سے واپسی پر اس کے دوسرے دن سولہویں شوال کو اسی حالت میں انہی لوگوں کو ساتھ لے کر جو جنگ احد میں حاضر تھے عثمان بن دینار کا لقب کیا تاکہ وہ نہ جانیں کہ مردان دین نے ضعت اور شکستگی لے لی ہے۔ مدینہ سے باہر آٹھ میل تشریف لے جا کر تین روزوں میں اتنا مت فرما کر رجوع فرمایا اور اسی سال ولادت امام حسن علیہ السلام سے پچاس دن بعد سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے بیٹ مبارک میں تشریف فرما ہوئے۔ ہجرت کے چوتھے سال سریہ بیر معونہ واقع ہوا۔ ستر انصاری نو جوان قرآر شہید ہوئے

اور ربید الزہدین، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچاس روز تک صبح کے قنوت میں ان کے تائبین کے حق میں
دعا کی اور اسی سال سورج جمع واقع ہوا کہ ایک گروہ مشرکین نے اگر بیعت اسلام کی اور ایک
جماعت کو صحابہ کرام تعلیم احکام دین کا بہانہ کر کے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے ہمراہ
لے گئے اور مقام یثیع میں پہنچ کر نقص عہد کے قبیلہ بنی نضیر کے ساتھ مل کر بعض صحابہ کو شہید کر ڈالا
اور بعض کو گرفتار کر کے کفار مکہ کے ہاتھ فروخت کر ڈالا تاکہ وہ ان سے کشتگان بدر کا انتقام لیں
جماعہ شہیدان میں سے ایک عاصم بن ثابت ایسے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کے مطابق ان
کے بدن کو کفار کے مس سے محفوظ رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک لشکر بھروسہ کا بھیجا جس نے ان کے بدن
کو گھیر لیا کہ کوئی کافران کے پاس نہ آ سکے جب رات ہوئی تو سیل کے ذریعہ ان کی لاشیں بہہ کر
کہیں گم ہو گئی۔ اسی سال ربیع الاول کے مہینے میں غزوہ بنی نضیر واقع ہوا بنی نضیر قبائل یہود سے
ایک قبیلہ تھا چھ روز تک ان کو محاصرہ میں رکھا آخر کو وہ لوگ شام کی طرف ہلا وطنی پر راضی ہو
کر نکل گئے اور اسی سال ذیقعدہ میں شروع بدر صغریٰ واقع ہوا کیونکہ ابوسفیان نے جنگ احد سے
پھرتے وقت منادی کی تھی کہ ہم اور تم ہر سال بدر میں اگر محاربہ اور قتال کیا کریں گے جب وعدہ
کے دن نزدیک پہنچے تو ابوسفیان نے ڈر کر نعیم بن مسعود کو میں فراستہ زردینے کا وعدہ کیا کہ وہ
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لوگوں کو لڑائی کے واسطے باہر نکلنے سے ڈرائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
ایک ہزار پانچ سو صحابیوں کو اپنے ساتھ لے کر برآمد ہوئے پھر سلامتی اور مال غنیمت سے مدینہ
منورہ کو واپسی فرمائی۔ شان نزول آیہ کریمہ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اُفْجَعُوا الْكُفْرَ فَاُخْشَوْهُمْ
یعنی جن کو لوگوں نے کہا کہ انہوں نے تمہارے مقابلہ کے لئے اسباب جمع کیا ہے پس تم ان سے خطرہ
کرنا کا اشارہ بھی اسی قضیہ کی طرف ہے اور اسی سال زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے خط اور کتابت یہود کی تعلیم حاصل کی تاکہ ان کے مخفی حال اور اسرار و ریت
ہو سکیں اور اسی سال ذیقعدہ میں قضیہ رجم یہودی اور یہودیہ واقع ہوا اور اسی سال وقت
محاصرہ بنی نضیر میں آیت حرمت شراب نازل ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ تحریم خمر تیسرے سال
واقع ہوئی اور تحقیق یہ سب سے تحریم خمر چند بار ہوئی لیکن آخر کو اسی سال میں ایک قول کے
مطابق چھ سال میں جس میں واقعہ حدیثیہ واقع ہوا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَاللِّبْسُ

وَالْأَنْصَابُ وَالْأَنْلَامُ رَجُوسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوا يَعْنِي اے ایمان والو بیشک شراب
جو ایت اور پائے گندے شیطانی کام ہیں ان سے بچو۔ نازل ہوئی اور حرمت شراب علی الاطلاق
قطعی ہو گئی اور اسی سال شوال کے مہینے میں اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور اپنے نکاح میں لائے
ان کے پہلے زوج ابوسلمہ تھے اور اسی سال زینب بنت جحش ام المؤمنین اور فاطمہ بنت اسد
والدہ سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم نے انتقال فرمایا۔

پانچویں سن کے مہینہ ربیع الاول میں غزوہ بدر الجندل واقع ہوا اس میں کوئی منقاد و مقابلہ نہیں
ہوا۔ مہرم شریف میں غزوہ ذات الرقاع واقع ہوا اور اسی میں صلوة خوف شروع ہوئی اس غزوہ کے
ذات الرقاع کہلانے کی بابت چند ایک اقوال ہیں اور صحیح ترین قول بخاری شریف والا ہے کہ حضرت
ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیادہ
اور ننگے پاؤں ہونے کی وجہ سے پاؤں پر چھینٹے لپیٹ لئے تھے بعض کہتے ہیں کہ ذات الرقاع
ایک درخت کا نام ہے یا ایک کچھ کا نام ہے اور بعض حصہ زمین اس کا سیاہ ہے اور بعض سفید
اسی سال شعبان کی دوسری تاریخ کو غزوہ مرہیج واقع ہوا۔ مرہیج ایک پانی کا نام ہے
جو بنی خزاعہ کی طرف منسوب ہے اور اس کو غزوہ بنی المصطلق بھی کہتے ہیں اور جو یہ بیت الحارث
کہ اس کا اصلی نام برہ سے اسی غزوہ میں گرفتار ہو کر آئی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
انہیں آزاد فرما کر اپنے نکاح میں لائے اور اسی سال میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تہمت
لگائی گئی۔

اور اسی سال میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
سے ہوا اور آیت تیمم مطابق ایک روایت کے اسی سال نازل ہوئی۔
اسی سال ولیقہ کے مہینے میں غزوہ خندق جس کو غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں واقع ہوا۔
اسی غزوہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے شہید و الفقار جناب حیدر کرار علی المرتضیٰ
سلام اللہ علیہ کی مکر شریف پر باندھی اور نعیم بن مسعود حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو
کر اسلام لائے اور آپ کے حکم سے انہوں نے قبائل یہود اور کفار قریش اور ان کے سردار
ابوسفیان کے درمیان لطائف الحیل سے تفرقہ اور مخالفت ڈال دی تاکہ ان کا ہر ایک مخدول

ہوا اور اس غزوہ میں چھ مسلمان شہید ہوئے اور تین کافر مارے گئے۔ کفار کے لشکروں پر ایسی ہوا مسلط ہوئی کہ ہجیر قریش مدینہ کے گرد نہ ٹھہر سکے۔ جناب سید الانس والبان علیہ آلاف الصلوٰۃ والسلام من الملک المنان جس وقت اس غزوہ سے فارغ ہوئے اسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور غزوہ بنی قریظہ کا حکم لائے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب العالمین کے حکم کے مطابق کفار کو محصور کیا اور پچیس روز محاصرہ میں رکھا پھر ان نزول اور رضائے کے مطابق حکم سعد بن معاذ ان تمام کو قتل کر دیا گیا جس میں جیہی بن اخطب یہودی بھی نہ رہا۔

اور اسی سال میں صلوة تحسوف شروع ہوئی اور اسی سال میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گھوڑے پر سے گرے اور ران مبارک میں صدمہ پہنچا۔ جس کی وجہ سے پانچ روز تک آپ نے دولت ہمارے کے اندر بیٹھ کر نماز ادا کی۔

اسی سال قول اصح کے مطابق اور بقول جمہور چھٹے سال ایک جماعت علماء کے قول کے مطابق نویں سال فرضیت حج نازل ہوئی۔

چھٹے سال غزوہ بنی لحيان واقع ہوا کہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو سو سوار سے جمیع والوں کی تلاش میں جنہوں نے بیر معونہ پر قراءہ کو شہید کیا تھا چلے اور وادی غطفان کے قریب نزول فرمایا بنو لحيان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ڈر سے بھاگ کر پہاڑ کی چوٹیوں پر چڑھ گئے اور اسی غزوہ آپ والدہ شریفہ کی قبر پر تشریف لا کر روئے اور صحابہ کرام بھی آپ کے رونے سے روئے جیسا کہ مشہور ہے۔ اور اسی سال غزوہ غایہ بھی واقع ہوا کہ غطفان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اوسٹیا لوٹ کر لے گئے اور سلمہ بن اکوع ان لوگوں کو دڑ مار کر اوسٹیاں چھین لائے اور اسی سال قضیہ نماز استسقاء واقع ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا و برکت سے سات روز پانی لگتا رہا۔ برسا اور اسی سال ماہ شوال میں قضیہ نین واقع ہوا۔ ایک قول کے مطابق غزوہ بنی مصطلق اور جویہ بنت الحارث کا گرفتار ہونا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگنا اسی سال میں تھا۔

خاتم تشریف (انگوٹھی شریف) کا ہونا شان دنیا کی طرف قاصدوں کو پیغام اسلام کے لئے بھیجا۔ مقوقش اسکندریہ کے بادشاہ کا مدیرہ قطیہ اور اپنی بہن میرین اور حمار لیفور

اور بظاہر دلائل کو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بطور ماریہ بھیجا اسی سال واقع ہوا۔ حضرت سید الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ماریہ قطیف کو اپنے واسطے اختیار فرما اور سیرین کو حسان بن وہب کو بخشا اور یغفور کا حجتہ الوداع سے واپسی کے وقت مرجانا اور دامل کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے وقت تک زندہ رہنا وغیرہ وغیرہ۔

اسی سال کسوف آفتاب (سورج گرہ بن) ہوا اور ناکہ کسوف مشروع ہوئی اسی سال خولہ نے اپنے شوہر کے ظہار سے شکایت کی اور آیت قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي تَزْوِجِهَا۔ یعنی سن لی اللہ نے اس عورت کی بات جو بھگتی تھی اپنے خاوند کی بابت تجھ سے انازل ہوئی۔ اسی سال ام رومان والدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی والدہ فوت ہوئیں۔

اسی سال حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قبیلہ دوس کے ہمراہ مدینہ منورہ میں آنا اور خواہش اسلام کا ظاہر کرنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیبر میں ہونے کی خبر یا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا خیبر مبارک شامل غزوہ خیبر ہوا اسی سال تھا

سال ۳۳ھ میں غزوہ خیبر واقع ہوا۔ اس غزوہ میں امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ مبارک سے ڈھال گر گئی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دروازہ خیبر کو کہ جس کو سات بقول چلیں آدمی کمال قوت سے بھی نہ پھیر سکتے تھے، اکھیڑ کر ڈھال کی جگہ تا وقت فتح استعمال فرمایا۔ اس غزوہ میں غازیان اسلام سے گیارہ آدمی شہید ہوئے اور یہودیوں کے ترالوے آدمی بہنم رسید ہوئے اور صفیہ بنت جہی جو حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اسی غزوہ میں قید ہو کر انکی بھینس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں آزاد فرما کر انہیں اپنے نکاح کا شرف بخشا اور یہود نے بھی اسی غزوہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طعام مبارک میں زہر ملائی تھی۔

آفتاب بھی بعد غروب بغرض ادائیگی نماز قضا تنیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسی غزوہ میں تھا جب کہ سر مبارک جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت وحی ان کی گود میں تھا۔ اسی غزوہ میں حمار اہلی کا کھانا اور داڑھ دندان دار بالوروں کا کھانا اور مال غنیمت کا تقسیم سے پہلے بیچ ڈالنا اور لوٹ لہجوں کا استہزار کے قبل ممنوع ہوا۔ اسی غزوہ میں نکاح منقہ حرام

ہوا جو ابتداء اسلام سے اس وقت تک ملا رہا تھا۔ اس کے بعد روزِ غزوہ اوطاس بعد از فتح مکہ معظمہ یہ مباح ہوا اور تین دن کے بعد پھر حرام قطعی ہوا۔ جمیع علماء اے امت کا اقیامِ قیامت اس بات پر اتفاق ہے۔ اس کا مخالف سوائے روافض کے کوئی بھی نہیں۔

قضية ليلة العرین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نیکد میں رہ جانا نماز صبح کا قضا ہو جانا پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قضا نماز کا اقلان، اکامت و جماعت سے ادا فرمانا بھی رجوع غزوہ خیبہ کے وقت واقع ہوا تھا اور اسی سال میں تھا۔

اسی سال اُمّ حبیبہ بنت ابی سفیان جو اپنے شوہر کے ہمراہ حبش گئی تھیں وہاں ان کے خاوند کا انتقال ہو گیا۔ نجاشی بادشاہ حبشہ نے انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ترویج کے لئے آپ کی خدمت میں بھیجا بعض قول کے مطابق یہ نکاح چھٹے سال میں ہوا۔

اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو ہزار ایک سو سواروں کے ساتھ غزوہ قضا ادا فرمایا اور واپسی پر میمونہ بنت الحارث کو مقام شرف جو مکہ معظمہ کے قریب ہے شرف نکاح سے مبرا فرمایا اور اسی جگہ اس سے خلوت کی اور ان کا انتقال اسی مقام پر تریبہ بن بھری میں ہوا۔ اب بھی ان کی قبر شریف اسی جگہ ہے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سب بیبیوں سے بعد ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نکاح میں آئیں اور سب سے بعد میں انتقال ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ ازواجِ مطہرات میں سب سے بعد حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا۔ واللہ اعلم !

سال ۸ھ ہجرت کی غرض سے آئے اور مشرق باسلام ہوئے بعض کے نزدیک ان کا اسلام اخیر سال ۸ھ میں واقع ہوا ہے اور ذی الحجہ میں ماریہ قطیبہ رضی اللہ عنہا سے ابلا سیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے۔ آپ نے ان کی پیدائش کی خوشخبری پہنچانے والے کو ایک غلام بخشا اور اسی سال مسجد نبوی میں منبر بنایا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ منبر کا اتمام سال ہفتم میں تھا۔ اسی سال سرِ پیوتہ واقع ہوا جس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے حارث بن عمیر کو ملک بصرہ کی طرف نامہ مبارک دے کر بھیجا۔ شرجیل بن عمرو غسانی نے انہیں شہید کر دیا۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین ہزار آدمی زید بن حارثہ کی قیادت میں دے کر اس کی سرکوبی کے لئے بھیجے شرجیل نے ایک لاکھ سے زیادہ

آدمی جمع کر کے سخت مقابلہ کیا۔ اسلام کا جھنڈا زید بن حارثہ کے ہاتھ میں تھا جب وہ شہید ہو کر گر پڑے تو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے لیا۔ جب وہ بھی شہید ہو گئے تو عبداللہ بن رواحہ نے لیا چنانچہ حضرت عالم پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اشارہ ان کی طرف کیا تھا اور آخر یہ فتح خالد بن ولید کے ہاتھوں ہوئی اور اسی غزوہ میں انہیں سیف اللہ کا خطاب ملا اور جعفر بن ابی طالب نے لقب طیار حاصل کیا۔

اور اسی سال سر یہ جبط واقع ہوا کہ ابو عبیدہ بن الجراح قافلہ قریش کی تلاش میں نکلے جب ان کا سارا سامان خوراک ختم ہو گیا۔ واپس جو بہت بڑا تھا جس کے متعلق کتب میر میں مذکور ہے دریا نے ان کے لئے اس جانور کو باہر پھینک دیا جس کو صحابہ نے اُدھے مینے تک اور بقول بعض ایک ماہ تک کھانا۔

اسی سال مکہ معظمہ فتح ہوا۔ دس ماہ رمضان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دس ہزار بہادران سے مدینہ منورہ سے باہر تشریف لائے اور عباس بن عبد المطلب اپنے عیال کے ساتھ ہجرت کر کے مقام حجفہ جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے آئے ہوئے تھے آنحضرت سے ملاقات کی اس سے پہلے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے سفایا زمزم پر رہائش پذیر تھے۔ اسلام معاویہ والہ بنصفیان اور ان کی زوجہ ہندہ و عکرمہ بن ابی جہل و دیگرہ بچو اس بھی اسی سال میں واقع ہوا تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد فتح مکہ کے عکرمہ بن ابی جہل کے قتل کا حکم دیا تھا۔ آخر ان کی بی بی حکمیہ بنت الحارث اسلام لا کر عکرمہ کی طرف سے امان مانگ کر حضور حضرت رسالت میں لائیں۔ عکرمہ بھی حاضر ہوئے ہی مسلمان ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اجمادین کے روز شہید ہوئے جب سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد الحرام میں داخل ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ ابو قحافہ کو آپ کے حضور میں لائے حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بٹھایا۔ ان کے سینہ پر دست مبارک پھیرا۔ آپ کے دست مبارک کی برکت سے ابو قحافہ مسلمان ہوئے اور جس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوفتح کو خدمت اقدس میں لائے تو آپ نے انشاء فرمایا کہ تم نے یوزرے کو کیوں تکلیف دی ہم ان کے پاس خود آ جاتے۔ فتح مبارک میں رمضان المبارک کو واقع ہوئی۔ حضرت سرور دین و دنیا صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے مکہ شریف میں پذیرِ حجاز اقامت فرمائی۔ اتنے دن ہر روز حوالی مکہ میں سرایات بھیجا کرتے رہے۔ خدا کے فضل سے ہر طرف فتح نمایاں حاصل ہوتی رہی۔ آپ نے حضرت خالد بن ولید کو عربی اور عمرو بن العاص کو سواح پر اور سعد بن فہر کو منات پر تعینات فرما کر ان کے توڑنے کا حکم دیا اور شرک و فساد کا نام و نشان دنیا سے بالکل مٹا دیا۔

اس کے بعد دس ماہ شوال کو دس ہزار اہل مدینہ اور دو ہزار مکینوں کو لے کر آپ جنین کی طرف برآمد ہوئے۔ بعض صحابہ کو اپنے لشکر کی شوکت و عظمت پر نظر پڑی تو کہنے لگے کہ اب ہم برگزینہ شکست نہ کھائیں گے۔ غیرت خداوندی متفقہ امتحان اور ابتلا ہوئی گو لشکر اسلام میں ہزیمت پیدا نہ ہوئی مگر اس حالت میں بعض نو مسلموں نے جن کے سینے ابھی تک نجاست حسد اور کینہ سے خوب پاک نہ ہوئے تھے اپنے خبت باطل کو ظاہر کر رہے تھے۔

کسی نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ایسے بھاگے کہ کندہ دینا تک بھی نہ ٹھہریں گے دوسرے نے کہا کہ آج وہ دن ہے کہ سحر سامی باطل ہو جائیگا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حق تعالیٰ سے فتح اور نصرت مانگ کر حضورؐ کے سگے بھائی کے لشکر کفار کو شکست فاش ہوئی۔ اس غزوہ میں چار مسلمان شہید ہوئے اور شتر کافر جہنم رسید ہوئے۔ پھر ابو عامر اشعری حجاج ابو موسیٰ اشعری کو ایک صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ اوٹاس کی طرف روانہ فرمایا وہاں کافی مال غنیمت ہاتھ لگا۔ چوبیس ہزار اونٹ۔ چالیس ہزار سے زیادہ بکیاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی اور چھ ہزار آدمی گرفتار ہوئے۔ متعلکہ اسیران کے سیمابنت الحارث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضاعی بہن تھیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں عزت و اکرام سے اپنے اہل و عیال کو واپس فرما دیا۔

اس کے بعد آپ طائف کی طرف تشریف فرما ہوئے ان لوگوں کو اٹھارہ روز محاصرہ میں رکھا پھر منادی کا حکم دیا کہ جو باہر نکل آئے آزاد ہے۔ دس آدمیوں سے زیادہ باہر نکل آئے۔ البکرہ بھی انہیں میں سے ہیں جنہوں نے قلعہ سے اپنے آپ کو ایک کندہ کے ذریعہ باہر کیا تھا۔ اس غزوہ میں صحابہ کرام سے دس آدمی درجہ شہادت کو پہنچے تھے اور طائف کو بغیر فتح اور نصرت کے واپسی کا ارادہ فرمایا اور مقام جعرانہ سے احرام باندھ کر چھ ذی القعدہ کو غمرہ ادا کیا اور اسی

مقام پر اہل غنیمت تقسیم فرمایا اور اہل ایمان جو ان کے چند ایک قبائل نے حاضر ہو کر انہما ایمان کیا۔ انجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اموال اور قیدیوں کو ان کے حوالہ کر دیا۔ ان کے بعد اس قوم کا سردار مالک بن عوف آکر مسلمان ہوا۔ آپ نے اس کو سوا نوٹ انعام میں دیئے اور اس کے اہل و عیال بسے واپس دے دیئے۔ اس کو طائف کا عامل مقرر کیا۔ اسی مقام پر بعض نادانوں نے طلب غنائم اور تقسیم اموال میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غلبہ کیا اور جناب تیدالانس والہان کو ایک درخت کے نیچے گھیرا اور چادر مبارک اتار لی اور بعض جوانان انصار نے بھی دوبارہ غنیمت کچھ کلام کیا۔ حضرت سیدالہسل ہادی نبیل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متابع دنیا کی تحفیر اور تصغیر فرما کر ثواب خاص آخرت اور عنایات مخصوصہ اپنے سے انہیں بشارت دی اور ارشاد فرمایا کہ یہ متابع دنیا سہل ہے۔ یہ لوگ میری قوم سے ہیں اور نادان ہیں اور ضعیف الایمان ہیں۔ ان کے اموال اور اسٹیوارٹ لٹ گئے اور بلاد اور املاک ان کے ہاتھوں سے نکل گئے۔ میں نے چاہا تھا کہ ان کے اموال بھیرے دوں تاکہ ان کے ایمانوں میں تزلزل نہ آوے۔ اس کے بعد جناب بن اسید و معاذ کو مکہ معظمہ میں خلیفہ کر کے آپ نے مدینہ منورہ کو مراجعت فرمائی اور اسی سال کعب بن زہیر نے قصیدہ بانس سعاد پیش بارگاہ نبوت کر کے امن و سلامتی پائی۔ اسی سال حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُم المؤمنین سوودہ بنت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے طلاق کا ارادہ فرمایا۔ انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بخشی اور ازواج مطہرات کے سلسلہ میں شامل رہیں۔

اور اسی سال حضرت زینب رضی اللہ عنہا جو حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی صاحبزادی ہیں اور زوجہ البوالعاس تھیں وفات فرمائی رضی اللہ عنہا !

۹؎ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عینیہ بن حصین کو سچاس سوار دے کر دشمنان گرفتاری کے لئے بھیجا وہ قریبا سچاس کافروں کو گرفتار کر کے حبش کے پس افریح بن حابس اور ایک جماعت نے در اظہر پہ حاضر ہو کر حضرت سیدالرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دروازے کے باہر زندہ ای اللہ تعالیٰ نے آیت اِنَّا الَّذِیْنَ یُکَادُّونَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ الخ نازل فرمائی۔ آپ نے ولید بن عقبہ کو رسولی صدقات کے لئے قوم خزاعہ کی طرف بھیجا قوم خزاعہ جب ان کی پیشوائی کے لئے

باہرائی تو ولید بن عقبہ نے سمجھا کہ یہ لوگ منافقہ کو نکلے میں وہ مدینہ منورہ واپس آگئے اور دربار رسالت میں شکایت پیش کی تو آپ کریمہ (ﷺ) ان جَاءَ كُفْرًا سِقِّ يَدْبَاءَ فَنِيَكُوا الخ نازل ہوئی۔

اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ماہ تک ازواج مطہرات سے الگ رہے اسی سال غزوہ تبوک واقع ہوا۔ آپ نے حضرت امیرالمومنین علی سلام اللہ علیہ کو مدینہ منورہ میں اپنے

اہل و عیال پر حلیفہ مقرر فرمایا اور جناب ولایت مآب رضی اللہ عنہ نے بسبب مفارقت حضرت کے منافقین کے طعن سے رہائش مدینہ منورہ پر اظہار رنج و اذیت کیا مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بازناو

اَنْتَ مَعِيَ بِمَا نَزَلَتْ هَارُونَ مِنْ مُوسَى یعنی تو میرے لئے بمنزلہ ہارون کے ہے موسیٰ علیہ السلام سے فرما کہ ان کی تسلی و تسخنی فرمادی اور پس رتبہ عالی سے ان کو مخصوص فرمایا اور اسی غزوہ تبوک میں

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا تمام مال اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنا نصف مال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تہجیز حبش عسرت کرنا اور بنی صحابہ کا رک بانا جس سے آپ کریمہ علی

الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا الخ واقع ہوا۔ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو مہینے تک وہاں اقامت فرمائی اور پھر بغیر وقوع قتال و جدال کے مراجعت فرمائی اور یہیں قبیلہ الیہ و اہل حریان و انرج کے لوگ

حضور میں پیش ہوئے اور جزیہ دینا قبول کیا اور پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو چار سو سوار دے کر اکیدر جو دومنہ الجندل کا علاقہ تھا پہنچایا۔ انہوں نے اس کو گرفتار کیا اور اس کے بھائی کو قتل کر ڈالا

اس نے بھی جزیہ قبول کر کے رہائی پائی۔ اس سغر کی واپسی پر مسجد ضرار پر عبور فرمایا جو منافقوں نے اہل قبا کی علتِ حمد پر بنائی تھی کہ موجبِ تھلیلِ جباعث مسجد تقویٰ اساس ہو۔ اس کو مطابق وحی الہی جلا

دیا اور خراب و برباد فرمایا چنانچہ قرآن مجید اس کی خبر دیتا ہے۔ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضَرَارًا الخ اور رمضان المبارک میں مدینہ منورہ واپس تشریف فرما ہوئے پھر وفد ثقیف آئے اور اسلام لائے اور

یہ شرط پیش کی کہ وہ کچھ مدت تک تولات اور طاغیہ کو نہ توڑیں گے اور نہ بُرا کہیں گے اور نماز بھی نہیں پڑھیں گے۔ اس کے بعد وہ مکمل اسلام لائیں گے مگر آپ نے اس شرط فاسد کو قبول نہ فرمایا

اور ان کو واپس بھیج دیا۔ آپ کریمہ (ﷺ) وَكُوكَا اَنْ يَبْكُنَاكَ لَكَذِبًا كَذَبْتَ تَرَكْنَا لَكَ يَوْمَ الْاِثْمِ الخ یعنی اگر تم ہم کو نہ ٹھہراتے تو تم ان کی طرف جھگنے لگ جاتے عثمان بن ابی العاص کو ان لوگوں کا امیر بنایا اور ان

کے پیچھے ابوسفیان بن حرب و منیرہ رضی اللہ عنہما کو طاغیہ کے توڑنے کو بھیجا اور اسی سال ملک حمیر

کا خط اور قاصد آیا اور ان کے اسلام لانے کی خبر لایا۔

اسی سال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ نے حج کے لئے روانہ فرمایا اور ان کے پیچھے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ سورۃ برأت پڑھیں اور مشرکوں کا نقص عمدہ کرنے انہیں شکے طواف سے روکیں اور کسی مشرک کو حج نہ کرنے دیں اور ساتھ ہی اعلان کریں کہ بہشت میں سوائے مومن کے کوئی مشرک داخل نہیں ہوگا۔

اسی سال زانیہ غامدیہ کو رجم کیا اور عومیر بن حارث نے اپنی بیوی کے ساتھ لعان لیا۔

اسی سال ماہ رجب کے مہینے میں نجاشی نے حبشہ میں وفات پائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ شافعیہ اس عمل مبارک سے نماز جنازہ غیب کو جائز سمجھ کر یہی واقعہ دلیل میں پیش کرتے ہیں۔ حنفیہ فرماتے ہیں کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کے لئے خاص تھا چونکہ جنازہ نجاشی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظاہر ہوا تھا پس درحقیقت نماز حاضر پر پڑھی گئی تھی نہ غائب پر اسی سال حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا زوجہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ اسی سال ذیقعدہ میں عبداللہ بن ابی منافق جہنم کو سدھارا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایفائے عہد اور قوم کو اپنی طرف مائل کرنے کی غرض سے کہ شاید وہ ایمان قبول کریں اپنا پیر ابن شریف پناہ یا جب اس کی قوم نے دیکھا کہ یہ مرتے وقت پیر ابن شریف کے ذریعہ شفاعت طلب کرتا ہے تو ہزار آدمی ایمان لائے۔

اسی سال ہر طرف سے عرب کے وفد خدمت شریف میں حاضر ہوئے اسی وجہ سے اس سال کو عام الوفود کہتے ہیں کیونکہ سارے عرب قبائل نے اپنے اسلام لانے کو فتح مکہ پر محمول کیا ہوا تھا جب انہوں نے دیکھا کہ قریش جو امام یا پیشوائے عرب ہیں اور اہل بیت اللہ میں اطاعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبول کی ہے تو قبیلہ ثقیف بھی ایمان لائے اور انہوں نے جان لیا کہ اب کسی میں طاقت مقابلہ اور مقاومت نہیں ہے۔ دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق ہے اور بتوں کا دین باطل ہے بمصداق جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا یعنی سچ آیا اور جھوٹ بھاگ نکلا بیشک جھوٹ بھاگ نکلنے والا ہے تو لوگ ہر طرف سے بھاگ بھاگ کر اسلام میں داخل ہونے لگے چنانچہ قرآن پاک بیان کرتا ہے۔ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ

رفی دین اللہ اٹھ کجا یعنی جب اللہ تعالیٰ کی امداد اور فتح آئی لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج بغوج داخل ہوتے ہوئے دیکھے گا۔ الحمد للہ علی دین الاسلام !

سال ۱۱۸۰ھ - باربع الاول میں آپ نے قبیلہ بنی الحارث پر لشکر بھیجا اور انہیں شرف اسلام سے مشرف فرمایا۔

اسی سال وفد سلمان و عثمان و عامرہ و وفد زبیدہ حاضر ہوئے ان میں عمرو بن معدی کرب بھی تھا جو اسلام لایا اور بعد وفات بنی علیہ الصلوٰۃ والسلام مرتد ہو گیا اور پھر اسلام لایا۔

اسی سال عبدالقیس و اشعث و وفد بنی حنیفہ حاضر ہوئے ان میں میلہ لکڑا تھا کہ مرتد ہو گیا اور اس نے دعویٰ کیا اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنا شریک کر لیا ہے۔

اسی سال نجران کے نصاریٰ کے ساتھ مباہلہ کا واقعہ پیش آیا اور اسی سال حضرت جبریل علیہ السلام الجلی ڈیڑھ سو آدمیوں کے ساتھ اسلام لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ذوالحلیفہ کی طرف بٹھکائی کے لئے بھیجا۔ اسی سال قضیہ حام بھی واقع ہوا جسے تیم داری اور عدلیہ نطانی سے چلایا تھا۔ اسی سال حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہ کو یمن کی طرف بھیجا تھا۔ اسی سال حجۃ الوداع واقع ہوا کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوائے اس حج کے اور کوئی حج نہیں کیا مگر قبل ہجرت اور قبل نبوت و بعد اس کے بھی آپ نے کتنے حج کئے لیکن علماء ان کی تعداد کے متعلق کچھ بیان نہیں کرتے کیونکہ ان کے حیطہ مضبوط میں نہیں آئے۔ آپ نے ہجرت کے بعد چار عمرے لگے ہیں بالاتفاق !

اسی سال بروز حجۃ الوداع الیوم اکملت لکم دینکم یعنی آج ہم نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے۔ نازل ہوئی۔ اسی حج کی واپسی کے وقت منزل غدیر خم پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تخصیص مَنِ كُنْتُ مُوَلًّیًّا فَمَنْ مَعِيَ مَوْءُودٌ سے مخصوص فرمایا۔

اسی سال حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی۔ اسی سال ضمام بن ثعلبہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر شرائع دین دریافت کئے اور اپنی قوم میں جا کر قوم کو مسلمان کیا۔

اسی سال بنی طے جو حاتم طی کا قبیلہ ہے گرفتار کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں

پیش کیا گیا اور ان میں حاتم کی بیٹی بھی تھی لیکن حاتم کا فرزند شام کی طرف بھاگ گیا پس حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو روکا فرما دیا اور خلعت عنایت کی پھر وہ اپنے بھائی کے پاس گئی اور اسے بھی ساتھ لائی اور دونوں اسلام لائے ایک قول کے مطابق قصبہ حاتم سال ۹۳ھ میں واقع ہوا۔

اسی سال خالد رضی اللہ عنہ کو بنی حارث پرکہ نجران میں رہتے تھے مجاہدہ ایمان لاکر حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے نظر مبارک اس گروہ پر پڑی تو فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ گویا ہند کے آدمی ہیں۔

اسی سال باطن والی مین نے وفات پائی اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو مین اور حضرموت کی طرف بھیجا اور ان کی رکاب میں سلطان زمان و زمن پیادہ بابر تشریف لائے اور ان کو شرف رخصت سے مشرف فرمایا اور ارشاد فرمایا شاید اس سال کے بعد تو مجھ کو نہ پاوے اور یہ ملاقات ہماری تمہاری آخری ہو پس معاذ رضی اللہ عنہ یہ سن کر روئے پھران کو وولع فرمایا۔

اسی سال حیر بن عبد اللہ کو ذی کلان بن ناکور پہ بھیجا وہ اپنے امراء سمیت مسلمان ہو گیا۔

اسی سال فروہ بن الجذامی کہ بادشاہ روم کی طرف سے عامل تھا مسلمان ہو گیا اور ملک روم نے اس کو گرفتار کر لیا۔ اس کو قید ہو جانے کی ترغیب دی اس نے کہا تو خود جانتا ہے کہ یہ وہی رسول ہے کہ علیہ صلی علیہ السلام نے اس کے ظاہر ہونے کی بشارت دی تھی لیکن تو اپنی مملکت کے سوال سے ڈرتا ہے اور سعادت اسلام سے مشرف کیوں نہیں ہوتا پس فروہ کو بادشاہ روم نے قید کر کے قتل کر ڈالا۔

سال ۱۰۰ھ اس سال حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اہل الشیع کے حق میں استغفار کیا اور فرمایا اے اہل یقیع کیا اچھا تمہارا وقت تھا کہ تم رخصت ہو گئے یہاں اب قتل آنے کو میں جو شب تاریک سے نراہہ میں۔

اسی سال روزِ دوشنبہ چھبیس تاریخ سفر کو اسامہ بن زید کو ایک لشکر عظیم کے ساتھ اپنی (ویروم) میں ایک روم ہے جہاں اسامہ کے والد زید شہید ہوئے تھے پر بھیجا اور چہار شنبہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بخارا اور درود شرفوع ہوا۔ پنجشنبہ کے دن جند ادست مبارک سے درست فرما کر اسامہ کو عنایت فرمایا۔ وہ وہاں سے رخصت ہو کر بامر مقام جُزف (مدینہ کے قریب ایک جگہ ہے) ٹھہرے حضور نے کبار مہاجرین و انصار کو مثلاً ابوبکر صدیق - عمر فاروق اعظم -

سعد بن ابی وقاص و ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ جیسے لوگوں کو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے
 ہمراہ روانہ فرمایا۔ بعض لوگوں کو اسامہ کے امیر بنانے میں ذرا قبل و قال واقع ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ
 والسلام حضرت اسامہ ادران کے باپ زید کی تعریف میں ایک نہایت ہی مینغ ٹکبہ دیا اور فرمایا اس کا
 باپ امارت اور ریاست کے لائق تھا اور یہ بھی اپنے باپ کی طرح اسی کا سزاوار ہے پھر دس ماہ
 بریں الاول کے شنبے کے روز دولت سراے میں تشریف لائے روز یکشنبہ کو مرض نے شدت اختیار
 کی اور خیر طور پر میلہ کذاب اور اسود غسانی لعنہما اللہ اسی حالت میں علی آپ نے بوجی الہی اسود کے
 مارے جانے کی خبر لوگوں کو دی چنانچہ ویسا ہی ہوا اس نے صنعاے من میں خروج کیا اور شہر بن باناک
 کو مار کر اس کی بیوی کو جو فریوز کے چچا کی بیٹی تھی اور فریوز خود ہاشمی کا بھانجہ تھا اسے عقد کر لیا فریوز
 نے حلیہ سے اسی محل میں نقب لگا کر اندر گھس کر اس کو قتل کیا۔ اس ملعون کے حلق سے مرتے وقت
 ایک آواز بلند کلی گاؤں کے پاسان یہ آواز سن کر گھبرا گئے پوچھا یہ کیسی آواز نکلی ہے اس عورت
 نے کہا کہ وہ بھی اس کے قتل میں شریک تھی دربانوں اور پاسانوں سے کہا کہ تم لوگ بالکل نہ ڈرو یہ آواز
 تمہارے پیغمبر کی وحی کی ہے۔

اس اسود ملعون کا نام عبیدہ بن کعب تھا اور اس کو ذوالحمار بھی کہتے تھے یہ کہا بن تھا لوگوں
 کو عجائب و غرائب دکھانا تھا۔ اس کا خروج اول بعد حجتہ الوداع واقعہ ہوا۔ اور میلہ کذاب کو وحشی
 قاتل امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ وحشی کہا کرتے تھے کہ میں بہترین اور بدترین آدمیوں کو قتل
 کرنے والا ہوں میلہ کذاب بہت بوڑھا آدمی تھا۔ وفد بنی حنیفہ میں شامل ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام لایا تھا۔ پھر یامہ جا کر مرید ہو گیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
 ساتھ شریک فی النبوة ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس نے شراب اور زنا کو حلال کیا اور غار فرض کو ساقط کر
 دیا تھا۔ فاسدین فاسقین کا ایک گروہ اس کے تابع ہو گیا اس ملعون نے بامطبوع قرآن مجید کے
 چند ایک فقرے مقابل قرآن کے گھڑائے جو عقائد عالم کے مضحکہ کا باعث بنے چنانچہ سورہ
 والعدایات کے مقابل اس نے کہا۔

وَالْمَرْءَاتِ زَرْعًا وَالْحَامِلَاتِ كَصَدِّ وَالطَّاحِنَاتِ طَنَحًا وَالْخَائِرَاتِ خُبْرًا وَالْقَارِدَاتِ
 شَرًّا یعنی قسم ہے کہینتی کرتے والوں کی کہینتی کرتے کر اور کہینتی کاٹے والوں کی کہینتی کاٹنے کر پسینے

والوں کو پیسے کرا اور روٹی پکانی والوں کی روٹی پکانے کرا اور بیالہوں میں روٹی توڑنے والوں کی پیالی میں روٹی توڑنے کرا اور کما یا خضع بذت صفد عین الی کما تنقیق لا الماء لکدرین ولا الشاہین صناعین سراسل فی الماء و ذئبک فی الطین یعنی اے مینڈک بڑے دو مینڈکوں کی بیٹی کب تک زندہ رہے گی تو نہ پانی کو تیرا کتنی ہے اور نہ پیاسوں کو منع کرتی ہے سر تیرا پانی میں ہے اور دم تیری مٹی میں ہے۔ اس نے اور کہا اَلْفِیْلُ مَا الْفِیْلُ لَکْ خُرُطُوْمٌ طَوِیْلٌ اِنَّ ذَٰلِکَ مِنْ خَلْقِ رَبِّیَ الْجَلِیْلِ یعنی باقی کیا ہے اس کی توڑدہ دراز ہے تحقیق کہ یہ مخلوق ہمارے رب بزرگ کی ہے کتنے ہیں کہ اس ملعون سے بعض خلائق اور استدرابات بھی ظاہر ہوتے تھے لیکن سب اس کے دعا کے خلاف اور کسی کو درازی عمر کی دعا دیتا وہ فوراً مر جاتا۔ اگر کسی کی آنکھ کی روشنی کی دعا دیتا تو وہ اسی وقت اندھا ہو جاتا ایک دفعہ اس نے حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک خط بھیجا جس کا عنوان یہ تھا۔

مِنْ مُسَيَّلَمَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰی مُحَمَّدٍ اَنَا بَعْدُ فَاِنَّ الْاَرْضَ لَنَا نَصْفٌ وَ الْفَرَسَ لَيْشَ نَصْفٌ وَلٰكِنَّ الْفَرَسَ لَيْسَ يَتَدَوَّنُ - یعنی یہ خط مسیلہ کی طرف سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب ہے اما بعد تحقیق زمین آدمی باری اور آدمی فریش کی ہے یکن قریش بے انصافی کرتے ہیں جناب رسالتا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا۔ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰی مُسَيَّلَمَةِ الْكَذٰبِ اَنَا بَعْدُ فَاِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُرِثُهَا مَنْ كَسَاهُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ - یعنی یہ خط محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مسیلہ کذاب کی طرف ہے مگر حمد کے بعد واضح ہو کہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے وہ جس کو چاہے اس کا وارث بنائے اپنے بندوں سے اور انجام نیک متقیوں کے واسطے ہے۔

دو شنبہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے۔ لوگوں نے کہا آج مزاج مبارک اور دنوں کی نسبت بہتر ہے پس اسی روز دو سیر کو اور ایک قول کے مطابق پیمائش کے وقت باہر میں تاریخ ربيع الاول کو حق تعالیٰ و تقدس کی ملاقات کی۔ اہل بیت کرام نے سر شنبہ کے روز آپ کو غسل دیا اور سارا دن گروہ مسلمانوں کے نماز جنازہ شریف ادا کرتے رہے اور شب پہار شنبہ جسم مقدس کو اس عالم فانی سے پوشیدہ کیا۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاُولَآئِکَ وَاٰلُہٗ وَاَصْحَابُہٗ وَسَلَّمَ۔

کیفیت بتائے مسجد نبوی و دیگر مقاماتِ مقدسہ

علمائے سیر و تاریخ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو منظور فرمائے رکھتے ہیں کہ جب ناقہ شریف سرور انبیاء صلوات اللہ علیہ دروازہ مسجد شریف پر آکر بیٹھ گئی تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: هَذَا الْمَنْزِلُ ان شاء الله تعالى (یعنی یہی رہنے کی جگہ ہے اگر خدا چاہے) اور اس پر سے اترے اور یہ آیت کریمہ پڑھی سُبَّانَ الَّذِیْ اَنْزَلَ لَیْ فِیْ مُنْذَرًا مُّبَارَکًا وَاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ۔ اے اللہ مجھے مبارک اتارنا اتار تو بہتر اتارنے والوں کا ہے۔ اس زمانہ میں کھجوروں کا وہاں ایک باغ تھا۔ اس میں دو تیمم کھجوروں کو خشک کر کے قربانے تھے اور یہ دونوں تیمم ایک انصاری کے ہاں پرورش پیا رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف فرما ہونے سے قبل کچھ لوگ وہیں نماز بھی پڑھتے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ وسلم نے ان دونوں تیمموں کو بلایا اور اس جگہ کو مول لینا پایا۔ اگرچہ ان تیمموں نے بلا عوض اس قطعہ زمین کو نذر کرنے میں مبالغہ و اصرار کیا مگر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول نہ فرمایا اور بلا عوض لینے پر رضامند نہ ہوئے۔ پہلے ان کو قیمت دی پھر مسجد کی بنیاد ڈالی اور بعض انصار نے مالکان زمین کو ایک درخت کھجور اور قیمت بھی زاد دی اور رضامند کیا۔ پھر اونچی نیچی زمین کو ہموار کیا گیا بے موقعہ درختوں کو اکھیر کو بنیاد مستحکم کی گئی جنت البقیع میں بیر الیوب جو مسجد سیدنا ابیہسم علیہ السلام سے مشرق کو ہے ایک مقام سے وہاں سے اینٹیں لائی گئیں اور سرور دارین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذاتِ نحو اور اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تسلی اور تقنی کے لئے ندائے بشارت فرماتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُ الْاٰخِرَةِ فَلَمْ یَحْمِ الْاَنْصَارُ وَالْمُهَاجِرِیْنَ۔ اے اللہ سوائے خیرِ آخرت کے خیر نہیں پس تو انصار اور مہاجرین پر رحم کر مسجد شریف کی حقیقت اور ستون کھجور کی لکڑی سے بنائے گئے حدیث میں ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد شریف کی بنیاد ڈالی چاہی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام حق تعالیٰ کی طرف سے حکم لائے کہ موسیٰ کلیم اللہ کی عریش کی طرح ایک عریش بنا جس کی بلندی سات گز سے زیادہ نہ ہو موزن

اور منقش کرنے میں تکلف نہ کرو چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں مسجد شریف کی چھت مینہ برستے وقت مٹی آدمیوں کے سروں پر گراتی تھی۔ مسجد شریف کا طویل پہلی بنائیں جانب قبلہ سے حد شمال تک پتوں گز تھا اور مشرقی جانب سے مغربی حد تک تیرہ گز تھا اور پھر فتح خیبر کے بعد سن مات ہجری میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر نئے سرے سے بنوائی اور بر طرف سے صدر و مدگر رکھی۔ طبرانی نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک انصاری سے بے جو مسجد شریف کے ہمارے تھے مشورہ فرمایا کہ اگر تم سے ہو سکے تو تھوڑی زمین بعوض ایک مکان بہشت کے مسجد کے لئے ہمارے ہاتھ بیچ تاکہ ہماری مسجد بڑھ جائے۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک فقیر آدمی اور عیال دار ہوں میرے پاس سوائے اس زمین کے اور زمین نہیں ہے آپ نے ان کو معذور رکھا۔ پھر حضرت امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس زمین کو ان صحابی سے بعوض دس ہزار درہم خرید کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس قطعہ زمین کو اُس بہشتی گھر کے عوض میں آپ مجھ سے مول لیجئے۔ آپ نے اُن سے اُسی عوض میں مول لے کر زمین کو داخل مسجد شریف فرمایا اور اپنے دست مبارک سے ایک اینٹ بنیاد میں رکھی۔ اس کے بعد حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خلیفہ صدیق اکبر رضی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی اینٹ کے برابر ایک اور اینٹ رکھی۔ اسی طرح حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما نے بھی آپ کے حکم سے اینٹیں رکھیں اور اسی طریقہ سے تعمیر مسجد قبا میں بھی واقع ہوا لہذا اس بنائیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہونے میں کلام ہے اس لئے کہ وہ زمان ہجرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مدینہ منورہ میں حاضر نہ تھے اور ہجرت حبشہ تک تشریف نہیں لائے تھے واللہ اعلم!

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے ہمراہ شہر یک کار تھے۔ ایک دفعہ میری نگاہ پڑی تو دیکھا کہ آپ بہت سی اینٹیں تنگ مبارک سے سینہ مبارک تک بھر کے اٹھائی ہیں میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ رہتے دیکھتے ہیں اٹھائے چلوں فرمایا۔ اینٹیں پڑی ہیں تم بھی اٹھا لاؤ یہ مجھے لے جانے دو اور ساتھ ہی فرمایا۔ یا ابابکرؓ

لَا عَيْشَ إِلَّا بِالْخَيْرَةِ۔ اے ابا ہریرہ رضی اللہ علیہ عیش آخرت کے سوا کوئی عیش نہیں۔ یہ واقعہ دوسری بار بنائے مسجد میں واقع ہوا تھا کیونکہ ابو ہریرہ سن سات واقعہ خیمہ میں اسلام لائے تھے اور پہلی بار تعبیر مقدم ہے اور صحیح حدیث میں ہے کہ ہر ایک صحابی ایک اینٹ اٹھاتے تھے اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ دودھ و دھشت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا خدا عمار پر رحم کرے کہ اس کو ایک فرقہ باغیوں کا قتل کرے گا۔ یہ ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اس کو آگ کی طرف بلائیں گے۔ پہلی بنا کے وقت سولہ یا سترہ مہینے تک قبلہ بیت المقدس کی طرف رہا۔ اس زمانہ میں مسجد کے تین دروازے تھے۔ ایک دروازہ بائیں طرف، چار دروازے قبلہ سے۔ دوسرا دروازہ مغرب کی طرف جسے اب باب الرحۃ کہتے ہیں۔ تیسرا دروازہ جدھر سے آپ تشریف لایا کرتے تھے وہ باب آل عثمان کہلاتا تھا جسے اب باب جبریل کہتے ہیں جو قریب محراب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہے اس کو باب جبریل اس لئے نہیں کہتے کہ عوام الناس میں یہ اسی طرح مشہور ہے بلکہ بعد نزول قرآن بابت تحویل قبلہ جبریل امین علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہاں پہنچ کر کتبۃ اللہ تک جتنے حجاب درمیان میں تھے اٹھا دیئے اور آپ نے آنکھ مبارک سے دیکھ کر سمت میزاب کعبہ پر درست فرمائی اور تحویل قبلہ کے بعد آپ پندرہ روز تک اس طوائف مخلوق کے پیچھے تھے اب اس طوائف عائشہ کہتے ہیں نماز ادا کرتے رہے اس کے بعد جہاں اب محراب ہے آپ کا قیام متعین ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں علامت محراب جیسے اب مساجد میں مقرر ہے ایسی نہ تھی۔ ان کی ابتدا عمر بن عبدالعزیز کے وقت سے ہے جس وقت وہ ولید بن عبدالملک کی طرف امیر مدینہ منورہ تھے اور جس زمانہ میں نماز قبلہ اول یعنی بیت المقدس کی طرف ادا کرتے تھے آپ کے کھڑے ہونے کی جگہ وہ تھی کہ اگر اس طوائف مخلوق کی طرف پیٹھ دے کر شام کی طرف متوجہ ہوں اور باب عثمان کے محاذ میں کھڑے ہو جائیں تو باب عثمان واپسی جانب کو واقع ہو یہی وہ مقام ہے جہاں سرور دین و دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام منبر رکھنے سے پہلے پچھوارے کی دیوار کے متصل کھڑے ہو کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خطبہ عالیہ سے مشرف فرمایا کرتے تھے۔ اگر کسی زیادہ کھڑے ہونے کی وجہ سے تھکاوٹ محسوس ہوتی تو آپ ایک لکڑی پر جو اس جگہ نصب ہوتی تھی تکیہ فرماتے۔ ایک شخص بعض دیار عرب

سے دینے آیا اور صحیح روایت میں ہے کہ وہ مدینہ کا باشندہ تھا ایک انصاریہ کا غلام تھا اس نے جناب رسالت مآب میں عرض کی کہ اگر آپ قبول فرمائیں تو آپ کے واسطے ایک منبر بناؤں جس پر کھڑا ہوں اور بیٹھنا آسان ہو آپ نے اس کی التماس قبول فرمائی۔ اس نے ایک منبر تیار کیا جس کے تین درجے (سیر حیاں) تھے تیسرے درجے بیٹھنے کا مقام تھا۔ اصح روایت سے ہے کہ جب منبر شریف رکھا گیا جہاں آج رکھا ہے اور مقام اول سے آپ نے تبدیلی مقام فرمائی تو وہ کھڑی جس پر کبھی کبھی آپ تکبیر فرماتے تھے۔ آپ کے فراق صحبت سے چھٹ گئی اور روزانہ شروع کر دیا اور اونٹنی کی طرح چلانے لگی اور ایسی بے قرار ہوئی کہ تمام مانتین مجالس اس کا حال دیکھ کر بے اختیار رونے لگے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر سے اتر کر اپنا دست شفقت اس پر پھیر کر فرمایا کہ اگر تو چاہے تو تجھ کو تیری جگہ چھوڑ دوں جن حالت میں تو تھی اور اگر تو چاہے تو مجھے بہشت میں میں بٹھاؤں کہ جہاں کی خبروں اور چیزوں سے تو سیراب ہو اور خدا کے دوست تیرا میوہ کھائیں۔ ایک لحظہ بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ سے متوجہ ہوئے اور فرمایا اس نے دار الخلد اختیار کیا۔

روایت ہے کہ جب حسن بصری رضی اللہ عنہ یہ سنتے بہت روتے اور فرماتے اے بندگان خدا جب کھڑی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فراق میں روئے اور فریاد کرے تو کیا تم لوگ اس بات کے لائق نہیں ہو۔

سنگے و نباتے کہ دروے خالصتے ہست

بہر آدمی کہ دریاں معرفتے نیست!

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث جند حنین مشہور ہے بلکہ حد تو اتنے تک پہنچ چکی ہے بہت صحابہ نے اُسے روایت کیا ہے وہ کھڑی بعض صحابہ کے پاس تھی آخر بسبب طول مدت بوسیدہ ہو گئی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس کو اسی جگہ جہاں کھڑی تھی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دفن کر دیا قول صحیح پر منبر کا طول دو گنہ عرض ایک گنہ تھا ہر درجہ کا عرض ایک بالشت تھا یہ منبر خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ تک اپنے حال پر رہا اور پہلے پہل جس نے جامہ تبلیغ سے اس کی پوشش بنائی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی منذر ملافت کے چھ برس بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے
 درجہ منبر سے نیچے کھڑا ہوا کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
 کے درجہ اقل کے علاوہ کھڑے ہوتے تھے ایک قول یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے جس نے منبر
 شریف کی پوشش کی وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ اپنے زمانہ امارت میں جس وقت ملک
 شام سے مدینہ منورہ آئے تو انہوں نے چاہا کہ منبر شریف کو شام نے جائیں اُسے اپنی جگہ سے ہٹانا
 چاہا۔ اسی وقت آفتاب سیاہ ہو گیا اور آسمان پر تارے دکھائی دینے لگے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
 نے یہ حال دیکھا تو یہ خیال ترک کر دیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس کے عذر میں کہنے
 لگے میرا مقصود اس کے ہلانے پر یہ ہے کہ دیکھوں اسے زمین نے نہ کھالیا ہو اس کے بعد اس
 کے چھ درجے اور زیادہ کئے گئے اور غیر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھا کر اس پر رکھا۔ اس کے
 بعد اُن کے مہدی خلیفہ نے کہا کہ اتنے درجے اور بڑھاؤ۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے
 منع فرمایا اور جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بنایا ہوا منبر بھی ایک طویل مدت سے بوسیدہ ہو گیا تو
 بعض خلفائے بنو عباس نے پھر نئے سرے سے منبر بنوایا اور تقابا غیر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم کی لنگھیاں تہ کا تہینا ہوا کر رکھیں اور سن چھ سو چوٹن کی آتشزدگی میں جو منبر جل گیا تھا وہ
 خلفائے بنو عباس کا بنوایا ہوا تھا بعض ارباب تاریخ لکھتے ہیں کہ وہ منبر حضرت معاویہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کا بنوایا ہوا تھا لیکن صحیح قول اقل ہے واللہ اعلم! اس کے بعد تمام بادشاہان اسلام اس
 کو کچھ نہ کچھ تغیر دیتے آئے ہیں چنانچہ سلطان روم مراد خان بن سلیم خان نے سن نو سو اٹھانوے
 میں منبر عالی سنگ مرمر کا بنوایا تھا۔ اس کی قبر ہفت جوش میں ہے۔ اس کے بعد فضلاء روم
 نے مادہ تاریخ منبر شریف یوں نکالی ہے۔ ”منبر عمر سلطان مراد“

۱۔ سلطان مراد خان کے بعد پھر کسی نے منبر شریف میں تغیر نہیں کیا سوائے ترمیم کے چنانچہ ۱۲۶۳ھ میں سلطان
 عبدالحمید خان بن سلطان محمود خان نے مسجد شریف نبوی کو پھر نئے سرے سے بنوایا مگر منبر شریف اسی حالت میں باقی
 رکھا گیا اور ۱۲۸۲ھ میں شاہ ابن سعود دوم نے مسجد نبوی کی توسیع کی ہے جس میں پاکستان کے سفیر متینہ عرب نے
 بھی بطور مزدور کے کام کر کے سعادت اخروی میں حصہ لیا۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ اسطوانات (ستون) جن سے تبرک تین مندوب مآثور
فصل ہے۔ آٹھ ہیں۔ پہلا اسطوانہ وہ ہے جو محراب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منقل امام
 کے مقام سے دایمی طرف ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر بننے سے پہلے خطبہ شریف ادا فرماتے
 تھے وہ لکڑی جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فراق میں رونی تھی۔ اسی جگہ تھی اور اکثر عمار کے
 نزدیک "اسطوانہ مخلق" اسی کا نام ہے۔ اُسے مخلق اس لئے کہتے ہیں کہ وہ کسی مکہ وہ چیز سے بلوت
 ہو گیا تھا اور اس پر مخلق (عرب کی مشہور خوشبودار لکڑی) تھی۔ بعض اصحاب کامل نصاب آنجناب
 سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی جگہ کو نفل پڑھنے کے لئے استعمال کیا کرتے تھے۔ دوسرا اسطوانہ
 عائشہ رضی اللہ عنہا جس کو اسطوانۃ القرع اور اسطوانۃ الہباحین بھی کہتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے
 مورخ مطری کے کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مخلق نام ہے اور یہ اسطوانہ حجرہ شریفہ اور منبر
 شریف کے درمیان تعمیر اسطوانہ ہے اور روضہ مطہرہ کے درمیان واقع ہے۔ سرور انبیاء صلوات
 اللہ علیہ وسلم تہجیل قبلہ کے بعد ایک مدت تک اسی ستون کی طرف نماز ادا فرمائی۔ اس کے
 بعد جہاں اب محراب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے نقل فرمایا۔ اکابر مہاجرین مثلاً حضرت ابوبکر صدیق
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امثال ان کے رضوان اللہ علیہم اجمعین
 اس ستون کی طرف نماز پڑھتے اور یہیں اجتماع فرماتے۔ طبرانی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت
 کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس ستون کے آگے میری مسجد میں ایک
 ایسی جگہ ہے اگر آدمی اس کی خوبی جان لیں تو بغیر قرعہ ڈالے کسی کو اس جگہ نماز پڑھنا بیعت نہ ہو
 جس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث بیان کی تو ان کی اولاد جماعت صحابہ
 نے کہا کہ وہ جگہ کہاں ہے۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اس کی تعیین نہ فرمائی۔ یہ لوگ ان
 کی حضوری سے باہر آگے اور عبداللہ بن زبیر بن جہش رضی اللہ عنہا کے بھانجے وہیں حاضر ہے
 وہ جماعت اس امید پر مسجد میں بیٹھ گئی کہ وہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے پوچھیں گے
 اور ہم کو بتلائیں گے۔ مثنوی دیر کے بعد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ باہر آئے اور اسی اسطوانہ
 کے قریب دایمی طرف نماز پڑھنے لگے۔ لوگوں نے جان لیا کہ جس جگہ حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم نے خبر دی تھی یہ وہی جگہ ہے اور دُعا اس اسطوانہ کے نزدیک مستجاب ہے۔

تیسرا اسطوانہ قوبہ ہے کہ منیفہ کی طرف سے دوسرا استون ہے اور منبر شریف کی طرف سے چوتھا یہ اسطوانہ عائشہ کے حجرے کی طرف ہے کہتے ہیں کہ اس اسطوانہ اور قبر شریف کے بیس گز کا فاصلہ ہے واللہ اعلم! اس کو اسطوانہ ابی لبابہ بھی کہتے ہیں۔ بعض نقیبائے انصار نے اپنے آپ کو اس اسطوانہ سے باندھا تھا اور ان کی قوبہ و عذر قبول ہوا تھا۔ اصل قصہ یہ ہے کہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ قبیلہ بنی قریظہ کے صاحبِ عہد و پیمان تھے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس گروہ یہود کا محاصرہ کیا اور وہ بمشورہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ نیچے اترے تاکہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے فرمودہ کے مطابق عمل کریں اس حال میں ان کی عورتیں، لڑکے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر گر کر گریہ زاری کی، لڑکے کہتے تھے کہ وہ ان سب کو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے کر جا کر ان کی طرف سے عذر خواہی کرے۔ ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے قبول کیا کہ میں ایسا کروں گا اور اپنی کلام کے درمیان میں ایک ایسی ادا پیل جس کا مفہوم یہی تھا کہ انجام کار تمہارا حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں فوج اور قتل ہے یعنی اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔ یہ بات ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے اذراہ بشریت ان کی حزر و فزع کو دیکھ کر سرنزد ہوئی تھی اس کے بعد انہوں نے جان لیا کہ مجھ سے خدا اور رسول کے حق میں خیانت ہوئی ہے اس عمل کی ندامت اور اس تقصیر کے عذر کے واسطے انہوں نے اپنے آپ کو ایک لکڑی کے ساتھ جو اس اسطوانہ کی جگہ پر تھی بھاسی زنجیر سے باندھ دیا اور دس روز سے زیادہ عرضہ اسی حال میں رہے اور گریہ زاری کرتے رہے۔ ان کے بیٹے اگر ان کو صرف نماز اور قضا حاجت کے وقت کھول دیا کرتے تھے شہتِ جھوک اور کثرتِ گریہ زاری سے ان کی قوتِ شنوائی جواب دے گئی اور قریب تھا کہ مینائی بھی جاتی رہتی اللہ تعالیٰ نے آیہ کریمہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخْلُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ** (اے ایمان والو! اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چوری نہ کرو) اسی شان میں نازل ہوئی حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی تھی کہ میں اس قید سے ہرگز نہ نکلوں گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دست مبارک سے نہ کھولیں گے اور کھانا پینا بھی کچھ نہ کھاول گا یا تو میں اس حالت میں مر جاؤں گا یا میرا گناہ بخشا جائے گا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر پہلے وہ میرے پاس آتا تو میں اس کے واسطے شہداء استغفار بجالاتا۔ بن س نے اپنے آپ کو خدا کے حضور میں باندھ دیا۔

تو جب تک خدا تعالیٰ کا حکم نہ آئے گا میں نہ کھولوں گا۔ یہاں تک کہ ایک صبح ان کے قبولِ توبہ کی آیت شریفہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر نازل ہوئی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشریف لاکر ان کو کھول دیا پھر انہوں نے عہد کیا کہ وہ پھر کبھی وارِ بنو قریظہ میں قدم نہ رکھیں گے۔ اس لئے کہ وہاں ان سے خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں حیثیات واقع ہوئی تھیں۔ بعض روایات میں بعض صحابہ کا بعض تقصیرات سے بندھنا ثابت ہوتا ہے ابن زبائہ محمد بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نوافلِ اسطوانہ توبہ کے قریب ادا فرماتے تھے اور نماز صبح کے بعد بھی اسی جگہ تشریف فرما ہوتے اسی ستون کے گرد ضعیفا مسکین اصحاب اور مؤلفۃ القلاب اصحابِ صفہ مہماناں اور وہ لوگ جن کو سونے کے لئے سوائے اس مسجد کے کہیں جگہ نہ ملتی تھی یہیں بیٹھے رہا کرتے تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہو کر فقراء اور مسکین کے درمیان جلوہ افروز ہوتے اور جس قدر قرآن رات کو نازل ہوتا ان لوگوں کو سنانے اور احکام کی تعلیم دینے ان لوگوں سے باتیں کرتے اور ان کی باتیں سنتے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی هٰذَا النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ الَّذِي اَنْزَلْتَهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ رَاحِمًا لِّلْفُقَرَاءِ وَمُعِيْنًا لِّلضَّعْفَاءِ وَالْمَسْكِيْنِ۔ اے اللہ رحمت نازل فرما اس نبی کریم پر جس کو تو نے سب جہانوں کے لئے رحمت کرنے والا بنا کر بھیجا جو فقیروں پر رحم فرماتے ہیں مسکینوں اور ضعیفوں کے مددگار ہیں اور آفتاب نکلنے کے وقت اغیارِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین حاضر ہوتے مگر مجلس شریف میں بیٹھنے کی جگہ نہیں پاتے تھے تو تالیفِ قلوب کے قصد سے دل مبارک حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان آنے والوں کی طرف بھی کھینچتا تھا۔ فرمان آیا۔ اِضْيِزْ لِنَفْسِكَ مَعَ اَلَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوَةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهُ اِسْنِ ذَاتِ كَرِيْمٍ كَوْنِ لُّوْكَوْں کے ساتھ تھام رکھ جو اپنے رب کو صبحِ شام پکارتے ہیں اور اس کے مُنہ کے طالب ہیں اور کبھی اس اسطوانہ کے قریب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حالتِ اعتکاف میں سریرِ مبارک اور فرش شریف بچھا کر تکیہ فرماتے تھے چوتھا اسطوانہ السریہ ہے جو شباکِ شریف سے ملا ہوا ہے۔ اسطوانہ توبہ سے مشرق کی جانب ہے۔ شاید آپ کا سریر اور حصیر وغیرہ کبھی اسطوانہ کے پاس بچھتا تھا اور کبھی اسطوانہ سے دور لیکن اسطوانہ السریہ اب اسی اسطوانہ کو کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد شریف میں اعتکاف میں ہوتے تھے اور ہر روز حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا سر مبارک جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لنگھی کتنی تھیں اور حضور
پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ٹُرا کے شاخوں کا ایک سر یہ تھا وہ کبھی جگہ اعتکاف پر اور کبھی
درمیان اسطوان اور قنادیل کے بچھتا تھا اور اکثر شب کو چٹائی پر راحت فرماتے اور دن کو پامبارک
کے نیچے ڈال لیتے۔

پانچواں اسطوانہ محرس، اس کو اسطوانہ علی ابن ابی طالب بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کی نماز
پڑھنے کی جگہ اکثر یہی ہوا کرتی تھی۔ نیز وہ راتوں کو اسی جگہ بیٹھ کر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لگائی
وپا سبائی کرتے تھے۔ مطری کہتے ہیں کہ ان کے بیٹھنے کی جگہ اس دروازہ کے مقابل ہے جہاں سے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے مسجد شریف میں تشریف لاتے۔
چھٹا اسطوانہ الوفود ہے جو اسطوانہ المحرس کے پیچھے واقع ہے۔ وفود جمع وفد کی ہے۔ وفد
اس گروہ کو کہتے ہیں جو ایک جگہ سے دوسری جگہ آئیں جب کبھی وفود عرب گرد و نواح سے خدمت
حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اسلام لانے کے لئے آتے تو آپ اکثر اسی اسطوانہ کے
پاس جلوہ فرما ہو کر اپنی نیارت سے ان کو مشرف فرماتے اور صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ
کے گرد و گرد بیٹھتے۔

ساتواں اسطوانہ مریجہ البعیر ہے اس کو مقام جبریل بھی کہتے ہیں اس واسطے کہ حضرت جبریل
علیہ السلام اکثر اسی جگہ وحی پہنچایا کرتے تھے۔ اس اسطوانہ اور اسطوانہ وفود کے درمیان ایک اور
اسطوانہ ہے جو شباک سے بلا ہوا ہے۔ دروازہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اسی جگہ تھا حضور
مجرہ شریف سے برآمد ہونے کے وقت یہاں کھڑے ہو جاتے اور حضرت علیؓ حضرت فاطمہ الزہراؓ
حضرت حسن اور حضرت حسین علیہم السلام کی طرف مخاطب ہو کر فرماتے اَسْلَمَ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ
إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔ بعد علیہ الرحمۃ
فرماتے ہیں کہ اب اس اسطوانہ اور اسطوانہ التریب سے تبرک حاصل کرنے سے لوگ محروم ہیں۔
شاید مراد تہذیب علیہ الرحمۃ گرد و گرد نہ بیٹھ سکا ہو ورنہ ظاہر ہے کہ نصف اسطوانہ السریب مغربی جانب
سے داخل مسجد ہے جہاں نماز ادا کرنا اور بیٹھنا میر ہے۔ اسطوانہ الوفود کا حال بھی یہی ہے وہ مخصوص
معلوم نہیں ہو سکی۔ اتنی توجہ ضرور ہو سکتی ہے کہ اعتکاف حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام

اسطوانہ السریح کے پاس اس جانب کو تھا جو داخل شباک شریف ہے تو گویا اس طرح سے تبرک حاصل کرنے کی محرومی ہے۔ واللہ اعلم!

آنحوال اسطوانہ تہجد ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محراب تہجد جو آج بھی متعین ہے اسی اسطوانہ میں ہے۔ یہ اسطوانہ حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے تجوید مبارک کے پیچھے شمال کی طرف واقع ہے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر رات کو اس جگہ چٹائی بچھا کر نماز تہجد ادا فرمایا کرتے تھے صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ کا اتباع کیا آپ نے اجتماع اور کثرت و اشوہام کو ملاحظہ فرما کر حکم دیا کہ چٹائی لپیٹ کر اندر سے جاؤ۔ صبح کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ یہاں پر ہر شب نماز ادا فرماتے تھے ہم بھی آپ کا اتباع کرتے تھے اور اس سعادت سے شرف حاصل کرتے تھے فرمایا کہ میں اس بات سے ڈرا کہ کہیں تم پر یہ نماز فرض نہ ہو جائے اور تم اس کے بجالانے میں کوتاہی کرو۔ مسجد شریف سے ان سب اسطوانات کا حال ہے جو لقیہ سارے اسطوانات مسجد سے فضل اور شرف رکھتے ہیں ورنہ سارے ستون اور ساری مسجد متبرک ہے اور کوئی بھی اسطوانہ ایسا نہیں جہاں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نماز نہ پڑھی ہو۔ صحیح بخاری میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیکھتا تھا کہ وہ مغرب کے وقت ان میں سے ہر ایک ایک ایک اسطوانہ سے مبارزت کرتا تھا اور رُوْحَنَہُ مِنْ رِیَاحِ الْجَنَّةِ میں بعض اسطوانات پر ان کا نام بھی لکھا ہوا ہے۔ چنانچہ اسطوانہ ابی بکر۔ عمر و عثمان و علی و اسطوانہ سعید بن زید بن عباس لیکن آخری دو اسطوانات کی بابت تاریخ سید علیہ الرحمۃ میں واقع کچھ نہیں ہوا۔ واللہ اعلم!

صفہ مسجد و اصحاب صفہ کے متعلق قاضی غیاث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ صفہ بضم صاد فصل مہملہ و اذنام فایہ ایک سایہ دار جگہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پائنتی میں تھی۔ جہاں فقہار و مساکین صحابہ رہتے تھے ان حضرات کے پاس نہ مال و منال نہ اہل و عیال تھا۔ اس مکان کی نسبت سے انہیں اصحاب صفہ کہتے ہیں۔ ذمبی نقل کرتے ہیں کہ تحویل سے قبل قبلہ مسجد شریف کے شمالی جانب تھا۔ جب تحویل ہو گئی احاطہ قبلہ اول کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔

تاکہ فقراء و مساکین رہائش رکھیں۔ اصحابِ صفۃ کبھی بسبب خروج یا تنہا مسافرت کے کم اور کبھی زیادہ بھی ہو جاتے۔ حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے تخلیہ میں اصحابِ صفۃ کے سوسے زیادہ نام شمار کئے ہیں۔ یہ حضرات رات کو بھی اسی مسجد شریف میں سوتے تھے کیونکہ ان کے سوائے مسجد شریف کے سوا اور کوئی جگہ نہیں تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مطابق حکم الہی وَاَصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّہُمْ الخ (یعنی محبوب اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ شامل رکھ جو اپنے رب کو پکارتے ہیں الخ) ان سے مجلس خاص اور محبت مخصوص رکھتے تھے۔

دلا خوش باش کاں سلطان دیں را

بدرویشاں و مسکیناں سرے بہست

بسا اوقات یہ حضرات شدتِ محبوب کی وجہ سے در اظہر سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑ جاتے۔ آنے جانے والے لوگ خیال کرتے کہ یہ دیوانے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف فرما کر تسلی و تشفی دیتے اور فرماتے کہ تم لوگ میرے ساتھ ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے قدر و مرتبہ کو پہچانتے کہ تمہاری قدر کتنی ہے تو تم ضرور فقر و فاقہ کو دوست رکھتے اور کبھی ایک دو کو غنی صحابہ کے سپرد بھی فرما دیتے تاکہ وہ ان کے مہمان ہوں اور جو باقی بچتے۔ ان کو اپنے ساتھ شریک فرما لیتے اور صدقات سے جو کچھ حاصل ہوتا ان کے حوالے فرما دیتے اور بدیلوں میں بھی ان کے حصے نکالتے تھے۔ ان کو مسلمانوں کے مہمان کے نام سے بھی مہموم کیا جاتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ اصحابِ صفۃ سے ہیں روایت کرتے ہیں کہ میں نے ستر آدمی اصحابِ صفۃ کے دیکھے کہ ان میں سے کسی کے پاس سوائے ایک زار کے وہ بھی نصف پنڈلی تک پیسہ ہی نہ تھی اور کچھ بھی پہننے کو نہ تھا۔ سجدہ کرتے وقت وہ اس کو سمیٹ لیتے تھے تاکہ کشفِ برہنگی نہ ہو۔ ایک اور روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ شدتِ محبوب کی وجہ سے مجھے پیٹ پر پتھر بھی باندھنا پڑتا اور جگر کو زہین پر پکنا پڑتا یہاں تک کہ ایک دن میں راستہ میں بیٹھا ہوا تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس راہ سے گذرے میں نے قرآن پاک کی ایک آیت پڑھی تاکہ وہ توبہ فرمائیں۔ انہوں نے التفات نہ فرمایا اور چل دیئے اس کے بعد ابوالقاسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گذرے جب آپ نے مجھے

اس حال میں دیکھا تو مسکرائے، فرمایا۔ ابوبریرہ، میں نے کہا۔ بے نیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا اوھر آ۔ میں اُٹھ کھڑا ہوا اور آپ کے پیچھے حجرہ شریف تک گیا۔ حضور سر و کفایت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں دودھ کا ایک پیالہ بدریہ کے طور پر لایا گیا۔ آپ نے فرمایا جا اور اصحاب صفہ کو بلا لا۔ میں دل میں کہتا تھا کہ یہ دودھ زیادہ تو نہیں ہے کہ اصحاب صفہ کو دعوت دی جا رہی ہے۔ یہ تو مجھے دیدیا جائے تو میں ہی پی لوں اور کچھ وقت آرام سے گزرا۔ خیر میں اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چارہ نہیں تھا۔ میں اصحاب صفہ کے پاس گیا ان کو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے آیا۔ سب کے سب لوگ آگئے۔ بیت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جہاں جہاں کسی کو جگہ ملی بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا۔ ابوبریرہ، میں نے کہا۔ بے نیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا۔ شیر کا پیالہ اٹھا کر دودھ کو تقسیم کرو۔ میں نے پیالہ اٹھایا اور اصحاب صفہ کو دیا۔ سب نے سیر تو کر لی بھی لیا اور دودھ بھی کچھ کم نہ ہوا۔ اس کے بعد پیالہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا اب ہم اور تم باقی رہ گئے ہیں اور بس میں نے عرض کیا صَدَقْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔ پھر فرمایا بیٹھ جتنی تیری بھوک ہو کھا۔ میں نے بھی جتنا پی سکتا تھا پیا اور باقی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واپس دیدیا آپ نے خطبہ شکر حق تعالیٰ پر پڑھا اور باقی پیالے والا دودھ نوش فرمایا۔ واقعہ نکتہ نظام بھی اصحاب صفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں واقع ہوا جس کو ابوبریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں اور بھی کئی روایات میں آیا ہے ہر ایک انصاری اپنے ذہن خرام سے ایک ایک خوشہ لاتے تھے اور سب خوشوں کو ایک رستی سے باندھ کر مسجد شریف کے دو سطوانوں کے درمیان لٹکوا دیئے اور ان کے نیچے اصحاب صفہ کو بیٹھا کر خوشوں کو لکڑی سے جھاڑتے تھے تاکہ بے تکلف ہو کر کھائیں۔ ایک روز ایک آدمی نے ایک خراب خوشہ لاکر لٹکا دیا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اگر اس صدقہ کا مالک اس سے اچھے خوشے لاتا تو ہو بھی سکتا تھا لیکن اس نے قیامت کے دن اچھے میوے کھانے پسند نہ کئے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

سید انبیاء سلوۃ اللہ علیہ وسلم نے بوقت بنائے مسجد شریف دو حجروں کی بھی بنیاد ڈالی تھی

فصل کیونکہ اس وقت ازواج مطہرات صرف دو ہی تھیں ایک حضرت سوزہ دوسری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما تھیں۔ اس کے بعد جتنی ازواج مطہرات بڑھتی گئیں۔ ہر ایک کے لئے ایک ایک حجرہ تیار ہوتا گیا۔ حارث بن نعمان انصاری کا گھر مسجد شریف کے قریب تھا۔ کچھ ایام کے بعد اس نے تمام مکانات سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نذر کر دیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکثر مکانات دیار عرب کے رواج کے مطابق شاخوں سے خرمہ اور بالوں کے بٹنے ہوئے پکڑے سے تھے۔ دروازوں پر بھی بالوں والے پکڑے لگے تھے۔ تمام مکانات مشرق اور شام کی جانب تھے اور مسجد شریف کی غریب جانب کوئی مکان نہ تھا۔ بعض کچی اینٹوں سے بھی بنے ہوئے ہوتے تھے۔ ہر مکان میں ایک حجرہ نما کی شاخوں سے تھا جس پر کھل کیا گیا تھا۔ اکثر مکانات کے دروازے مسجد کی جانب ہوتے تھے۔ چھتوں کی بلندی ایک قد آدم اور ایک ہاتھ تھی اس سے زیادہ نہ تھی۔

فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کا مکان اسی جگہ تھا جہاں اب ان کی قبر شریف ہے۔ ان کے مکان اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان شریف کے درمیان ایک کھڑکی تھی جس کو خوئے کہتے تھے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر اوقات یہیں سے آتے جاتے تھے ہر دفعہ برآمد ہونے وقت خیر حضرت جناب ولایت مآب اور جناب سیدہ اور جناب حنین سلام اللہ علیہم کی بابت پوچھتے تھے۔ ایک دفعہ آدمی رات کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس طرف سے آئیں ان کے اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے درمیان اسی خوئے کے متعلق کسی قسم کی گفتگو ہو گئی۔ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کر کے اس خوئے کو بند کروا دیا۔

طبرانی ابی ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفرے تشریف لاتے تو پہلے مسجد شریف میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے۔ اس کے حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے۔ ان کا حال پوچھتے اس کے بعد حجرات ازواج مطہرات میں رزق افراز ہوتے۔ حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے گھر تشریف لائے ہم نے آپ کے واسطے کھانا تیار کیا۔ اہم امین نے ہمیں تمھارا سا دودھ بھیجا تھا وہ بھی حاضر کیا آپ نے طعام

نوش فرمایا اور دودھ پیا۔ میں نے آپ کے دست مبارک دھلوائے۔ آپ نے دست مبارک چہرے اور محاسن شریف پر پھیرے اور دعا کی۔ اس کے بعد مسجد میں چلے گئے اور رونا شروع کیا۔ ہم لوگ بہت سے کچھ دریافت نہ کر سکے اتنے میں حسین علیہ السلام آپ کی پشت پر گر کر رونے لگے آپ ان کا رونا ملاحظہ فرما کر اپنا رونا بھول گئے اور ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے **يَا بَنِي اُمَّتٍ وَاَمَحِي يَا حُسَيْنِ** یعنی اے حسین میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں تم کیوں روتے ہو۔ انہوں نے عرض کی آبا جان! ہم نے آپ کو ایسا روتے کبھی نہیں دیکھا۔ آج آپ کیوں روتے ہیں فرمایا اے فرزند میں آج تمہارے فرحت حال سے خوش ہوا ہوں کہ ایسا کبھی خوش نہیں ہوا۔ جبریل اللہ تعالیٰ سے پیغام لایا ہے کہ میری امت تم کو غربت اور کربت کی حالت میں شہید کرے گی۔ یہ خبر سن کر میں نے دعا کی کہ دنیا میں یہ مصیبت اُن پر ہے تو ہو مگر آخرت ان کی بخیر کرنا۔

ابتداء میں بعض اصحاب کے گھروں کے دروازے اور راستے مسجد شریف کی طرف تھے۔

فصل آخر الامر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کے حکم سے سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازے کے باقی سب دروازے بند کرادے۔ صحیح احادیث میں کئی طریقوں سے آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایام مرض میں کہ رحلت سے کئی ایک روز قبل منبر پر تشریف فرما ہو کر ایک خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ حضرت رب العزت نے اپنے بندوں میں سے ایک بندہ کو اختیار دیا ہے کہ اگر وہ چاہے تو دنیا میں رہے اور اگر چاہے حور اقدس کی جانب نقل کرے۔ اس بندہ نے بھی مولا کے پاس جانا منظور کیا ہے جتنے اصحاب موجود تھے ان میں سے کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ آپ کس بندے کا ذکر فرماتے ہیں سوائے خلیفہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ یہ سنتے ہی فورا رونے بیٹھ گئے اور سمجھ گئے کہ آپ اپنے حال کی خبر دے رہے ہیں آپ کا سفر آخرت قریب پہنچ چکا ہے۔ اس کے بعد حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ سب آدمیوں میں سے مجھ پر بدل اور مدد کرنے والا مال سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے۔ اگر میں سوائے خدا کے کسی کو اپنا خلیل بنانا تو ابوبکر صدیق کو بنانا لیکن آخرت اسلام باقی ہے۔ مسجد کی طرف جتنے دروازے ہیں سب سوائے دروازہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بند کر دو اور فرمایا سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خوشہ کے کوئی خوشہ نہ پھورو۔ خوشہ وہ طاقتور ہے جو

دیوار میں روشنی کے لئے رکھتے ہیں۔ اگر تخریب پانہتی کو واقع ہو تو اس سے آمد و رفت بند ہو سکتی ہے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نحو اسی طرح کا تھا کہ جس سے اکثر مسجد شریف میں گتے تھے۔ بعض احادیث میں اس پر لفظ باب کا بھی واقع ہوا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دروازہ مسجد کی طرف واقع نہ تھا۔ علمائے اہل سنت و الجماعت کو اس حدیث سے تمسک ہے اور فضل ابو بکر رضی اللہ عنہ پر سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اگر اجازت ہو تو میں اپنے گھر میں ایک سوراخ رکھوں تاکہ آپ کو برآمد ہونے دولت سراسے دیکھ لیا کروں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ایک سوئی کے ناقہ کے برابر چاہو تو بھی روانہ رکھو گا۔ اسی اثنا میں بعض لوگوں نے کہا کہ اپنے دوست کا دروازہ کھول دیا اور سب کے دروازے بند کر دیئے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں نے یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا ہے اپنی طرف سے نہیں کیا۔ اس میں نور دیکھتا ہوں مگر دوسروں کے دروازوں پر ظلمت۔ بعض علمائے تاولیہ و تاولیہ کیا ہے کہ اس حدیث سے ظاہر مراد نہیں ہے بلکہ باب سے مراد باب خلافت ہے اور دوسروں کے دروازوں کو بند کر دینا یہ منع طلب خلافت سے کنایہ ہے۔ ورنہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کوئی گھر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر نہ تھا۔ بلکہ ان کا ایک گھر تو عوالیٰ مدینہ مبارک میں تھا اور دوسرا بقیع میں۔ یہ سخن بتکلفی کا نہیں۔ اس بات کے متعلق جو کہتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکانات ان کی بیویوں کی تعداد کے برابر تھے اور جس مکان کے دروازے کھلے سنے کا حکم دیا گیا تھا وہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب تھا اور باب السلام اور باب الرحمتہ کے درمیان تھا۔ آپ نے کسی وقت اس مکان کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس چار ہزار درہم کو بیچ کر وہ رقم ایک قوم پر خرچ کر دی جو آپ کے پاس کہیں سے آئی تھی۔ شیخ ابن حجر عسقلانی شرح صحیح بخاری میں نقل کرتے ہیں کہ اس بارہ میں اور احادیث بھی منقول ہیں جن کا ظاہر احادیث مذکورہ کا مخالف ہے۔ ازاں جگہ احادیث کے ایک حدیث سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی ہے۔ وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوائے دروازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سب دروازے بند کر دیئے کا حکم فرمایا تھا۔ اس حدیث کو احمد و نسائی نے بیان کیا ہے اور اس کی اسناد قوی ہیں اور طبرانی اوسط میں ثقات اسناد سے نقل کرتے ہیں کہ سارے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

رضوان اللہ علیہم اجمعین جمع ہو کر آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے سب دروازے بند کر دیئے مگر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دروازہ کھلا فرما دیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے نہ بند کیا ہے اور نہ میں نے کھولا ہے۔ خدا نے بند کیا ہے اور خدا نے کھولا ہے۔ مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں سب دروازے سوائے دروازہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بند کر دوں کہ ان کا دروازہ مجھ ہی میں تھا اور دوسری راہ نہ تھی یہاں تک کہ حالت جنابت کے بھی اسی راہ سے آتے جلتے تھے امام احمد ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگوں میں سے بہترین آدمی ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سمجھتے تھے۔

مواہب الدنیہ بخاری شریف سے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ہم زبان رحمت نشان سرحد ایں جہاں واں جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کو اور ان کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کو بہترین امت سمجھتے تھے ان تین حضرات کے برابر ہم کسی کو نہیں سمجھتے تھے انتہی، اور سید علیہ الرحمۃ نے فقط حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو ذکر کیا ہے اور صرف اتنا زیادہ کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو تین ایسی فضیلتیں دی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک فضیلت بھی مجھ میں ہوتی تو میں اپنے آپ کو دنیا و مافیہا سے بہتر جانتا۔

۱۔ پہلی یہ کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی صاحبزادی ان کے نکاح میں دی اور ان سے اولاد ہوئی۔

۲۔ دوسری یہ کہ سب کے دروازے بند کر دینے کا حکم ہوا سوائے ان کے دروازہ کے۔

۳۔ تیسری یہ کہ جنگ خیبر کے دن مجنڈا ان کے ہاتھ میں دیا گیا اور امام نسائی بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بوجھا گیا کہ تم حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما کے حق میں کیا کہتے ہو تو انہوں نے یہی کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق کچھ نہ بوجھو اور ان کو کسی پر قیاس نہ کرو دیکھو ان کی قدر و منزلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک کتنی ہے کہ ہم سب کے دروازے بند کر دینے کا حکم ہوا سوائے دروازہ علی رضی اللہ عنہ۔

شیخ ابن حجر کہتے ہیں کہ ان احادیث سے ہر ایک حجت اور قبول کے لائق ہے۔ علی الخصوص جبکہ بعض طریق کی بعض سے تائید اور تقویت ہوتی ہے اور یہ بھی ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن جوزی نے اس حدیث کو جو شان علی المرتضیٰ سلام اللہ علیہ میں وارد ہوتی ہے مضموعات میں لکھا ہے اور اس کے بعض طرق پر کلام کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مخالف اس حدیث صحیح کے ہے جو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے باب میں وارد ہے۔ غالباً رافضیوں نے اس کو اس حدیث کے معاوضہ میں وضع کیا ہے۔ اور یہ بھی شیخ ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن جوزی سے اس باب میں خطائے شنیع ہوئی ہے کہ اس حدیث کو فقط تو ہم ہی سے بعارضہ وضع و افتراء منسوب کیا ہے۔ اس حدیث کے بہت طرق ہیں بعض صحیح اور احسن کے درجے کو پہنچے ہیں اور یہ حدیث، حدیث ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے معارض نہیں ہے۔ ان دونوں حدیثوں کے درمیان جمع اور توفیق ثابت ہے اور برآز اپنی مسند میں اس کو لائے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حدیث علی رضی اللہ عنہ اہل کوفہ سے ہے اور حدیث ابی بکر رضی اللہ عنہ روایات اہل مدینہ سے ہے اور حاصل وجہ توفیق یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مد البواب کا حکم دیا تو باب علی رضی اللہ عنہ کو اس سے متشکی کیا ہوگا۔ اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر کا دروازہ مسجد ہی کی طرف تھا اور اس کے سوا کوئی راہ آنے جانے کی نہیں تھی اور اس کا مویہ وہ حدیث ہے جو امام ترمذی حدیث ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی سلام اللہ علیہ سے فرمایا کہ حالت جنابت میں کوئی شخص اس مسجد میں نہ آوے سوائے میرے اور تیرے کے اس وقت سوائے باب علی رضی اللہ عنہ کے سارے دروازے بند کرادیئے اور دوسرے وقت ٹخوں اور سوراخوں کے بند کرنے کا حکم دیا۔ اس وقت سارے اصحاب میں ابی بکر رضی اللہ عنہ کا اشتہار کیا۔ اس واسطے کہ ان کا کوئی ایسا دروازہ نہ تھا کہ جن کی راہ مسجد کی طرف ہو جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا۔ ان کا فقط ایک دریچہ مسجد کی طرف تھا جیسا کہ علمائے سیر اور تاریخ نے تحقیق کی ہے اور طحاوی نے مشکل الآثار کلابادی نے معانی الانبا میں اسی توجہ کے ساتھ توفیق دی انتہی۔ سید علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ جو چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قضیہ فتح باب علی رضی اللہ علیہ مقدم ہے، یہ ہے کہ ابن زبائہ نقل کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دروازوں کے

بند کرنے کا حکم دیا۔ سوائے دروازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تو سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ حضور حضرت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور ان کی آنکھوں میں آنسو تھے اور یہ کہتے تھے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے اپنے چچا کو باہر پھینکا اور چچا کے بیٹے کو اندر بلایا، تو آپ نے فرمایا: چچا میں مامور ہوں مجھے اس امر میں اختیار نہیں اس روایت میں ذکر سید الشہداء رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قضیہ فتح باب علی رضی اللہ عنہ پہلے ہے۔ اس لئے کہ قضیہ فتح نوخر ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض موت میں واقع ہے اور شہادت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ غزوہ اُحُد میں ہوئی۔ سید علیہ الرحمۃ نے فتح باب علی کو بہت احادیث سے کئی طرح سے ثابت کیا ہے اور ان سب احادیث میں سے ابن زبالہ اور یحییٰ ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مسجد شریف میں بیٹھے تھے کہ یکایک منادی والے نے ندا دی **يَا أَيُّهَا النَّاسُ سَدُّوا أَبْوَابَكُمْ** (اے لوگو اپنے دروازوں کو بند کرو) یہ منادی سن کر سب کے سب چوکنے ہو گئے لیکن کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ اٹھا۔ پھر دوسری ندا آئی **يَا أَيُّهَا النَّاسُ سَدُّوا أَبْوَابَكُمْ قَبْلَ أَنْ يُنْزَلَ الْعَذَابُ** (اے لوگو اپنے اپنے دروازوں کو بند کرو عذاب کے نازل ہونے سے پہلے) سب آدمی نکل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دوڑے حضرت علی المرتضیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر کھڑے ہو گئے تو آپ نے علی المرتضیٰ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تو کیوں کھڑا ہے جا اپنے گھر میں بیٹھ اور اپنے گھر کے دروازے کو بند ستور رکھ۔ اس بات کے سننے سے لوگوں کے دلوں میں کچھ درپن نہ گیا اور آپس میں کچھ گفتگو کرنے لگے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غصہ آیا آپ منبر پر تشریف لے گئے اور حمد و ثناء الہی جل شانہ کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ تو ایک مسجد بنا جو موقوف بصفہ طہارت ہو اور اس میں سوائے میرے اور ہارون علیہ السلام اور ان کے دونوں بیٹوں کے کوئی نہ رہے جن کا نام شہر و شہیر ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی بھیجی کہ میں بھی ایک مسجد بناؤں اور اس میں سوائے میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے کوئی نہ رہے اور علی کے دو بیٹوں حسن و حسین سلام اللہ علیہما ہیں۔ پس میں نے مدینہ آکر مسجد بنائی مجھ کو مدینے آنے اور

مسجد بنانے میں کچھ اختیار نہ تھا۔ میں وہی کام کرتا ہوں کہ جس کا مجھے حکم آتا ہے اور میں سوائے اللہ کے جتلاؤں اور کچھ نہیں جانتا پس میں ناقد پر سوار ہوا اور باہر آیا اور قبائل انصار میرے آگے آئے تاکہ میں ان کے یہاں اُتروں میں ان کے کہنے سے نہیں اُترا اور میں نے کہا میری ناقد کو نہ روکو وہ مامور ہے جہاں بیٹھ جائے گی وہاں اُتروں گا اور وہیں میرے رہنے کی جگہ ہوگی۔ خدا کی قسم ہے کہ دروازوں کو نہ میں نے بند کیا ہے اور نہ میں نے کھولا ہے اور علی رضی اللہ عنہ کو میں اندر نہیں لایا۔ اس کو خدا اندر لایا ہے میں اس میں کیا کروں؟ اور حق یہ ہے کہ حدیث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بہ سبب صحت کے قبول کرنا واجب ہے اور حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کثرت طرق سے انکار نہیں ہو سکتا۔ پس دونوں قضیے حق ہیں اور وجہ توفیق وہی ہے جو ہم نے بیان کر دی جیسا شیخ ابن حجر نے علماے حدیث سے نقل کیا ہے و باللہ التوفیق وسیدم از منہ التحقیق۔

سألوں باب

بیان اُن تغیرات اور زیادات کا جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے بعد مسجدِ نبوی میں آئے اور اُمراء و سلاطین

سے ظاہر ہوئے اور اُن کے اوضاع اور احاطہ کا اختصار اور اجمال !

بعد از زمان رحمت نشان سرورِ ایں جہاں و اں جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجدِ نبوی شریف میں سب سے پہلے زیادتی اور توسیع حضرت امیر المومنین سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمائی۔ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یا تو فرصت نہ ملی یا انہوں نے اس میں مصالحت نہ سمجھی کہ مسجدِ نبوی شریف کو تغیر دیتے، ان کے وقت میں اتنی بات البتہ ضرور ہوتی کہ بعض گریے ہوئے ستونوں کو اسی جنس کی شاخوں سے تبدیل فرمایا۔ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ چونکہ اس باب میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اشارہ پا چکے تھے،

انہوں نے سلسلہ میں مسجد شریف کو قبلہ اور مغرب کی جانب بڑھایا مگر مشرقی جانب ویسے ہی رہنے دیا کیونکہ اس جانب حجرات اقبہات المؤمنین رضی اللہ عنہم تھے۔ جانب قبلہ سے بطرف شام ایک سو چالیس گز اور شرقاً غرباً ایک سو بیس گز تک کی وسعت کی۔ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ سنتا کہ مسجد کی وسعت کرنا تو میں مسجد کو ہرگز نہ بڑھاتا اگر وہ لوگوں پر تنگ بھی کیوں نہ ہوتی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی مسجد شریف کی تعمیر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیر کی طرح کچی اینٹوں اور خرما کی شاخوں اور لکڑی سے بنائی نقل ہے کہ مکان حضرت عباس رضی اللہ عنہ مسجد شریف کے پاس تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ مسجد مسلمانوں پر تنگ ہے میں اسے وسیع کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے ایک طرف حجرات اقبہات المؤمنین ہیں اور دوسری جانب آپ کا مکان ہے۔ حجرات اقبہات المؤمنین کو اکثر نامیری مجال نہیں ہے رہا آپ کا گھر یا آپ اس کو فروخت کر ڈالیں۔ اس کی جو قیمت آپ چاہیں بیت المال سے ادا کروں یا اس کے عوض جو مکان مدینہ میں جس جگہ آپ کو پسند ہو دوں یا اس مکان کو مسلمانوں پر تصدق کر دیں۔ بہر حال ان تینوں میں سے ایک آپ کو ضرور پسند کرنی چاہیے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا لا واللہ خدا کی قسم میں ایک بھی نہیں پسند کروں گا۔ کیونکہ یہ وہ مکان ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے واسطے مجدا اور انتخاب فرمائی تھی ناچار حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو انہوں نے رفع مناصحت کے لئے حکم کیا انہوں نے ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پڑھی جو یہ ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ تو میرے لئے ایک ایسا گھر بنا جس میں لوگ میری یاد کریں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی بنیاد ڈالی ناگاہ بنائے عمارت مسجد شریف کے خط کی سیدھ میں ایک اسرائیلی کا گھر آتا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے صاحب خانہ سے کہا کہ تم اس گھر کو ہمارے ہاتھ پر بیچ ڈال اس نے بالکل قبول نہ کیا اور کسی قیمت پر نہ مانا۔ داؤد علیہ السلام نے اپنے دل میں یہ ٹھان لی کہ جس طرح بھی اس اسرائیلی سے یہ گھر لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے داؤد علیہ السلام میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ تو ایک ایسا گھر بنا کہ اس میں لوگ

میری عبادت کریں مگر تو آدمیوں کا گھر غضب کرنے لگا۔ تیری عقوبت یہ ہے کہ تو اس گھر کو نہ بنا۔ داؤد علیہ السلام نے عرض کی کہ خداوند بھلا میری اولاد میں سے کسی کو توفیق دے کہ اس بنا کو تمام کرے۔ پس حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس بنا کو تمام کیا۔ جس وقت حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث پڑھی تو پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس گھر کی بابت کچھ عرض نہ کیا۔ بعد ازاں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اس مکان کو مسلمانوں پر تصدیق کیا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مکان کو داخل مسجد کر دیا۔ ایک دوسرا مکان حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا اسی گھر کے پاس تھا اس کا نصف حصہ ایک لاکھ درہم کو خرید کر مسجد شریف میں داخل کر دیا اور اس کا دوسرا نصف حصہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت مسجد میں داخل ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد شریف کی پابندی بجانب شقی پر ایک چوترا بنوایا جس کا نام بطحا رکھا تا کہ جس کا جی چاہے شعر پڑھے یا کوئی بلند آواز سے کوئی بات کرے تو وہاں جا کر انجام دے مگر مسجد شریف میں باتیں نہ کرے اور شعر بھی نہ پڑھے۔ ایک دن دو آدمی مسجد شریف میں بلند باتیں کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا دیکھو تو یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ یہ طائف کے لوگ ہیں۔ فرمایا اگر یہ لوگ غریب الوطن اور مسافر نہ ہوتے تو اپنی سزا کو پہنچتے کہ مسجد پیغمبر ہے اس میں آواز بلند کرنا جائز نہیں اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے گزرے وہ مسجد میں بیٹھے شعر پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف تیز نگاہ کی۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم کیا دیکھتے ہو اے امیر المؤمنین! میں نے اس شخص کے سامنے شعر پڑھا ہے جو تم سے بہتر تھا یعنی سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حاضر تھے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ادھر منہ کر کے کہا اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں تجھے خدا کی قسم دے کہ اوچھتا ہوں کہ تو نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے اَللّٰهُمَّ اَبْدِ حَسَنًا بِرُوحِ الْقُدُسِ (اے اللہ حسان کی تائید روح القدس سے کر) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اَللّٰهُمَّ لَعَنَ لِعْنِیْ ہَا اِلَیْہِ فَرَاتَی تَحْہِیَا کہ تیرا تباہ

فائدہ مسجد میں ایسے شعر پڑھنا حرام ہے جو شعر جاہلیت اور اہل بطالت کے ہوں اور جو کذب زور پر مشتمل ہوں، وگرنہ ترمذی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد میں منبر رکھتے تھے کہ وہ اس پر کھڑے ہو کر کفار کی ہجو بیان کریں اور کلام فیصل و ضابطہ اس جگہ وہ حدیث ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا الشعر کلام حسنہ حسنہ دَقِیْقَۃٌ قَدِیْحٌ (یعنی شعر اچھا کلام ہے اور بُرا و حقیقت بُرا ہے)

دوسری مرتبہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مسجد شریف کو بڑھایا اور حضرت عمر کی زیادتی سے بھی اور زیادہ وسیع کی۔ آپ نے دیواریں اور ستون منقش پتھر کے اور چھت سانج کی لکڑی سے بنوائی اور پہلی بنا جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک کی تھی اور حضرت عمر نے جو وسعت فرمائی تھی، دونوں کو گرا کر ستونوں کو لوہے اور سیسے سے عموماً مضبوط کر لیا اور زیادہ تر زیادتی شامی جانب سے کر لی جو مسجد کا شمالی حصہ ہے اور قبلہ اور مغرب کی جانب سے بہت کم مشرقی جانب سے حجرات مقدسہ کی حرمت کی وجہ سے اسے اپنے حال پر رہنے دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس عمارت مبارک کو ماہ ربیع الاول سن اسیس ہجری میں شروع ہوئی اور محرم سن میں مکمل ہوئی۔ پس مدت عمارت دس ماہ ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ مدت عمارت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کے سن خلافت کے اخیر سال تک تھی یعنی پینتالیس ہجری میں ختم ہوئی مگر مشہور قول اول ہے اور صحیح مسلم میں آیا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بنائے مسجد شریف کا ارادہ ظاہر فرمایا تو لوگوں میں اس بات کا انکار شروع ہو گیا۔ آپ نے فرمایا میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ مَنْ بَنَى مَسْجِدًا لِلَّهِ بَنَى بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ یعنی جو اللہ تعالیٰ کے لئے مسجد بناوے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک گھر جنت میں بناتا ہے۔ غالباً لوگوں کا انکار بوجہ گرانے بنائے اول اور استعمال پتھر منقوشہ کے لئے تھا نہ دراصل زیادتی مسجد اور پر فضائی کے لئے تھا چنانچہ حضرت عمر نے بھی ضرور یہ کیا تھا کیونکہ دراصل زیادت کا حکم اجازت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوا تھا۔ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر

اس مسجد کو صنعا میں تک بھی کیوں نہ بڑھایا جائے تو وہ مسجد ہی میری ہے۔
نقل ہے کہ جب ۲۲ھ میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ منہ خلافت پر متمکن
ہوئے تو لوگوں نے مسجد کی اس تنگی کی شکایت کی جو جمعہ کے روز واقع ہوئی تھی حضرت عثمان
نے اس بارہ میں اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جو اہل فتویٰ اور اصحاب رائے تھے
مشورہ کیا، اجتماع منعقد ہوا۔ آپ نے منبر پر چڑھ کر اس مضمون میں خطبہ پڑھا اور حدیث نبوی
اور قول سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور اجماع صحابہ سے تسک کرتے ہوئے لوگوں کے ذہنوں سے تبتہا
کو زائل کیا۔ پھر عمال کو طلب کیا اور بنائے مسجد شروع کی۔ آپ خود بھی کام کرتے تھے باوجود صلہ الرحمہ
اور قائم الدلیل ہونے کے بھی مسجد سے باہر نہ نکلتے تھے۔ ابن ابی شیبہ نقل کرتے ہیں کہ کعب بن احبار
رضی اللہ عنہ بنائے مسجد کے وقت کہتے تھے کہ کاش یہ عمارت تمام نہ ہو۔ ایک طرف سے یہ بنے
اور دوسری طرف سے گر پڑے۔ لوگوں نے پوچھا ابا اسحاق تم ایسی باتیں کیوں کہتے ہو کیا تم نے یہ
حدیث نہیں سنی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اس مسجد میں ایک نماز ادا کرنا دوسری
مسجد کی ہزار نماز سے افضل ہے سوائے مسجد الحرام کے انہوں نے کہا ہاں میں اب بھی اس عقیدے
پر ہوں مگر اس عمارت کی تکمیل پر آسمان سے ایک فتنہ نازل ہوتا ہے کہ اس فتنے اور درمیان زمین
کے ایک بالشت فرق باقی ہے اور اس فتنہ کا زمین پر گرنا اس عمارت کی تکمیل پر ہے۔ ادھر یہ
عمار ت نام ہوگی ادھر فتنہ نازل ہوگا۔ لوگوں نے پوچھا وہ فتنہ کیا ہے انہوں نے یہ کہا کہ اس
شیخ ابھی قتل عثمان رضی اللہ عنہ واقع ہونا ہے ایک شخص نے پوچھا کہ عثمان کا قتل مثل قتل عمر
ہے انہوں نے کہا نہیں بلکہ اس سے سو ہزار حصہ زیادہ ہے۔ اس کے بعد عدنان سے روم تک
قتل ہی قتل اور ہلاک ہی ہلاک ہوگا۔ شاید حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ نے اشارہ اس بات
کی طرف فرمایا ہے کہ بعض لوگوں کے دلوں میں پہلے سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے کچھ
عداوت تھی اور بد م بنائے مسجد سے اور زیادہ ہو گئی اور وہ لوگ فتنہ انگیزی کرنے کو امام مسجد
شریف کے منظر تھے۔ اس کے بعد جیسا فتنہ انہوں نے اٹھایا ظاہر ہے اور آخر عداوت میں
مردانہ میں جو قتل و فساد اور قتال کشت و خون کثرت سے ظاہر ہوا۔ اس کا بھی سبب قوی قتل
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و ارادہ انتقام تھا چنانچہ سیاق بیان واقعہ حرہ وغیرہ میں کچھ اشارہ بیان

ہو چکا ہے۔ واللہ اعلم!

تیسری مرتبہ مسجد نبوی میں تغیر اور نیافتی ولید بن عبد الملک بن مروان نے کی اس سے پہلے کسی خلیفہ یا امراء زمان میں سے عمارت عثمانی میں دخل نہیں دیا۔ اس وقت ولید کی طرف سے عمر بن عبد العزیز عامل مدینہ مقرر تھے۔ ولید نے ان کو بکھا کہ مسجد شریف کے گرد جس کا گھر واقع ہو اس سے مولے اور جو بیچنے سے انکار کرے اس کا گھر گرا دے اور اس کے بدلہ میں کچھ مال دے اگر مال بھی نہ دے تو گھر بھی جھین لے اور مال فقراء کو دیدے۔ حجرات ازواج پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی مسجد میں داخل کر دے۔ عمر بن عبد العزیز نے اس کے بکھنے کے موافق عمل کیا اور حجرات اہبات المؤمنین کو گرا کر مسجد شریف میں داخل کر دیا۔ کہتے ہیں کہ جس دن ولید کا یہ حکم مدینہ میں پہنچا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرات مبارکہ کو گرایا گیا۔ لوگوں میں ایک بڑی مصیبت رونما ہوئی مدینہ میں کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ جو اس حال پر آنسو نہ بہاتا ہو۔ سعد بن السائب کہتے ہیں کاش! کہ حجرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے حال پر رہنے دیا جاتا تاکہ لوگ دیکھتے کہ کس طرح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا دار فنا میں نہ گمانی بسر فرمائی۔

امین زبالہ بھنے اہل ظلم سے رعایت کرتے ہیں کہ جب ولید بن عبد الملک حج پر آیا مناسک کے مکمل کرنے کے بعد مدینہ منورہ بھی آیا۔ ایک دن منبر پر مسجد شریف میں خطبہ دے رہا تھا اسی اثنا اس کی نظر حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے جمال پر پڑی جو حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھ میں آئینہ تھا جس میں اپنا جمال جہاں آرا دیکھ رہے تھے جب وہ منبر سے نیچے آیا۔ عمر بن عبد العزیز کو طلب کیا اور جھڑکی دے کر پوچھا کہ ان کو ابھی اسی جگہ پر چھوڑ دیا ہے اور باہر کیوں نہیں کیا۔ میں ان کو اسی جگہ دیکھنا نہیں چاہتا۔ مکان ان سے خرید اور مسجد شریف میں داخل کر دے فاطمہ بنت حسین و حسن بن حسن اور ان کی اولاد سلام اللہ علیہم اجمعین گھر میں تھے انہوں نے باہر نکلنے سے انکار کیا اس نے حکم دیا کہ وہ اگر باہر نہ آئیں تو مکان ان پر گرا دو۔ ولید یوں نے ان کی اجازت کے بغیر سامان گھر سے باہر نکالنا شروع کر دیا تو اہل بیت بحکم ضرورت باہر گئے اور روز روشن میں محمديات (پردہ نشین عورتیں) اہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مدینہ سے باہر چلی گئیں اور اپنی سکونت کے لئے ایک جگہ اختیار کیا

بعض روایات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ولید کے آنے سے قبل صرف اس کے حکم ہی سے
 عمر بن عبد العزیز کے ہاتھ سے واقع ہوا۔ ان کو گھر کے عوض سات ہزار دینار دیتے تھے۔ حسن بن حسن
 سلام اللہ علیہما نے قسم کھائی کہ وہ رقم ہرگز نہ لیں گے چنانچہ عمر بن عبد العزیز نے یہ واقعہ ولید کو لکھا
 اس نے حکم بھیجا کہ بہتر ہے کہ وہ دینار نہ لیں گھر ان سے چھین لو اور ان کو باہر نکال دو اور رقم
 بیت المال میں داخل کر دو۔ یہی نزاع حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی بابت واقع
 ہوا جس میں اولاد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رشتہ تھی۔ جب اولاد عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ
 نے کہا کہ ہم گھر نہیں چھوڑیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کے عوض کچھ نہ لیں گے تو
 حجاج بن یوسف بھی اس وقت مدینہ منورہ میں تھا۔ اس نے حکم دیا کہ گھر ان پر گرا دو لیکن اس معاملہ
 کو ولید نے سن کر عمر بن عبد العزیز کو لکھا کہ اولاد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی ولجوبی کہہ اور ان کو
 راضی رکھ اور ان کو مکان کی قیمت دے اور اگر نہ لیں تو ان کا اکرام کر اور کچھ قصوری سی زمین
 ان کے گھر کی ان کے قبضہ میں رہنے دے اور مسجد کی طرف ان کا دروازہ بھی باقی رکھ۔ زمانہ ولید
 میں طول مسجد شریف دو سو گز اور عرض ایک سو ستر گز تھا۔ ولید نے مسجد کی غارت میں نہایت
 تکلف اور تصنع کیا یہاں تک کہ چھتیں دیواریں اور ستون مٹا دیے اور مرقع جواہرات سے بنائے
 اور انواع و اقسام کے نقش و نگار سے اس کو بھر دیا۔ اس نے قیصر روم کو حکم بھیجا کہ جتنے صنائع
 اور کاریگر ہاتھ لگیں روانہ کرے قیصر روم نے حسب الحکم چالیس کاریگر رومی اور چالیس قطبی
 مسجد شریف بنانے کو بھیجے اور ساتھ ہی اسی ہزار دینار اور تقریٰ زنجیریں اور قندیلیں بھیجیں۔
 ایک روایت میں ہے کہ چالیس ہزار مثقال طلا اور زنجیریں اور جواہرات سے مرقع زحزب محبوب
 پیشکش کئے اور علامت محراب جواب تک مساجد میں متعارف ہے اسی سے ایجاد ہے اس
 سے پہلے بالکل نہ تھی۔ کہتے ہیں کہ عمال روم سے ایک شخص نہ پایا کہ مٹاؤ اللہ حجہ مبارک پر
 پیشاب کرے بجز اس ارادہ کے وہ زمین پر ایسا کرے کہ اس کا سر بیزہ بیزہ ہو گیا۔ بعض ان
 میں سے اس حال کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔ ان میں سے ایک دوسرے ملعون نے مسجد شریف
 کے قبلہ کی دیوار پر سور کی تصویر کھینچ دی۔ عمر بن عبد العزیز نے اس کی گردن مار دیے کا حکم
 دے دیا۔ کہتے ہیں کہ جو کوئی ان میں سے کسی درخت کی صورت یا کوئی اور نقش خوبصورت

کھینچتا تو تیس درہم اس کی اُجرت پر بطریق انعام کے اور زیادہ کئے جاتے۔ ابن زبالہ کہتے ہیں کہ جب ولید مدینہ میں آیا عمارت مسجد شریف تمام ہو چکی تھی۔ وہ ایک روز بغرض ملاحظہ عمارت مسجد میں ٹہلتا تھا اس کی نظر مسجد شریف کی چھت پر پڑی۔ اس کو دیکھ کر بہت پسند کیا اور تحمین و آفرین کر کے کہا کہ ساری مسجد کی چھت تم نے ایسی کیوں نہ بنوائی۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ اگر ساری مسجد ایسی بنی تو خرچ بہت ہوتا۔ اس نے کہا کیا خرچ تھا۔ جتنے خرچ میں بنتی بنواتے۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا یا امیر المومنین آپ کو معلوم ہے کہ دیوار قبلہ پر کیا خرچ آیا ہے۔ اس کے فقط نقش و نگار پر پینتالیس ہزار دینار صرف ہوئے۔ ولید یہ بات سن کر بہت پشیمان ہوا اور کہنے لگا اتنا خرچ تم نے کیوں کیا! کیا تم نے اپنے باپ کا خزانہ سوچا تھا۔

یہ بھی منقول ہے کہ اثنائے نمائش مسجد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے سے اس کی ملاقات ہوئی جس پر اس نے ان سے کہا کہ دیکھ تیرے باپ کی عمارت کیسی تھی اب ہماری عمارت کیسی ہے؟ اس صاحبزادے نے جواب دیا۔ ہاں میرے باپ کی عمارت مسجد ممتی اور تمہاری عمارت کنائیس (گر جوں) یہود و نصاریٰ کی سی ہے۔ ابتدائے عمارت ولید بن ابی اسحاق میں ہوئی اور اکانو سے میں ختم ہوئی۔ اس پر تین سال صرف ہوئے۔ اس عمارت مسجد پر چاروں گوشوں پر چار مینار تھے لیکن جب سلیمان بن عبدالملک حج کو آیا تو اس نے منارہ قریب باب السلام کو کھدوا دالا اس کی وجہ یہ تھی کہ باب السلام کے قریب مروان کا گھر تھا اس کے صحن میں اس منارہ کا سایہ پڑتا تھا اور کلام سہوی سے ظاہر ابھی معلوم ہوتا ہے کہ ولید کی عمارت سے پہلے منارے کی رسم نہ تھی۔ اسی نے اس کو ایجاد کیا۔ واللہ اعلم! ولید کے زمانہ میں نماز جنازہ مسجد شریف میں پڑھنے سے منع کرتے تھے۔

چوتھی مرتبہ مہدی خلیفہ عباسی نے کچھ مسجد شریف میں اضافہ کیا۔ یہ ۱۶۱ھ ہجری کا واقعہ ہے۔ مسجد شریف کے شمالی جانب اس کے کچھ ستون اور بڑھائے گئے اور رسم تکلف ترن حوزہ جو عمارت ولید میں تھی باقی رکھی گئی اور اس سے پہلے کسی شخص نے عمارت ولید پر زیادتی نہیں کی تھی اور مہدی کے بعد بھی کسی سے زیادتی منقول نہیں بعض نے لکھا ہے ۲۲۲ھ میں ماموں خلیفہ نے کچھ زیادیاں عمارت مہدی میں کی ہیں۔ واللہ اعلم!

فصل: حجرہ مبارکہ کے بیان میں جو قبور شریف پر مشتمل ہے،

پہلے پہل یہ حجرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر مبارک میں شامل تھا یہ کعبہ کی شاخوں سے بنا ہوا تھا اور یہ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے حجروں کی مانند تھا جس طرح معلوم ہو چکا ہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بحکم الہی جل شانہ اسی میں دفن کیا گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر میں رہتی تھیں ان کے گھر اور قبر شریف کے درمیان کوئی پردہ نہ تھا۔ آخر بسبب جرات اور لوگوں کے بے سماسا آنے جانے اور اس جگہ سے خاک پاک اٹھا کر لے جانے سے بنی بی صاحبہ نے مکان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور درمیان میں ایک دیوار کھنچوا لی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دفن ہونے کی مدت تک عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جس طرح بھی ہو سکتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر پر جاتی تھیں اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں دفن ہوئے پھر وہ مکمل پردہ کے بغیر اور کمال حجاب کے قبور شریف کی زیارت کو نہ آئیں جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کی توسیع کی حجرہ شریفہ کو کچھ اینٹوں سے بنوایا اور وہ حجرہ زمانہ عمارت ولید بن عبدالملک تک ظاہر رہا۔ عمر بن عبدالعزیز نے ولید کے حکم سے اس کو گرا دیا اور منقش پتھروں سے پھر بنایا اور اس کے باہر ایک خطیرہ دوسرا بنایا اور ان دونوں خطیروں میں سے کسی ایک میں دروازہ نہ رکھا۔ بعض کہتے ہیں کہ سمت شمالی میں ایک دروازہ تھا لیکن مسدود اور پہلا قول محقق ہے۔ عروہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا کہ اگر حجرہ شریف کو اپنی حالت پر چھوڑ کر اس کے گرد عمارت بنوائی جائے تو بہتر ہے۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ امیر المؤمنین نے بھی مجھے اسی طرح حکم دیا ہے۔ مجھے سوائے امتثال کے چارہ نہیں۔ محمد بن عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں کہ حجرہ مبارک کی بنیاد کھودتے وقت ایک قدم ظاہر ہوا اور تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ یہ قدم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تھا جو تنگی جگہ کی وجہ سے حجرہ شریفہ کی بنیاد میں آگیا۔ کیونکہ اصح قول سے ثابت ہے کہ قبور شریفہ کی وضع اس طریق پر ہے کہ سر مبارک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا محاذی سینہ پاک جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور سر مبارک حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ کا محاذی

سیدہ مبارک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے۔ اس شکل سے صفت روضہ مطہرہ حضرت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قبر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قبر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پس اس طرح سے اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قدم مبارک دیوار حجرہ شریفیہ کی بنیاد میں آجائیں
تو امر تعجب نہیں ہے اور عمر بن عبد العزیز کی تعمیر کے بعد سے آج تک قبور شریفیہ میں کوئی
حجرہ داخل نہیں بنایا گیا سوائے اس کے کہ مشہور ہے کہ ۱۱۵۸ھ میں حجرہ شریفیہ سے ایک آواز
سنی گئی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ شاید کچھ عمارت گر پڑی ہے اس وقت مشائخ صوفیہ میں سے
ایک بزرگ تھے جو طہارت نفاقت و مجاہدت ریاضت میں موصوف تھے انہوں نے چند او
مزید خاص برائے حاضری زیادہ طہارت نفاقت اور ریاضت کی۔ انہیں سیلوں سے باندھ
کر کھڑکی کی طرف سے جو چھت کی ایک طرف سے تھقی کے ذریعہ اندر بھیجا گیا۔ تو معلوم ہوا
کہ کچھ نال چھت سے گرنی تھی۔ انہوں نے اس کو اپنی محاسن سے باروب آستانہ ملک اشیا
کیا۔ اسی طرح ان ہی ایام میں کسی مصیبت کے پیش نظر جو طہارت مکان مقدس سے تعلق رکھتی
تھی ایک خونہ کو جو خدمت حجرہ شریفیہ کی خدمت پر مقرر تھا متولی عمارت کے ساتھ اندر
اتارا گیا انہوں نے مکان قدس کی تطہیف (صفائی) کی۔ ۱۱۵۸ھ میں جمال الدین اصفہانی جو
ایک مآثر جمیلہ اور محامد جزیلہ کے مالک ہیں جن کی مدینہ طیبہ میں خیانت مہارت کی دھوم ہے
اور مسبد شرافت کے خطیبوں کی زبانوں پر جن کی تعریفیں بارہی تعین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی ہمسائیگی مشرقی شاہک کو جس کو آج کل باب جبرئیل کہتے ہیں۔ اس کی غربی جانب ایک چھوٹی بباط جس کو رباط عجم کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس نے ایک مندر کی جالی روضہ شریف کے گرد کھینچی۔ انہی دنوں میں ابن ابی البیہار شریف نے جو ملک مصر کے وزیر ارے تھا جس کا نام مسہد فتح کی طرف بعض مساجد پر رکھا ہے نے ایک غلاف سفید دیباے کا بنوا کر بھیجا جس کے اوپر سُرُخ ریشمی پھول بنے تھے اور اس پر سورت یلین لکھی تھی۔ حجرہ شریف پر ڈولنے کے لئے بھیجی۔ اس کے بعد اس نے خلیفہ مستفی بالند سے اجازت لے کر حجرہ شریف پر پہنچا۔ اس وقت سے بادشاہوں کی عادت بن گئی کہ ابتدائے جلوس میں ایک غلاف حجرہ مبارک کے واسطے بھیجتے رہے ہیں چنانچہ اب تک سلاطین روم کا یہی طریقہ ہے۔ ۱۰۸۹ء میں قلاؤن صالحی کی سلطنت میں قبر سبز جو خلیوہ شریف کے اوپر ہے مسجد شریف کی چھت سے بھی زیادہ بلند ہے جس کی طرز اب بھی موجود ہے تاجہ کی جالیوں سمیت بنایا اور اس سے پہلے قبر شریف مسجد کی چھت سے آدھے قدام سے زیادہ اونچا نہ تھا۔ موجودہ مسجد شریف کی عمارت ۱۱۸۹ء میں ملک قاتبا کی بیٹی ہوئی ہے جو شاہان مصر سے تھا اور خادم حسین شریفین تھا۔ ۱۱۸۹ء میں اس کی ابتدا ہوئی۔ یہ قاتبا ملک شراکیہ سے تھا وقت کے سعادت مندوں سے اس کا شمار ہوتا ہے۔ اس کی عظمت کے آثار سے ہے کہ اس نے رباط قائم کی وظائف و اوقاف حسین شریفین زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً کے خادموں کے لئے مقرر کئے ادا سے مناسک حج میں اپنے وقت کے تمام بادشاہوں سے اور امتیاز لے گیا ہے۔ اس کی سلطنت بنیاد سلاطین روم سے تباہ ہوئی تھی۔ اس نے محسن روضہ شریف کو تھپو وغیرہ سے فرش اس غرض سے نہ بنایا کہ اس خاک پاک کو شرف احوال سیدائس و جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حاصل ہے اس کی حالت سابقہ پر اکتفا کیا۔ اس کے بعد وسط ۱۱۸۹ء میں سلطان سلیمان رومی نے اس کے فرش سنگ رنہام سے مضبوط کیا جو اب تک موجود ہے اس کے علاوہ دوسری تعمیر مثلاً تجدید دیوار روضہ مقدسہ اور امتیاز مقام تہجد حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادات عثمانیہ سے ہے۔

بنایا گئے تہجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آثار سلیمان رومی سے ہے۔ واللہ اعلم !

نوٹ اس تعمیر کے بعد ۱۲۶۶ء میں سلطان عبدالمجید خان رومی نے مسجد نبوی پھرنے سے بنوائی۔ نہایت تکلف اور تصنع سے کام انجام دیا کہ دنیا انگشت بندل

ہے۔ ساری مسجد شریف کو قبوں سے مزین کیا اور برقبہ کو سیسے کی چاروں سے منڈوایا۔ ہر قبہ بائیں سے قسما قسم کے نقوش عجیبہ سے خوب صورت بنایا۔ روم سے صنعت کاروں و دست کاروں کو مدعو کیا۔ سارے ستون طلائی۔ سارے دروازے بطور خاص باب السلام کو سونے سے لادوایا۔ روضہ مبارک اور ساری مسجد شریف کو سنگ مرمر کے فرش سے آراستہ کیا۔ حرم شریف کے قدیم چار دروازوں میں ایک پانچویں دروازے کا اضافہ کیا جو باب مجیدی کے نام سے موسوم ہے۔ پانچ قدیم میناروں میں سے چار کو تو قدیم طرز پر رکھا۔ پانچویں کو طرز جدید سے مزین کیا کہ دیکھنے والے کا جی نہیں بھرتا۔ روضہ مقدس میں زیادت عثمانیہ رضی اللہ عنہ کے مقام کو ایک برجی بطور کٹہرے کے لگا کر امتیاز دیا۔ صحن مسجد سوائے باغ فاطمیہ رضی اللہ عنہا اس کے گرد ایک کٹہرا لگا کر باقی رکھا۔ مگر افسوس کہ سابق شاہ ابن سعود نے اسے گرا کر ختم کر دیا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ساری مسجد شریف میں قیمتی منقش پتھر پھولدار قالینوں سے سجایا۔ ساری مسجد میں نہایت ہی قیمتی جھانڈ نصب کر دیئے جن کی روشنی سے مسجد ایک بقیعہ نور معلوم ہوتی ہے مگر حجرہ شریف میں قسما قسم کی گلکاری کے اور کچھ زیادہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر دے۔

اس کے بعد سلطان ابن سعود ثانی نے مسجد نبوی کو کچھ توسیع دی ہے اور صحن شریف میں کشادگی اور دیگر ترمیمات کا اضافہ کیا ہے جو آج ۱۳۷۹ھ تک ویسا ہی ہے (ملاحظہ فرمائیے)

فصل: حادثات عجیبہ جو درحقیقت منجملہ معجزات سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ہیں

واقعہ نقب روضہ مبارکہ: یہ واقعہ ۱۱۷۵ھ میں واقع ہوا کہ جسے میں کہ سلطان نور الدین سید محمود بن زنگی کہ جمال الدین اصفہانی جس کا وزیر تھا۔ اس نے سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک رات تین دفعہ خواب میں دیکھا۔ آپ دو اشخاص جو وہاں کھڑے ہیں ان کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ مجھے ان دو شخصوں کے شر سے خلاصی دے۔ سلطان نے فرست سے جان لیا کہ ہونہ ہو آج مدینہ منورہ میں کوئی امر غریب پیدا ہوا ہے جس کو پہنچنا چاہیے۔ سلطان اسی وقت آخر شب کو نصیہ طور پہنچنے میں خواص اور بہت کچھ مال و متاع ساتھ لے کر مدینہ طیبہ

کو روانہ ہو پڑا۔ سولہ دن کے عرصہ میں شام سے مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔ ان دو ملعونوں کی کھوج میں آتے
 ہی لگ گیا۔ اس نے صدقات انعام و اکرام کو ان کے حاضر ہونے کا وسیلہ بنایا اور حکم دیا کہ ہر خاص و
 عام اہل مدینہ میں سے اس سے انعام و اکرام حاصل کریں مگر پھر بھی وہ دونوں مطبوع اشکال دکھائی نہ
 بھی سلطان کو نہ دیں جو بادشاہ نے خواب میں دیکھیں تھیں۔ سلطان نے آخر کار یہ پوچھا کہ آیا کوئی
 ایسا شخص بھی رہ گیا ہے کہ جس نے اس سے انعام و اکرام حاصل نہ کیا ہو؟ لوگوں نے کہا رہا
 تو ایسا کوئی بھی نہیں مگر دو مغربی کر نہایت صالح۔ سخی جواد اور عقیف ہیں جو شب و روز اپنی جگہ
 پر عبادت کرتے رہتے ہیں اور کسی سے اختلاط نہیں رکھتے۔ اپنے حجرے سے بہت کم باہر نکلتے
 ہیں۔ سلطان نے ان کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ حسب المکرم وہ لوگ لائے گئے۔ سلطان دیکھتے ہی
 پہچان گیا کہ یہ وہی دو شخص ہیں جن کو سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دکھایا ہے۔
 پوچھا تم یہاں کہاں رہتے ہو انہوں نے کہا کہ حجرہ شریف کے قریب ایک رباط میں۔ یہ مقام اب
 بھی روضہ مبارک کی مغربی جانب واقع ہے اور ویلان پڑی ہے۔ اس کی شاہک دیوار مسجد میں رکھی
 ہے۔ سلطان انہیں وہیں چھوڑ کر اس مکان میں گھس گیا جس کا انہوں نے نشان دیا تھا۔ کہتے ہیں
 وہاں سلطان نے ایک قرآن پاک کو طاقچہ میں پڑا ہوا پایا۔ کچھ کتابیں و عظ و نصیبت کی کچھ مال
 ایک طرف ڈھیر لگا ہے جو فقرا مدینہ پر صرف کیا کرتے تھے اور ان کی خواب گاہ پر ایک چٹائی
 پڑی ہے۔ سلطان شہید نے اس چٹائی کو اٹھایا تو ایک سُرنگ حجرہ مبارک کی طرف کھدی ہوئی
 دیکھی اور ایک طرف کو ایک کنواں کھدا دیکھا جس میں سُرنگ کی مٹی بھرتے ہیں۔ ایک روایت
 میں ہے کہ ان کے پاس چمڑے کے دو تھیلے تھے جن میں مٹی بھر کر بقیع کے ارد گرد رات کو ڈال
 آتے تھے۔ سخت جھڑکیوں اور کافی سزا کے بعد انہوں نے بتلایا کہ وہ نصرانی ہیں اور نصاری
 نے انہیں مغربی حجاج کے لباس میں کافی مال دے کر بھیجا تھا کہ مدینہ طیبہ کو پہنچ کر حجرہ شریف
 میں داخل ہو کر جسم اطہر حضرت سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نعوذ باللہ گستاخی کریں جب
 یہ نقب قبر شریف کے قریب پہنچی مٹی کافی ابرو بار بجلی کی کرک و دھماکہ اور زلزلہ ظہیم پیدا ہوا
 تھا اسی رات کی صبح کو سلطان سعید پہنچ گیا تھا یہ سن کر سلطان پر ایک عجیب حالت طاری
 ہوئی اور کافی وقت گریہ و زاری میں گذرا اور حجرہ شریف کی شاہک کے نیچے ان سرور و ناپاکوں کی

گرونیس مارڈالین اور شام کے قریب انہیں جلادیا اور حرمِ حجرہ کے گرد ایک گہری خندق کھودی
جو پانی تک پہنچ گئی اور سیسہ پگھلا کر اس میں بھر دیا تاکہ وجود شریف تک پھر کبھی کوئی بھی نہ
پہنچ سکے۔

ابن النبار تاریخ بغداد میں بیان کرتے ہیں کہ بعض زندیقوں امرائے عبیدہ سے جو
دوسرا واقعہ: حکام مصر میں سے تھے اور علاقہ حرمین شریفین ان دنوں ان کے تحت تھا ان
اشقیاء کا حال واقفانِ فن تاریخ پر روشن ہے بعض زندیقوں نے صلاح و مشورہ کیا کہ اگر حجمِ مبارک
پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والوبکر و عمر رضوان اللہ علیہم کو مصر میں نقل کر لائیں تو اہل مصر کے لئے
منفعتِ عظیم کا موجب ہوگا اور دنیا بھر کے لوگ بقصد زیارت اس ملک کا قصد کریں گے۔ حاکم
مصر نے اس خیالِ محال پر ایک عظیم عمارت اور بڑا مقبرہ تیار کر لیا اور ایک معتد شخص کو جس کا
نام ابوالفتوح تھا۔ نباشی (اکھیر نے) قبور شریفہ کے لئے مدینہ طیبہ میں بھیجا۔ اما ایان و اکابرین
بلدہ شریفہ کو اس کے آنے سے پہلے کیفیتِ حال کی اطلاع ہو گئی۔ پہلی مجلس میں ہی اس کو دیکھتے
ہی ایک قاری قرآن نے آیہ اِنْ تَكْفُرُوا بِالْاِيْمَانِ هُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعْنُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ
فَقَاتِلُوْا اِنَّمَآ الْكُفْرُ الْاِيْمَانُ لَكُمْ لَعَلَّكُمْ يَتَفَهَدُوْنَ۔ آلا تَقَاتِلُوْنَ قَوْمًا كَلَفْتُوْا
اِيْمَانَهُمْ وَهَرَبُوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ (یعنی اگر وہ اپنے عہد کے بعد
اپنی قسمیں توڑ دیں، تمہارے دین میں طعن کریں تو کفر کے سرداروں کو قتل کر ڈالو اس لئے کہ وہ ایماندار
نہیں ہیں شاید وہ باز رہیں۔ تم ایسے لوگوں کو قتل کیوں نہیں کرتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ
ڈالا اور رسول کے نکال دینے کا ارادہ کیا ہے اگر تم مؤمن ہو ا پڑھی لوگوں میں کافی حرکت اور حیران
پیدا ہو گیا۔ قریب تھا کہ ابوالفتوح کو اسی مجلس میں ہی مارڈالیں مگر چونکہ بلاد شریفہ انہیں اشرار
کے تصرف میں تھے اس کے قتل میں جلدی مناسب نہ سمجھی گئی۔ ابوالفتوح کو بھی ایک گونہ خوف
جراں پیدا ہو گیا۔ اس نے کہا واللہ اگر مجھے قتل بھی کر دیا گیا تو میں موضع شریف کو ہرگز نہ ہاتھ
نہ لگاؤں گا۔ اس لئے اس نے دستِ تعرض موضع شریف کی جانب دراز نہ کیا۔ اسی رات ایسی
آندھی و طوفان آیا کہ زمین ہلتی تھی یہاں تک کہ گھوڑوں اور اونٹوں کے پالان وزینیں زمین پر
خیزوں کی طرح لڑھکتے تھے۔ ابوالفتوح کو بھی مشابہ حال سے عبرت و خوف لاحق ہوا اور بادشاہ

کی طرف سے اُسے جو تمنا اور خواہش انعام و اکرام تھی نکال دی۔ آخر وہ صدق ہمت سے صبحِ سالم نکل بھاگا۔

تیسرا مرتبہ: حضرت بعض ملائمہ کا ہے جس کو طبری ریاضِ نظرہ میں لکھتے ہیں کہ حلب کے رافضیوں کا ایک گروہ امیرِ مدینہ کے پاس آئے بہت سا مال اور بدیر اس کے پاس لائے اس غرض سے کہ روضہ مبارک میں دروازہ بنا کر جادو مٹھریٹا ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نکال دالیں۔ امیرِ مدینہ نے بھی وجہ مذہبی اور لالچ کے قبول کر لیا اور اس نامطہوع و نامقبول فعل کی اجازت دے دی اور ساتھ ہی دربانِ حرم شریف کو کہا کہ جس وقت یہ لوگ آئیں ان کے لئے حرم شریف کھول دیں اور یہ جو کچھ بھی وہاں کریں ماننے نہ بھلا دربان کا بیان ہے کہ جب لوگوں نے غارت خاں پر ٹھہری اور دروازے بند کرنے کا وقت آیا تو چالیس آدمی پھاڑے کدالیں اور شمعیں ہاتھوں میں لے بابِ السلام پر موجود تھے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے امیر کے حکم کے مطابق ان کیلئے دروازہ کھول دیا۔ خود ایک گوشہ میں دبا کر بیٹھ کر گریہ شروع کر دیا اور سوچنے لگا کہ نامعلوم کیا قیامت برپا ہوگی سبحان اللہ! ابھی وہ منبر شریف تک پہنچنے نہ پائے تھے کہ سب کے سب مع اسباب و آلات جو کچھ ہمراہ لائے تھے اس ستون کے ساتھ جو زیارت خٹمان رضی اللہ عنہ کے قریب واقع ہے زمین میں دھنس گئے۔ امیرِ مدینہ ان کا منتظر تھا جب بہت دیر ہوئی تو امیر نے مجھے بلا کر اس قوم کا حال پوچھا۔ میں نے جو کچھ دیکھا تھا بیان کر دیا۔ امیر نے اس بات کو باور نہ کیا۔ کہا کہ تو دیوانہ ہے میں نے کہا خود چل کر دیکھئے۔ اب تک حضرت کا اثر باقی ہے طبری اس حکایت کو تفصیلات کی طرف منسوب کرتے ہیں جو صدق دیانت میں معروف ہیں اور بعض مورخانِ مدینہ نے بھی لکھا ہے چنانچہ تاریخِ سہوی میں بھی مذکور ہے۔ واللہ اعلم!

۱۔ زمین پھٹنے کو حضرت کہتے ہیں۔

مسجد شریف۔ روضہ مبارک اور منبر شریف

کے فضائل و مناقب و خصوصیات

جملہ فضائل مسجد نبوی کی یہ حدیث جو صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ صَلَوةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَوَاتٍ فِيمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔ میری اس مسجد میں ایک نماز دوسری مساجد کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے۔ مسلم میں بھی اس قسم کی روایت ہے مگر اتنی زیادتی اس میں ہے فَإِنِّي أَخْرَجُ الْأَنْبِيَاءَ وَمَسْجِدِي أَخْرَجُ الْمَسَاجِدَ۔ بیشک میں آخر انبیاء ہوں اور میری مسجد آخر المساجد ہے۔ مدینہ مطہرہ کی مسجد میں ایک نماز پڑھنا دیگر اعتبار علیہم السلام کی مساجد میں نماز پڑھنے سے ہزار درجہ بہتر ہے (ایک ہزار نماز کے برابر ہے) مثل مسجد اقصیٰ کہ مسجد سلیمان علیہ السلام ہے اور دیگر مساجد مثلاً مسجد ابراہیم علیہ السلام وغیرہ چنانچہ اور احادیث میں بھی اس کی تصریح آئی ہے۔

طبرانی معجم کبیر میں ثقات راویوں سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ارقم حنظل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے آئے تاکہ وہ وداع کر کے بیت المقدس جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ کس لئے جا رہے ہو؟ کیا تجارت کی غرض ہے؟ عرض کی نہیں تجارت کا قصد نہیں رکھتا لیکن میں اس میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا میری مسجد میں ایک نماز پڑھنا اس جگہ کی ہزار نماز پڑھنے سے بہتر ہے بعض احادیث میں آیا ہے کہ بیت المقدس میں ایک نماز ہزار نماز دوسری مساجد میں پڑھنے سے برابر ہے۔ پس مدینہ شریف کی مسجد میں ایک نماز کی فضیلت دوسری مساجد کی ہزار ہزار نماز کے برابر ہے۔ مسجد حرام کا استثناء کہ فرمایا اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ سوائے مسجد حرام کے۔ احتمال رکھتا ہے کہ یہ بلائے بیان مساوات کے ہے۔ درمیان مسجد مکہ اور مدینہ کے یا مسجد مکہ کی زیادتی مسجد مدینہ پر ہو یا اس کی کمی۔ یہ امر باعتبار عدد کے نہیں۔ بعض علمائے احتمال اول کو ترجیح دی ہے یعنی مساوات حضرت امام مالک اور ان کی ایک جماعت نے

قول سوم کی طرف رجوع کیا ہے۔ بایں معنی کہ ایک نماز مسجد مدینہ کی دیگر تمام مساجد کی ہزار نماز کے برابر ہے مگر مسجد مکہ پر ہزار سے کم بعض علماء نے مکیہ اس طرف گئے ہیں کہ مسجد مدینہ کی ایک نماز سو نماز مسجد حرام کے برابر ہے۔ بعض نو سونماز مسجد حرام کے برابر کہتے ہیں اور اور ہر ایک نے اپنے اپنے دعویٰ کو ایک طرح سے احادیث سے مستنبط کیا ہے۔ جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ انتشار مذکور بیان مزیت مسجد حرام کے واسطے ہے۔ مسجد مدینہ پر نیلوتی ثواب ہے اس واسطے وارہے کہ نماز مسجد مکہ مسجد مدینہ پر سو درجہ زائد ہے اور مسجد مدینہ کی نماز ہزار درجہ زائد ہے اور مساجد کی نماز پر تو مسجد حرام کی نماز اور مساجد کی نماز پر سوائے مسجد مدینہ کے لاکھ درجہ زائد ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں شرح کے ساتھ وارد ہوا ہے کہ
 الصَّلَاةُ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ وَالصَّلَاةُ فِي مَسْجِدِي بِأَلْفِ صَلَاةٍ
 وَالصَّلَاةُ فِي بَيْتِ الْمُقَدَّسِ بِخَمْسِ مِائَةٍ (مسجد حرام میں ایک نماز لاکھ نماز کے برابر ہے اور میری مسجد میں ایک نماز ہزار رکعت کے برابر ہے۔ ایک نماز بیت المقدس میں پانسو رکعت کے برابر ہے) احادیث کے تتبع سے عدد میں زیادتی بعض مساجد کی بعض پر یہ حال معلوم ہوتا ہے۔ باقی فرق و اختلاف بسبب زیادتی و نقصان مذکور ہوا ہے ہو سکتا ہے کہ ورود و سبب اوقات مختلفہ و سی سادی و کشف احوال اشیاء ہو گا اس لئے کہ عدد کا وقوع ناقص مٹانات نہیں۔ واللہ اعلم!

فہائل مدینہ منورہ میں کچھ نہ کچھ اشارۃً بیان کیا گیا ہے کہ زیادتی مذکور رجوع کرتی ہے کثرت اعداد اور زیادتی کمیت کی طرف ہو سکتا ہے کہ ایک اقل عدد باعتبار ثواب اور قبولیت پروردگار کے اکثر پر زائد ہو چنانچہ اس نکتہ کو ہم نے تفصیل اسی جگہ بیان کر دیا ہے اور جس چیز کی تنبیہ واجب ہے۔ یہ ہے حکم مضاعف مذکور آیا مسجد نبوی محدود مسجد و زمان برکت نشان سرور جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مخصوص ہے یا جو بعض خلفاء یا امراء کے زمانہ میں مسجد کی زیادتی ہوئی ہے اس کو بھی شامل ہے۔ مذہب مختار کہ موافق احادیث و عمل سلف و قول جمہور علماء کا یہی ہے کہ تمام مسجد مع زیادات کو شامل ہے حدیث میں آیا ہے کہ لَوْ مَثَلُ هَذَا الْمَسْجِدِ إِلَى صَفَاكَانَ مَسْجِدِي دَاغَرِ مَسْجِدِ كَوْ صَفَا

تک بڑھا دیا جائے تو بھی میری مسجد کہلائے گی) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے
 كَوْمَدَ مَسْجِدُ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى ذِي الْحَكِيفَةِ لَكَانَ مِنْهُ (اگر مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کی مسجد کہلائے گی) اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا مخراب زیادت میں
 کھڑا ہو کر نماز پڑھنا دلیل قاطع ہے مساوات اصل مسجد شریف پر۔ ورنہ ترک اس فضیلت کا ان
 حضرات سے متصور نہ تھا۔ اگرچہ افضلیت و اعظیبت مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باقی
 تمام مقامات کی نسبت باقی ہے۔ ابن تیمیہ کہتا ہے کہ سلف و خلف سے کسی ایک آدمی سے بھی
 اختلاف ظاہر نہیں ہوا۔ شاید ابن تیمیہ کا مقصود مباہلہ اور تاکید قول مخالف کی نفی میں ہو ورنہ
 اس بات میں کچھ شک نہیں کہ بعض علماء نے احکام کو اصل مسجد کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور
 امام نووی کی بعض کتب میں اس بات میں خلاف مذکور ہے اگرچہ محب طبری نقل کرتے ہیں کہ
 امام نووی نے اس قول سے رجوع کیا ہے۔ ”وَهُوَ الصَّوَابُ“

فائدہ۔ اکثر علماء کے نزدیک مضاعف مذکورہ میں فرض و نفل دونوں برابر ہیں مگر بعض
 علماء حنفیہ اور اکثر مالکیہ اس حکم کی تخصیص فرائض کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔ اس حدیث کی
 وجہ سے کہ فرمایا اَفْضَلُ صَلَاةٍ الْمَرْءُ فِي بَيْتِهِ اِلَّا الْمَكْتُوبَةَ۔ آدمی کی بہتر نماز وہی ہے جو
 گھر میں پڑھے سوائے فرض کے۔ لیکن واضح ہو چکا ہے کہ بغیر مضاعف کے بھی فضیلت
 پائی جاسکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ نماز نافلہ مکانات مکہ اور مدینہ میں مضاعف ہو ان نمازوں کی
 نسبت جو اور ملکوں میں گھروں پر ادا کی جاتی ہیں چنانچہ شیخ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے جس طرح
 مضاعف نماز کا حال ہے۔ اسی طرح باقی ساری خیرات عبادات کا بھی یہی حکم ہے چنانچہ بیہقی
 میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَفْضَلُ
 فِي مَسْجِدِي هَذَا اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ صَلَاةٍ مِمَّا سِوَاهُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَالْجُمُعَةَ فِي
 مَسْجِدِي هَذَا اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ جُمُعَةٍ فِيمَا سِوَاهُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔ میری مسجد کا
 رمضان و سری جگہوں کے رمضان سے ہزار و جب زیادہ ہے سوائے مسجد حرام کے اجانا چاہیے
 کہ مضاعف مذکورہ کے معنی یہ ہیں کہ ثواب کثیر حاصل ہوتا ہے نہ یہ کہ ایک نماز مسجد نبوی
 میں یا مسجد الحرام میں پڑھنا سزا نماز یا لاکھ نماز کے ساقط ہونے کا حامل ہے۔ ایک عالم نے

کہا ہے کہ میں نے مسجد الحرام کی ایک نماز کا حساب کیا تو پچپن برس چھ مہینے بیس روز کی نماز کے برابر ہے۔ قطع نظر اس تضاعف سے جو مساجد ثلاثہ کے سوا اور جگہ میں ایک نیکی کے دس بکھی جاتی ہیں اور جماعت و مسواک وغیرہ پر مرتبہ تضاعف کو بھی نذر انداز کیا ہے ورنہ اس کی گنتی اس حد کو پہنچ جائے کہ شمار مشکل ہو جائے۔ **كُنْتُ حَاكِمَ اللَّهِ ذِي الْفَضْلِ الْعَظِيمِ وَالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ وَرَسُولِهِ الْكَبِيرِ الْكَرِيمِ**۔ ازاں جملہ اس کے دو حدیث ہے کہ احمد طبرانی نے منقول تھا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ **مَنْ صَلَّى فِي مَسْجِدِي أَرْبَعِينَ صَلَاةً** اور طبرانی نے یہ بھی زائد کیا ہے **لَا تَفُوتُهُ صَلَاةٌ كُتِبَ لَهُ بِرَّاهُ مِنَ النَّارِ وَبِرَّاهُ مِنَ الْعَذَابِ وَبِرَّاهُ مِنَ التَّفَاقُحِ** کہ جو شخص میری مسجد میں چالیس نمازیں ادا کرے بغیر اس کے کہ درمیان میں کوئی نماز فوت نہ ہوئی ہو تو اس کی جزا یہ ہے کہ دوزخ کی آگ سے عذاب آخرت اور ملت نفاق سے بری ہو جاتا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

حکمت عدد چالیس کی تعمین میں یہ ہے کہ عدد مذکور موجب استقامت اور موجب کمال ہے اور منافق کو اس کا حصول ممکن نہیں بغیر صفت صدق و اخلاص کے اس کا مقیر ہونا ممکن و متبر نہیں اور جب ملت نفاق سے خلاصی حاصل ہوگی تو انشاء اللہ تعالیٰ برأت نار عذاب بھی یقینی ہے کیونکہ نفاق بدترین و صعب ترین امراض سے ہے۔ از انجملہ احادیث فضیلت مسجد شریف نبوی کے حدیث بیہقی بھی ہے جس کا مضمون کرامت مشحون یہ ہے کہ جو شخص اپنے گھر سے طہارت کر کے میری مسجد میں نماز پڑھنے کے قصد سے نکلے تو اس کے نامہ اعمال میں چھ کمال لکھا جاتا ہے اور دوسری حدیث یہ ہے جو شخص میری مسجد میں نیک بات سیکھے یا نیک بات سیکھانے کو آئے وہ شخص بمنزلہ مجاہدین فی سبیل اللہ کے ہے اور جو شخص اس غرض سے نہ آئے بلکہ اس کی غرض صرف مصاحبت خلق اور قصہ کہانی ہو تو وہ شخص اس کے مانند ہے جو اپنے محبوب کو اوروں کے ہاتھ میں دیکھے۔

فصل: فضائلِ روضہ مبارک و منبر شریف

صحیحین کی ایک حدیث میں آیا ہے **مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ**

رِیَاضِ الْجَنَّةِ یعنی میرے گھر اور منبر کے درمیان بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے بعض روایات میں لفظ قَبْرِیْ وَمَنْبَرِیْ آیا ہے۔ بخاری نے لفظ مَنبَرِیْ عَلٰی حَوْضِیْ " یعنی میرا منبر میرے حوض پر ہے۔ " اور بعض روایات میں ہے کہ اِنَّ مَنبَرِیْ عَلٰی تَرْجَةِ مِنْ تَرْجِ الْجَنَّةِ۔ تَرْج کے معنی کے نزدیک دروازہ بعض درجے اور بعض کے نزدیک وہ باغیچہ جو بلندی پر واقع ہو۔

ایک روز حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر شریف پر کھڑے تھے۔ ارشاد فرمایا کہ اس وقت میرا قدم بہشت کے ترغوں میں سے ایک ترغہ پر ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ میرا منبر حوض پر ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اس وقت میں اپنے حوض کے عقر پر کھڑا ہوں۔ عقر اس مقام کو کہتے ہیں کہ جہاں سے حوض میں پانی داخل ہوا اور منبر کے پاس جھوٹی قسم کھانے کی بابت سخت وعید آئی ہے۔ فرمایا جو شخص میرے منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائے تاکہ مسلمانوں کا حق تلف کرے وہ اپنی جگہ دوزخ میں بنائے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ فَکَلَّیْہُ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْعَلَائِکَ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ جب یہ جگہ شریف درحقیقت بہشت سے ہوئی تو موجب آیہ کریمہ لَا تَسْمَعُوْنَ فِیْہَا کَلْفًا وَلَا کِدًّا بآ۔ بہشت میں جھوٹ اور بے ہودہ باتیں نہیں سنیں گے۔ اس جگہ جھوٹ پایا جانا دار دنیا میں ممنوع و حرام ہے جس طرح آخرت میں محرم اور مفتی ہے۔ بعض حدیثوں میں ہے مَا بَیْنَ حُجْرَتِیْ وَمُصَلَّاتِیْ سَرُوضَةٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّةِ۔ یعنی میرے حجرے اور مصلے کے درمیان بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے بعض نے مصلے سے مصلیٰ مسجد نبویؐ مراد لیا ہے جو منبر شریف سے حجرۃ تک ہے اور بعض مسلمانے عید مراد لیتے ہیں، خوشہ و پناہ برینہ منورہ سے باہر مکہ معظمہ کی راہ پر واقع ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے یہ حدیث سن کر درمیان مسجد و مصلائے عید کے اپنا گھر بنایا تھا۔ اس روایت کے مطابق مسجد شریف سے اپنی تمام زیارات کے جو جانب غروب واقع ہوئے ہیں سَرُوضَةٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّةِ کہلانے گی۔ اور خصوصیت حجرے اور منبر کے درمیان والی جگہ کی باقی نہ رہے گی۔ علماء نے ان احادیث کی تحقیق اور تاویل میں کئی وجوہ بیان کی ہیں بعض کہتے ہیں کہ منبر شریف کا حوض پر ہونے سے مراد یہ لیتے ہیں کہ اس سے تیرک حاصل

کیا جانے اور اس کے قریب اعمال صالحہ کئے جائیں جو سبب وزود حوض نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور زلال جاں افزا کا موجب ہے بعض کہتے ہیں کہ جو منبر آپ کے زمانہ مبارک میں تھا آپ نے اسے مشرف فرمایا ہو قیامت کے دن بھی اس کا اعادہ کنارہ حوض کوثر پر فرمائیں کیونکہ نزوح جنت اس کے معنی قائم کرنا بھی واقع ہوا ہے كَعِظَمًا لِّلنَّبِيِّهِ وَتَسْوِيمًا لِّلشَّاهِدِ بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس منبر کے متعلق فرمایا ہے جو قیامت کے دن حوض کوثر پر آپ کے لئے رکھا جائیگا۔ اس منبر کے متعلق نہیں فرمایا جو مسجد شریف میں ہے یہ قول شوق لفظ حدیث سے نہایت بعید ہے اور حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ میرے حجرے اور میرے منبر کے درمیان ایک رومنہ ہے ریاض جنت سے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔ ظاہراً اور متبادراً اس کلام سے وہی منبر مراد ہے نیز حدیث کے لفظ مَرَوْضَةٍ کی توضیحیں بھی بہت آئی ہیں بعضوں نے کہا کہ مراد تشبیہ رومنہ شریفہ رومنہ جنت پر بسبب نزول رحمت و حصول سعادت میں رومنہ جنت سے مشابہ ہے نہ یہ کہ درحقیقت رومنہ جنت ہے چنانچہ تسمیہ مساجد بریاض الجنۃ کی حدیث اِذَا مَرَرْتُ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعِدُوا حِينَ تَمُرُّ بِرِيَاضِ جَنَّتِ مِنْكُمْ سے گزرو تو اس کے میوے چنو (مساجد گزرو) کا اشارہ بھی اس طرف ہے خاص کر زمانہ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس جنت آثار سے لوگ ثمرات علوم اور انوار کی برکات حاصل کرتے تھے بعض اس طرف گئے ہیں کہ اس سے مراد بیان شرف عبادت ہے اور یہ مکان عظیم موصّل رومنہ رُشْوَانِ ہے چنانچہ کہتے ہیں الْجَنَّةُ تَحْتَ ظِلِّ الْسَّيُوفِ وَالْجَنَّةُ تَحْتَ أَقْدَامِ الْمَلَائِكَةِ۔ یعنی جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے اور پاؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ باعتبار اس کے کہ خدا کی راہ میں تلوار چلانا اور مال کی خدمت بجالانا ریاض الجنۃ میں پہنچنا ہے یہ دونوں اقوال نہایت ضعیف اور بعید ہیں اس لئے کہ ریاض جنت سے مشابہ ہونا منزل رحمت ٹھہرنا رومنہ جنت کا موصّل ہونا تمام مساجد کو شامل ہے تو خصوصیت مسجد نبوی کی کہاں گئی اور اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص پر اور ایک رومنہ خاص پر جنت سے محل کریں اور درمیان حجرہ شریف اور منبر شریف کے حقیقت میں ایک رومنہ ہے ریاض جنت سے اس معنی کو قیامت کے دن اتنی زمین کو جنت فردوس میں نقل کرے جائیں گے اور اس کو ساری کی طرح سے ممدوم اور منتفی کریں گے جیسا

کہ ابن فرحون اور ابن جوزی نے امام مالک علیہ الرحمۃ سے نقل کیا ہے اور اس بات پر ایک جماعت علماء کا اتفاق بھی ذکر کیا ہے اور شیخ حجر عسقلانی اور اکثر علماء حدیث نے اس قول کو ترجیح دی ہے۔ ابن ابی حمزہ کہ کبار علماء مالکیہ سے ہیں فرماتے ہیں کہ احتمال ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنا نیکوہ زمین پاک کا ریاض جنت سے دنیا میں بھیجا ہو جیسا کہ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے شان میں واقع ہوا ہے اور بعد قیام قیامت کے پھر اس کو اپنے اصلی مقام پر لے جائیں اور نزول جنت اور استمقاق جنت اس مقام غظیم المرتبت کو لازم ہے یہ معنی تحقیق میں جامع ہے۔ ان تمام معانی سے جو لوگوں نے کہے ہیں اس کے علاوہ اس میں ایک راز بھی ظاہر ہوتا ہے جس کا ادراک اہل باطن برگزیدہ اور مختص لوگوں کے لئے مخصوص ہے اور حدیث کو ظاہر پر حمل کرنا بے ارتکاب تجوز دے تا وہی حفظ کمال مرتبہ شان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے رتبہ خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک پتھر جنت سے عنایت کر کے امتیاز دیا ہے اگر حبیب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطائے رَوْضَةِ قَوْسِ رِیَاضِ الْجَنَّةِ سے خاص کیا ہو تو کیا عجب ہے۔ اگر پتھر ظاہر مثل دنیا کی اور زمینوں کی طرح معلوم ہو تو چپقل تعجب نہیں کیونکہ آدمی ادراک خالق اشیاء آخرت اس فانی جہان میں کثافت طبیعت کی وجہ سے جیسا کہ چاہیے نہیں کر سکتا اور جنہوں نے اس کو فقط مزید ثواب اور فضیلت عبادت پر عمل کیا ہے اس کی نفی ان احادیث سے باخوبی معلوم ہو سکتی ہے جو شان احد وغیرہ میں وارد ہیں کہ اُحد پہاڑ جنت سے ہے وغیرہ پہاڑ دوزخ سے ہیں۔ علمائے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ عبارت جوار اُحد میں موصل جنات نعیم کا باعث ہے اور غیر کے قریب جانا درکات جہنم میں جانا ہے بلکہ آخرت میں اُحد جنت کے دروازہ پر ہوگا اور یہ دوسرے کنارہ جہنم پر اگر تم کہو کہ جب اتنی زمین حقیقت میں روضۃ من ریاض الجنۃ ہے تو بھوک اور پیاس وغیرہ کو لازم دنیا سے ہے نہ لوازم جنت سے اس میں نہ ہو جیسا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں إِنَّ لَكَ أَنْ لَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ کا جواب یہ ہے کہ جنت سے جدا ہونے کے بعد اس لقمہ شریف سے لوازم جنت منفک ہو گئے ہوں جیسا کہ حجر اسود اور مقام ابراہیم سے منفک ہو گئے ہیں کہ اب ان میں لوازم جنت نہیں پائے جاتے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایسے امور بغیر سماع اور خبر

ثابت نہیں ہوتے۔ رکن و مقام کی شان میں تو دلائل وارد ہیں اس پر بطور تعبد کے ہم کو ایمان لانا واجب ہے اور روضہ مبارکہ کے اخبار ایسے نہیں ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ دلیل تو خبر سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے پس جس طرح رکن اور مقام کی حقیقت خبر پیغمبر صادق سے معلوم ہوئی ہے اسی طرح روضہ شریف اور منبر شریف کا بھی حال ظاہر ہے۔ اگر کسی قسم کی تاویل کی جائے تو وہ تاویل دونوں جگہ ممکن ہے۔ اگر حقیقت پر جائیں تو دونوں جگہ ثابت پس فرق کی کیا وجہ ہے۔ واللہ اعلم وبہ التوفیق و بیدہ ازمنہ التحقيق و ہو بافاضۃ العلوم علی من یشاء من عبادہ جدید و تحقیق!

نواں باب

ذکر نبائے مسجد قبا اور ان مساجد نبویہ میں ناظر مظاہر

الوار محمدیہ میں صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ مبارکہ میں تشریف لانے اور اس کی رونق بخشی سے قبل تین روز علی اختلاف الروایات بنی عمرو بن عوف میں کہ ساکنان قبا تھے تشریف رکھی اور مسجد قبا کی بنیاد ڈالی۔ ایک روایت میں ہے کہ اہل قبائے بھی التماس کی تھی کہ ان کے لئے مسجد شریف کی بنیاد ڈالی جائے۔ آپ نے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تم میں سے ایک آدمی اس اونٹنی پر سوار ہو کر اسے پھرائے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لٹھے اور اونٹنی کی پیٹھ پر سوار ہوئے۔ اونٹنی نہ اٹھی۔ ان کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی سوار ہوئے مگر پھر بھی اونٹنی نہ اٹھی۔ بعد ازاں حضرت علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہ لٹھے اور جونہی رکاب میں پاؤں رکھا اونٹنی اٹھی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی مہار چھوڑ دو کیونکہ وہ مامور ہے جہاں جائے آخر اس کی سیر کا مقام مسجد قبا ٹھہری اور آپ نے اہل قبا کو حکم دیا کہ پتھر جمع کریں۔

پس آپ نے غزوہ سے جو آپ کے ہاتھ اٹھایا اور بنیاد میں رکھا اور اصحاب کرام کو بھی حکم فرمایا کہ وہ ترتیب وار ایک ایک پتھر رکھیں اور جو بعض روایات میں آیا ہے کہ جبرائیل

امین اُسے اور انہوں نے تعین جہت قبلہ کی شاید یہ کسی دوسری مسجد کا واقعہ بعد تحویل قبلہ کے ہوگا
 وگرنہ ان دنوں قبلہ بجانب بیت المقدس تھا اور روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم بذات خود پتھر اس مسجد شریف کی بنیاد کے لئے اٹھاتے تھے اور آیت قرآنی کا نزول
 مَسْجِدٌ أَمَسَّ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ یعنی مسجد جس کی بنیاد پر سبزی گاری پر پہلے دن سے رکھی
 گئی ہے اکثر مفسرین کے نزدیک مسجد قبلہ کے شان میں نازل ہوئی ہے اسلام میں پہلی مسجد قبلہ
 اس مسجد شریف کے اہلبیان کی شان میں آیہ شریفہ نازل ہوئی ہے فَبِهَا رَجَالٌ يُحْيَوْنَ أَنْ يَنْطَهَرُوا
 وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهِّرِينَ اس میں ایسے آدمی ہیں کہ دوست رکھتے ہیں کہ پاکی کریں اللہ پاکی
 کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے آپ نے فرمایا اے بنی عمر و اتم کو نسا ایسا عمل کرتے ہو کہ جس
 سے ایسی کرامت اور زندگی کے مستحق ہوتے ہو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کوئی اور عمل تو نہیں کرتے مگر استنجا میں پتھروں کے استعمال کے بعد پانی سے پھر خوب
 طہارت کرتے ہیں آپ نے فرمایا تمہاری منقبت کا باعث یہی ہے اپنے اوپر اس عمل کو لازمی
 کر لو بعض علما اس طرف گئے ہیں کہ اس سے مراد مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور بعض
 احادیث بھی اس کی تائید میں آئی ہیں مگر حق یہ ہے کہ مفہوم اس آیت کریمہ کا ہر دو مسجدوں پر
 صادق آتا ہے پس ہو سکتا ہے کہ دونوں ہی مراد ہوں جس طرح بعض علماء حدیث نے اس
 کی طرف اشارہ کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

امام احمد بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کا ایک گروہ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا آپ نے فرمایا یہ روایت اس امر کی تائید کرتی ہے کہ مسجد تقویٰ مسجد قبلہ
 کا نام ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
 الْمَسْجِدُ الَّذِي أَمَسَّ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ هُوَ مَسْجِدُ قُبَا قَالَ اللَّهُ مَجَّلَ ثَنَاءَهُ
 فَيَسِّرُ رَجَالٌ يُحْيَوْنَ أَنْ يَنْطَهَرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهِّرِينَ صحیحین کی ایک روایت
 میں آیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار اور پیادہ مسجد قبلہ کی
 زیارت کو تشریف لے جایا کرتے تھے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے تھے صحیح بخاری کی دوسری
 ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ہفتہ کے روزہ سوار اور پیادہ مسجد قبلہ

کو تشریف لے جاتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اتباع سنت کی وجہ سے یوں ہی کیا کرتے تھے اور ابن شیبہ و دمشقی کے روز تشریف لے جانے کی روایت بھی بیان کرتے ہیں اور محمد بن منکدر سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہ رمضان کی سترہویں کو صبح کے وقت قبا کو تشریف لے جاتے تھے نقل کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت امیر المؤمنین عمر مسجد قبا کی زیارت کو آئے اور کسی کو وہاں نہ دیکھا فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ اس مسجد کو بناتے وقت آپ منہ صحابہ کرام پر پھڑ پھڑاتے تھے واللہ اگر یہ مسجد عالم کے کناروں میں سے کسی کنارے پر ہوتی تو اس کی طلب میں ہم کتنے اونٹوں کے جگر کیوں نہ پھاڑتے۔ پھر شاخ خرمائی کی طلب کر کے اس کی جھاڑو باندھ کر خشک و خاشاک جو مسجد میں پڑا ہوا تھا پاک کیا۔ لوگوں نے عرض کیا یا امیر المؤمنین کیا ہم اس محل کو کافی نہیں ہیں ہم کو ارشاد فرمایا کہ جھاڑیں فرمایا واللہ تم لوگ کافی نہیں ہو۔ ابن زبیر بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ قَدَّرَ مِنَّا قَبَاءً وَ لَوْ كَانَ بِأَفْنٍ مِّنَ الْاَفْنِیِّ لَصَنَعْنَا الْکِبْرَیَّا کَحَبَادِ الْاِبِلِ یعنی خدا کا شکر ہے کہ اس نے مسجد قبا کو ہم سے قریب کیا۔ اگر ہوتی کناروں پر کسی کنارے سے تو ہم مارتے اس کی طرف اونٹوں کے جگر اور اسناد صحیح سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دو رکعت نماز اس مسجد قبا میں ادا کرنی مجھے زیادہ محبوب ہے بنیت دوبارہ زیارت بیت المقدس کرنے سے اور فرمایا کہ اگر تم یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے اس مسجد میں کیا ستر رکھا ہے تو کتنی سعی اس کی زیارت میں نہ کرتے اور اسی طریقہ اسناد صحیح سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی ثابت ہوا ہے اور بھی کسی خبروں میں آیا ہے کہ مَنْ صَلَّى فِي الْمَسْجِدِ الْأَنْبَیِّ عَفَّرَ لَهُ دُكُونُهُ یعنی جو شخص چار مسجدوں میں سے کسی میں نماز ادا کرے اس کے گناہ بخشے جائیں گے مساجد اربعہ سے مراد مسجد حرام مسجد نبوی مسجد اقصیٰ اور مسجد قبا ہیں۔ حدیث ترمذی میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا الصَّلَاةُ فِي مَسْجِدِ قَبَا كَحُمْرَةٍ کہ مسجد قبا میں نماز پڑھنا مثل عمرہ کے ہے اور عمرہ کے مثل ہونے میں کسی احادیث میں اور بعض احادیث میں چار رکعت کی تصریح آئی ہے جس میں مسجد میں ایک چوتھرہ ہے کہتے ہیں کہ ناقہ تشریف یہاں

بیٹھی تھی اور سہمی کتے ہیں کہ سولے کلام ابن جبیر کے اس میں کچھ اصل نہیں ہے لیکن لوگوں میں مشہور ہے کہ طول وعرض مسجد شریف کا چھیا سٹھ گز۔ علماء کہتے ہیں کہ کچھ زمین مندرے کی جانب سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بٹھائی تھی اور عمر بن عبدالعزیز نے مسجد نبوی کی بنائے وقت اس مسجد کی بنائیں بھی ترمین اور تکلف کیا اور حیب وہ کافی عرصہ گزرتے سے منہدم ہو گئی تو اس کے بعد دنیا کے امرا نے قرآن بعد قرن اس کی تجدید کی اس مسجد شریف میں جس کا تبرکاز زیارت کرنا لازم ہے وہ سعد بن خثیمہ کا گھر ہے جو مسجد کے قبلہ میں تھا اور پہلے مسجد کا دروازہ بھی اس گھر کے صحن میں تھا جس کو بند کر دیا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مصطفیٰ تفسیر مصطفیٰ کے نزدیک ہے اگر پہلے راستہ سے داخل ہوں اور مسجد کے مغربی کونے کے قبلہ میں ایک جگہ ہے۔ اس کا نام مسجد علی رضی اللہ عنہ ہے۔ یہ سہمی کتے ہیں کہ تثنید یہ مسجد وہی دار سعد بن خثیمہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہیں آرام فرمایا۔ وضو کیا اور نماز ادا فرمائی ہے اور بیڑا ریس بھی قریب مسجد قبا واقع ہے جس کا ذکر ابار متبرک میں ہوگا۔ ذکر مسجد قبا کے ساتھ مسجد ضرار کا بھی ذکر ضروری ہے جو منہ مسجد قبا ہے۔ چند ایک منافقوں نے جو جنس انصار سے تھے۔ کفر اور نفاق کے اسرار سے گرفتار تھے انہوں نے غرض فاسدہ سے مسجد قبا کے بالمقابل ایک مسجد بنوائی اور آیہ کریمہ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسَاجِدًا حِذَا رَأَوْا كُفْرًا الخ (اور ان لوگوں نے مسجد ضرار کو از روئے کفر تعمیر کیا ہے) بھی اس باب میں نازل ہوئی ہے۔ بیہقی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو عامر نے انہیں کہا کہ تم ایک مسجد بناؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جیلہ اور نفاق کرتے رہو اتنے میں قیصر روم کے پاس جا کر اس سے ایک شکر عظیم لا کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور ان کے اصحاب کو یہاں سے نکالوں گا جب مسجد کی فراغت ہوگی وہ منافقین سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم نے مسجد بنائی ہے اور ابھی ہم اس کی تعمیر سے فارغ ہوئے ہیں۔ اگر آپ اپنے اصحاب کے ساتھ اس جگہ نماز ادا فرمائیں تو موجب

برکت وسادت اس بقعہ کے لئے ہوگا وحی آیا لَاقَوْمَ فِيهِ ابَدًا لِمَسْجِدٍ اُسَسَ عَلٰى
التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ اِلٰى قَوْلِهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ
ان کے درمیان مت کھڑا ہو کیونکہ اس مسجد کی بنیاد پر مہینہ گہری پر رکھی گئی ہے پہلے دن سے
الائق ہے کہ کھڑا ہو تو اس کے پیچ الی قولہ اللہ قوم ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔

بعض کہتے ہیں کہ جس جگہ مسجد قبا کی بنیاد رکھی گئی ہے ایک عورت کے ملک تھی اس عورت
کا نام لینہ تھا۔ اس کا ایک گدھا تھا جس کو وہ اس مسجد کی جگہ باندھا کرتی تھی۔ اہل مسجد ضرار
کہتے تھے کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم ایسی جگہ نماز پڑھیں جہاں گدھا بندھا جاتا تھا۔ ہم اپنے لئے
ایک اور مسجد بناتے ہیں یہاں تک کہ ابو عامر بھی واپس آجائے گا اور ہمارا نام بنے گا۔ یہ ابو عامر
ایک کافر تھا کہ خدا اور رسول سے مجھا گا تھا اور اہل مکہ کے ساتھ ساز باز کر کے شام کو گیا۔

وہاں جا کر دین نصاریٰ اختیار کیا اور اسی دین پر واصل جہنم ہوا۔ آخر خدا اور رسول صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے مسجد کو آگ لگائی گئی اور ویران کی گئی۔ طبری نے ایک عالم سے نقل
کیا ہے کہ میں نے مسجد ضرار کو زمانہ جعفر منصور کے زمانہ میں دیکھا کہ اس سے دھواں نکل رہا
تھا۔ آج اس مسجد کا نام و نشان تک باقی نہیں کہ کہاں تھی۔ لیکن حوالی مسجد قبا میں تھی۔ واللہ اعلم
مسجد جمعہ اس کو مسجد وادی اور مسجد عاتکہ بھی کہتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی تشریف آوری کے ذکر مبارک میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ جب آپ روز جمعہ کو آپ قبا سے
مدینہ مطہرہ کو متوجہ ہوئے تھے قبیلہ بنی سالم بن عوف میں پہنچتے ہی آپ کو وقت نماز جمعہ
کا آگیا۔ آپ نے نماز جمعہ اسی جگہ ادا فرمائی۔ آپ کے مدینہ میں آنے کا پہلا جمعہ یہی تھا۔

اس مسجد کے قریب ایک وادی ہے جس کی غریبی جانب بنی سالم بن عوف کے گھر تھے اور
اب تک ان گھروں کے نشان باقی ہیں اور عقبان بن مالک کا گھر بھی اسی وادی میں تھا جس کا
قصہ صحیح بخاری میں آیا ہے کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر
عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری بصارت میں ضعف آگیا ہے اس وجہ سے بارش
کے دنوں اور بیل کے دنوں میں مسجد شریف میں نماز باجماعت ادا نہیں کر سکتا آپ میرے
گھر تشریف لائیے اور ایک جگہ کھڑے ہو کر نماز ادا فرمائیے اور میں اسی جگہ نماز پڑھا کر دوں

بعض علمائے سیر نے لکھا ہے کہ بنی سالم کی دو مسجدیں تھیں اور مسجد جمعہ ان دونوں مسجدوں میں چھوٹی تھی شاید بڑی مسجد وہ ہوگی جس کا ذکر حدیث مذکور میں آچکا ہے۔ واللہ اعلم !
اس مسجد کی قدیم حمارت گر چکی ہے قریباً ستائیسہ میں کسی عجمی نے اسے تعمیر کیا۔ اس کی چھت اور دیوار تھی۔ اس کا طول قبلہ سے شام کی جانب میں گریسٹ۔ اس کا عرض مشرق سے غرب کو ساڑھے سولہ گز ہے۔

مسجد فضیخ۔ اب لوگ اس کو مسجد شمس کہتے ہیں یہ مسجد قبا کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ مسجد قبا کے قریب پورب کی طرف اونچی زمین پر بغیر چھت کے مربع کالے پتھروں سے بنی ہوئی ہے اس کا طول اور عرض برابر ہے گیارہ گز۔ جس زمانہ میں سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو نضیر کا محاصرہ کیا تھا اسی مسجد کے قریب باقبہ بنایا گیا تھا۔ اسی جگہ آپ نے چھ روز تک نماز پڑھی تھی اس کے بعد اسی جگہ مسجد بنا دی گئی۔ ابن شیبہ اور ابن زبائر کہتے ہیں کہ ابوالایوب اور انصار کی ایک جماعت اسی مسجد کی جگہ بیٹھے ہوئے تھے اور فضیخ ایک قسم کی مشروبات ہے استعمال کر رہے تھے جب انہوں نے آیت حزق خمر سنی تو خشکیوں کے منہ کھول دیئے اور بتنی فضیخ تھی اسی جگہ اذیل دی۔ اسی وجہ سے اسے مسجد فضیخ کہتے ہیں۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ شاید یہ قصہ مسجد کی تعمیر سے پہلے کا ہے یا نجاست خمر کا علم اس کے حاصل ہو امام احمد نے اپنی منہ میں حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اسی جگہ سرور جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک کوزہ فضیخ کالائے آپ نے اس کو نوش فرمایا۔ اسی وجہ سے اس کو مسجد فضیخ کہتے ہیں بعض علماء اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں واللہ اعلم ! اور شیخ مجتہد الدین فیروز آبادی فرماتے ہیں کہ اس مسجد کو مسجد شمس کہلانے کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔ سو اسے اس کے کہ یہ منبت اور مکاناتوں کے جو اس کے قریب واقع ہیں اس کی سطح اونچی ہے اور طلوع شمس اس پر پہلے ہوتا ہے اور کہا ہے کہ یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے سورج لوٹایا گیا تھا کیونکہ یہ واقعہ صہبا میں واقع ہوا تھا جو خیبر کے قریب واقع ہے قاضی عیاض نے اس کی تصریح الیہ کی ہے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ حدیث اعادہ شمس بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

باسناد حسن ثابت ہوئی ہے اور طرق متعدد سے اور طحاوی نے اس کی تصحیح کی ہے اور ابن جوزی اس کو مؤمنوعات میں لاتے ہیں۔ شیخ ابن حجر فتح الباری میں کہتے ہیں کہ ابن جوزی نے خطا کی ہے کہ اس نے اس حدیث کو مؤمنوعات میں شمار کیا ہے۔

مسجد قرظیہ، یہ مسجد سارے باغوں کے انتہا پر حرہ شرقیہ کے پاس مسجد شمس کے مشرق میں واقع ہے جس وقت آپ نے بنو قرظیہ کا محاصرہ کیا تھا آپ اسی جگہ فروکش ہوئے تھے ایک روایت میں ہے کہ اس کے جوار میں ایک عورت کا گھر تھا۔

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی تھی۔ ولید بن عبد الملک نے اس مسجد کی تعمیر کے وقت اس گھر کو بھی مسجد میں داخل کر دیا۔ وہ جگہ مسجد کے شمال کی طرف پچان کے کونے پر واقع ہے۔ عمارت قدیم میں اس جگہ ایک منارہ مسجد قبا کے منارہ کی وضع پر تھا بعد طول زمان کے وہ منارہ گر گیا۔ سنگھ کے قریب اس کا کچھ نشان باقی تھا اس کے بعد اس جگہ ایک چبوترہ ڈیڑھ قد آدم کا اونچا بنا دیا گیا جو اب تک موجود ہے۔ اس مسجد کی قدیم عمارت مسجد قبا کی وضع پر تھی یعنی اس کی چھت ستون و منارہ وغیرہ تھے اب صرف ایک چار دیواری قبلہ سے شام کی جانب چوالیس گز ہے شتر قانغر یا پتالیس گز۔

قصہ محاصرہ بنی قرظیہ یہ ہے کہ جب سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ خندق سے واپس ہوئے اور ابھی غسل خانہ میں تھے اور سر مبارک کی ایک طرف کا شانہ باقی تھا تاکہ غسل کامل فرما کر سفر کی کلفت اور مشقت سے استراحت حاصل فرمائیں ناگاہ جبریل علیہ السلام ایک گھوڑے پر سوار زرہ لگائے ہوئے گرد آلودہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در مبارک پر پہنچے اور کہا کہ ابھی ملائکہ نے ہتھیار نہیں اتارے اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ آپ سوار ہو جائیے اور بنو قرظیہ پر حملہ فرمائیں اور میں ان پر جارہا ہوں کہ ان کو کابل اور بیدل کروں۔ جبریل علیہ السلام یہ خبر پہنچا کہ پھرے۔

کہتے ہیں کہ ملائکہ کے گھوڑوں سے کوچ و ہزار میں غبار بلند ہو گیا تھا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال مؤذن رضی اللہ عنہ کو منادی کرنے کا حکم دیا کہ جو شخص خداوند تعالیٰ کے حکم کا مطیع اور سامع ہے نماز عصر کو بنی قرظیہ میں ادا

کرے اور حضرت علی سلام اللہ علیہ کو اپنا جندِ خاص عنایت فرما کر بطور مقدمہ البیت مقرر فرمایا۔ اس ناپاک قوم کو پچیس روز تک محاصرہ میں رکھا کہ وہ عاجز آگئے اور ان کے دلوں میں رعب پڑ گیا۔ آخر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم سے جو اس قوم کے حلیف تھے اتر آئے کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو حکم دے اس پر راضی رہیں۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو غزوہ خندق میں ایک تیر لگا تھا جس کی وجہ سے اب تک زخم سے خون جاری تھا حضرت ہریرہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور جو خون جاری تھا بند ہو گیا۔ جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ مجلس شریف میں آئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بوقریظہ سے فرمایا قَوْمُؤِ السَّيِّدِ كَفَرُ يَعْنِي لِيْنِي سِرَّوَارِ كَيْ لَنِي اَحْثُو۔ بعض علماء اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ یہ قیامِ تعظیم کے لئے تھا کہ مسجد میں داخل ہونے والے کی تنظیم کریں اور متقیین کہتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اتنی طلاق نہ تھی کہ آپ بغیر کسی اعانت سے سواری سے اتریں تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ اٹھو اور اس کو اتار لاؤ۔ اسی سبب سے یہ حکم خاص اسی جہاں کی نسبت تھا نہ سارے حاضرین کو اور گویا یہ اسی بات کی تمہید تھی کہ جس بات پر حکم سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بعد فرمایا سعد بن معاذ بنی قریظہ کے متعلق کیا حکم ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں یہ حکم دیتا ہوں کہ ان کے مردوں کو قتل کیجیے اور ان کے اموال کو مسلمانوں پر بانٹ دیں ان کی جو رو اور لڑکی لڑکیوں کو لونڈی و غلام بنا لیجیے۔ پس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی شان میں فرمایا کہ تحقیق سعد نے وہ حکم دیا ہے جو سات پردہ آسمان سے نازل ہوا ہے پس چھ سو یہودیوں کی اور ایک روایت پہلے اور زیادہ کی گردن مار دی گئی اور سر اَنَا الضَّحْوُكَ الْقَتْلُ یعنی میں ہلکے کافروں کا قاتل ہوں اسے تجلی اسمِ الہی یُحْيِي وَيُيْتِي سے ظاہر ہوئی! لَعُوْذُ بِاَللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ!

مسجد مشربہ ام ابراہیم۔ یہ مسجد مسجد بنی قریظہ سے شمال کی طرف ہے۔ عہدِ شریفیہ کے نزدیک نخلستان کے درمیان میں فقط ایک چار دیواری ہے۔ بے چھت کہ قبلہ سے شام کی طرف گیارہ گز ہے اور مشرق سے مغرب کی طرف چودہ گز ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں نماز پڑھی تھی اور مشربہ بستان (باغ) کو کہتے ہیں۔ ام سے مراد حضرت

مارِیہ قطیبہ والدہ حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ان کا ایک باغ یہاں تھا اور سیدنا ابراہیم بھی یہیں پیدا ہوئے تھے اور یہاں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ صدقات تھے کہ فقرا پر وقف فرما دیئے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت مارِیہ قطیبہ رضی اللہ عنہا نہایت خوب صورت تھیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو بہت چاہتے تھے۔ پہلے ان کو حارثہ بن نعمان کے گھر رکھا۔ آخر کو اس وجہ سے کہ مجھ کو ان کی نسبت ایک غیبت پیدا ہوئی ان کو عوالی مدینہ منورہ میں جہاں یہ مسجد ہے اٹھائے گئے اور ان کے دیکھنے کے لئے کبھی کبھی وہیں تشریف لے جانے لگے۔ یہ بات مجھ پر پہلے سے بھی زیادہ گراں گزری آخر اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک لڑکا عطا فرمایا اور ہم اس نعمت سے محروم رہے اور قصہ حضرت مارِیہ قطیبہ کا جو باعث نزول **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ** (اے نبی آپ اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں جس کو خدا نے آپ کے لئے حلال کیا ہے) مشہور ہے۔

مسجد بنی ظفر یہ مسجد اب مسجد النبی کہلاتی ہے غوام لوگ اس کو سفرہ پیغمبر کہتے ہیں یہ یثیب سے مشرق کی طرف واقع ہے اس قبہ کی وجہ سے جو قبہ حضرت فاطمہ بنت اسام امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہم کو مساجد کے محلہ بنی ظفر میں تشریف لائی۔ نماز ادا فرمانے کے بعد ایک پتھر پر جلوہ فرما ہوئے اور ایک قاری کو حکم دیا کہ قرآن پڑھے وہ قاری جب آیت **فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَاكَ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ شَهِيدًا** (پس کیا ہوگا جب ہم ہر امت سے گواہی دینے والا لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہی دینے والا بنائیں گے) تک پہنچا تو سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونے لگے اور فرمایا خداوند اے میں گواہ ان لوگوں کا ہوں جن کے درمیان میں ہوں اور جن لوگوں کو میں نے نہیں دیکھا ان کو میں کیا جانوں لیکن علمائے تاریخ لکھتے ہیں کہ جس عورت کو حمل نہ ہوتا ہو اس کو اس پتھر پر بٹھا دیا جائے اللہ تعالیٰ اس کی تاثیر سے قابلیت حاملہ ہونے کی عطا فرماتا ہے اس پتھر کی یہ خاصیت مذکورہ اہل مدینہ متقدمین اور متاخرین کے نزدیک حد شہرت کو پہنچ چکی ہے۔

مطری کہتے ہیں کہ حرہ میں بہت سے پتھر ہیں کہ ان پر آثار ہیں کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر تکیہ لگایا تھا اور اپنی کہنی شریف اس پر رکھی تھی اور

اور ایک پتھر پر کچھ انگلیوں کا نشان ہے۔ حجاج ان سب کی زیارت کرتے ہیں اور اسی محراب میں ایک پتھر ہے اس پر لکھا ہے خَلَدَ اللّٰهُ مَلِكُ الْاِمَامِ ابْنِ جَعْفَرِ الْمَنْصُورِ الْمُسْتَنْصِرِ بِاللّٰهِ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَمْدَ سِتِّ ثَلٰثِيْنَ وَ سِتَّمِائَةِ۔

مسجد الاجابت۔ یہ مسجد یثرب کے شمال میں ایک اونچی جگہ پر واقع ہے قبلہ سے شام کی جانب میں گز کے قریب ہے اور مشرق سے مغرب کی طرف پچیس گز ہے۔ اس مسجد کا نام مسجد معاویہ بھی ہے۔ صحیح مسلم میں آیا ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف تشریف لائے تھے۔ آپ کا گزر اسی مسجد کی طرف ہوا آپ نے اس میں دو رکعت نماز ادا فرمائی اور جتنے اصحاب ہر گاہ تھے انہوں نے بھی پڑھی۔ نماز کے بعد آپ نے دعا مانگا طویل کی جب وہاں سے پھرے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے پروردگار عالم سے تین دعائیں کہیں ہیں ایک تو یہ کہ میری امت کو قحط میں مبتلا کر کے نہ مار، دوسرا یہ کہ خدای غرق ان پر مسلط نہ فرما۔ تیسرا یہ کہ میری امت آپس میں قتال نہ کرے۔ پہلی دو تو منظور فرمائی گئیں اور تیسری کی بابت مجھے منع کیا گیا اور فرمایا تیری امت کا ہلاک و فنا تلوار سے ہوگا بوجہ اجابت و دعوات بایرکات سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو مسجد الاجابت کہتے ہیں۔ موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں سبائے ہلاک غرق کے یہ ہے میری امت پر غلبہ کفار کا نہ ہو مذکور ہے اور سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نماز پڑھ کر آپ کھڑے ہو گئے اور دعا کی اور محمد بن طلحہ سے منقول ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ محراب سے دائیں طرف دو گز کے فاصلہ پر تھی۔ بڑے ذوق کی بات یہ ہے کہ جب مسجد سے عبادت و دعا وغیرہ سے فراغت حاصل کر کے باہر نکلو تو نظر قبہ مبارک پر پڑتی ہے۔ اس کا مرزہ اسی وقت کیساتھ تعلق رکھتا ہے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ وقت حق سبحانہ تعالیٰ سے تعلق کا وقت بھی وہی ہے۔ فرقت اور مہجوری ان اوقات کی حمایت برکات کا موجب ہوتی ہے خدا کے وہ لذت و محال کرامت پھر حاصل ہوں۔

اوقات خوش آں بود کہ باد دست بر شند

باقی ہمہ بے حاصلی و بے خبری بود !

جو مسجد مشرق سے دائیں جانب ہے کہ جہاں جہانے شہادت سید الشہداء امیر حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ ہے وہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ امام بیہقی شعب الایمان میں عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں مسجد نبوی کے کونہ میں پڑا ہوا تھا ناگاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے متصل مقام سے برآمد ہوئے میں بھی آپ کے پیچھے چل دیا۔ سواف باغ میں جب پہنچے آپ نے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ نماز کے بعد آپ سجدہ میں گئے اور سجدہ بہت لمبا ادا فرمایا میں نے گمان کیا کہ شاید روح پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیتین پر پرواز کر گئی ہے۔ اس حالت کے مشاہدہ سے مجھے گریہ شروع ہوا۔ اس کے بعد آپ نے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا تجھے یہ کیا ہو گیا ہے کہ تو گریہ کر رہا ہے میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے اتنا دراز سجدہ کیا کہ میں نے گمان کیا کہ آپ کی روح پاک آسمان پر اٹھالی گئی آپ نے فرمایا جبریل اللہ تعالیٰ سے وحی لائے اور کہا آپ کا پروردگار فرماتا ہے کہ جو شخص تجھ پر درود بھیجتا ہے میں بھی اس پر درود بھیجتا ہوں اور جو تجھ پر سلام بھیجے میں بھی اس پر سلام بھیجتا ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ جو کوئی تجھ پر درود بھیجتا ہے میں اس کے لئے دس نیکیاں لکھوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دس بار اس پر صلوٰۃ بھیجتا ہوں۔ پس میں نے اپنے پروردگار کا اس نعمت پر سجدہ شکر بجالایا۔ بیہقی حاکم سے نقل کرتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور سجدہ شکر والی حدیث تو زیادہ صحیح ہے۔ امام احمد غنبل نے بھی اس حدیث کو عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور ذکر سجدہ شکر بغیر نماز کے کیا ہے۔ یہ مسجد بالکل چھوٹی طول و عرض میں آٹھ گز ہے۔

مسجد البقیع۔ جب کوئی البقیع کے دروازے سے آئے داہنے ہاتھ کو مزار حضرت بخیل رضی اللہ عنہ اور اہل بیت المؤمنین رضی اللہ عنہم سے پہچان کی طرف یہ واقع ہے۔ شاید بعض علماء کو اس مسجد کی بابت کوئی مقدمہ علیہ سند و ثبوت نہیں ہوئی۔ اس لئے بعضوں نے کہا ہے کہ شاید یہ وہ جگہ ہے جو البقیع میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مصلیٰ عید تھا اور سہنوی بعض دلائل پر نظر کر کے کہتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ مسجد ابی بن کعب کی ہے۔

جس میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر اوقات تشریف لاکر نماز پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ اگر لوگوں کے جہاد کا خوف نہ ہوتا تو میں اکثر اوقات اس میں نماز پڑھا کرتا۔ واللہ اعلم! یہاں تک ان مساجد کا ذکر آتا ہے جو جانب غریبہ مدینہ مطہرہ میں جہت شمالی تک واقع ہیں۔ اب ان مساجد کا ذکر آتا ہے جو جانب غریبہ مدینہ مطہرہ میں جہت شمالی تک واقع ہیں۔ واللہ الموفق۔

مصلیٰ العید۔ یہ مصری دروازہ کے قریب مدینہ سے باہر جانب غریبہ میں اس راہ پر واقع ہے جو مکہ سے مدینہ طیبہ کو جاتا ہے۔ واقعی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے دوسرے سال پہلی عید یہیں پڑھی تھی۔ ابن زبائہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ پہلے پہل حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز عید فطر اور عید النحر اس جگہ ادا فرمائی تھی جو دارحکیم بن العدا سے قریب ہے۔ بعض ارباب تاریخ نقل کرتے ہیں وہ جگہ باب السلام سے ہزار گز کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اب وہ ایک مسجد ہے جو مصلیٰ عید کے نام سے مشہور ہے۔ سہنوی نظر باللائل و امارت سے کہتے ہیں کہ غالب یہ ہے کہ اس جگہ کو مسجد اعلیٰ کہتے ہیں پہلے زمانہ میں بازار مدینہ بھی اسی جگہ تھا اور دارحکیم بن العدا بھی اسی جگہ تھا واللہ اعلم! اسی جگہ ایک اور مسجد ہے اس کو مسجد ابو بکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں وہ گر گئی تھی۔ شیخ المحرام مدینہ نے اس کی تجدید کی نہایت ایک صاف اور ستھرا مکان بنایا اور اس کے گرد ایک رباط تعمیر کرایا اور ایک نہر بھی جاری کی۔ اس قدیم مسجد کے قریب ایک باغیچہ تھا قدیم زمانہ میں غریضہ کے نام سے مشہور تھا۔ اس کا اب تک کچھ نشان باقی ہے اس کو بعض عجمی لوگوں نے تجدید کی۔

ایک اور مسجد جس کا صحن بڑا ہے کہتے ہیں کہ زمان محاصرہ سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی دولت سرے سے نکل کر اسی جگہ سکونت اختیار فرمائی تھی اور نماز عید بھی اسی جگہ ادا فرمائی تھی۔ سہنوی اسی مسجد کو مصلیٰ عید سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عید اسی جگہ اتبا عند سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادا کی ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

زمانہ شریف میں مصلائے عید میں کچھ عمارت نہ تھی بلکہ اس کی عمارت سے آپ نے منع فرمایا تھا اور آپ نے خطبہ عید منبر پر نہیں پڑھا پہلے جس نے خطبہ عید پڑھنے کو منبر رکھا وہ مروان بن حکم تھا۔ چنانچہ شیخ ابن حجر عسقلانی بعض احادیث سے استنباط کرتے ہیں اور ابن شیبہ نقل کرتے ہیں کہ پہلے جس نے منبر پر خطبہ پڑھا وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ میں اور ترمذی کی روایت میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز استسقاء مصلے میں تشریف لے جا کہ ادا فرمائی اور منبر پر برآمد ہو کر خطبہ پڑھا اور بعض علما نے کہا ہے کہ اتفاقاً اتحاد منبر صلوٰۃ استسقاء میں شاید اس واسطے ہوا ہو کہ حضرت کے افعال شریفہ کو مثل تحویل روا اور رفع یدین اور سوا اس کے جو نماز استسقاء میں ہوا کرتا ہے سب آدمی دیکھیں اور احداث منبر خطبہ عید کے واسطے اس پر قیاس کیا ہو۔ سید علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ بنا ان تینوں مساجد کی عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں ہوئی اور مصلائے شریف کے فضائل میں اور اس مضمون میں کہ اس کے پاس دعا قبول ہوتی ہے بہت سے اخبار اور آثار وارد ہیں اور حدیث مائین بلیغی وَمُصَلَّاتِي رَوْضَةَ مَنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ بھی اسی قبیل سے ہے اس واسطے کہ ملین ان دونوں مکانوں کی فضیلت یقینی ہے کیونکہ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں اکثر رونق افروز ہوتے چنانچہ جب کبھی سفر سے تشریف لاتے مصلے میں قدم رنج فرما کر مستقبل قبلہ ہو کر دعا فرماتے اور بروایت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھتی کی اسی جگہ پڑھی ہے۔

مسجد فتح یہ مسجد اور جو مساجد کہ اس کے پاس اس جہت قبلہ پر واقع ہیں سب کی سب مساجد فتح کہلاتی ہیں لیکن حقیقت میں مسجد فتح وہی ایک مسجد ہے جو کوہ سلع سے پیچھے اونچی جگہ پر واقع ہے اس کی مشرق اور شمال کی جانب سیڑھیاں ہیں۔ اس کو مسجد الاحزاب اور مسجد اعلیٰ بھی کہتے ہیں امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند میں بروایت ثقات حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے لاتے ہیں کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد فتح میں تین روز دعا کی دوشنبہ و سہ شنبہ و چہار شنبہ پس چہار شنبہ کو بین الصلوات میں اجابت دعا کی بشارت پائی۔ اس وجہ سے آثار فرحت و سرور آپ کے چہرہ مبارک سے ظاہر ہوئے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مشکل مجھ کو درپیش آتی میں اسی وقت مسجد فتح میں جا کر دعا کی

اللہ تعالیٰ نے مجھے اجابت دعا کی بشارت پہنچائی۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جگہ پر جہاں مسجد فتح بنی ہے تشریف لائے اور دست مبارک اٹھا کر کفار قریش پر جو خندق کے روز جمع ہو کر چڑھ آئے تھے بد دعا کی اور نماز بھی پڑھی ابن زبائہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ احزاب کے دن مسجد فتح میں فقط دعا کی اور خوف اعداء سے نماز ظہر عصر مغرب پڑھنے کی فرصت نہیں پائی۔ بعد مغرب کے سب نمازیں قضا کیں۔ جانا چاہیے کہ روز احزاب اور خندق ایک ہی ہے اس غزوہ کو غزوہ خندق یا احزاب دونوں کہتے ہیں۔ اس غزوہ کے بعد پھر کبھی کفار کو مجال نہیں ہوئی کہ مدینہ پر چڑھ کر اپنا زور جلاتے اور اس دن جب مسلمانوں پر کام سخت ہوا تو حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر دعا کی اللہ تعالیٰ نے تند ہوا بھیج کر کفار کو ہزیمت دی چنانچہ قرآن کریم کی سورہ احزاب میں یہ تفصیل بیان ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بعد قریش تمہارا مقابلہ نہ کر سکیں گے اور تم پر چڑھ کر کبھی نہیں آئیں گے اس وجہ سے اس مسجد کو مسجد فتح یا احزاب کہتے ہیں۔ آثار فتح و انوار قبولیت دعا اس مسجد میں اور اس کے گرد پیش ظاہر ہوئے۔ اس کی داہنی طرف ایک وادی ہے اس کا نام ”سیح“ ہے اس میں کھجوروں کے درخت کثرت سے ہیں اور فضا بہت پُر انوار ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے آبا سے کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد فتح میں داخل ہو کر ایک دو قدم چل کر کھڑے ہو گئے اور دونوں دست مبارک اٹھا کر دعا کی اور دست مبارک اتنے اٹھائے کہ رولہ مبارک شانہ شریف سے زمین پر گر پڑی اور آپ ویسے ہی دعائیں مشغول رہے اور روایات متعدد سے ثابت ہے کہ اس مسجد میں آپ کا مقام دعا و میان والا ستون ہے۔ ستید علیہ الرحمۃ کہتے ہیں چونکہ اب مسجد کی علامات بدل چکی ہے اس لئے اب صحن مسجد میں مخراب کے مقابل کھڑا ہونا چاہیے لیکن اس کے ساتھ اور روایات کو شامل کر کے کہتے ہیں آپ کا مغرب کی طرف کھڑے ہونا کیا مقام اقرب ہے اور تشریف لے جانا شمالی سیڑھیوں سے ہوا تھا نہ مشرق کی طرف سے اسی جانب سے دو ہی قدم چل کر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھڑے ہونے کی جگہ ملتی ہے اور روا ہے کہ اس مسجد شریف میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو دعا کی تھی یہ ہے اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ

هَدَيْتَنِي مِنَ الضَّلَالَةِ فَلَا مَكْرِمَ لِيْنَ أَهَنْتَ وَلَا مِهْنِيْنَ لِيْنَ أَكْرَمْتَ وَلَا مَعِيْرَ لِيْمَنْ
 أَضَلَلْتَ وَلَا مُدَالَ لِيْمَنْ أَعَزَّزْتَ وَلَا نَاصِرَ لِيْمَنْ خَذَلْتَ وَلَا خَاذِلَ لِيْمَنْ نَصَرْتَ
 وَلَا مُعْطِيْ لِيْمَا مَنَعْتَ وَلَا نَافِعَ لِيْمَا أَغْطَيْتَ وَلَا سَارِقَ لِيْمَنْ حَرَمْتَ وَلَا خَادِمَ لِيْمَنْ
 سَرَقْتَ وَلَا سَارِفَ لِيْمَنْ خَفَضْتَ وَلَا خَافِضَ لِيْمَنْ رَفَعْتَ وَلَا خَارِقَ لِيْمَنْ سَتَرْتَ وَلَا
 سَاتِرَ لِيْمَنْ خَرَقْتَ وَلَا مُقَرَّبَ لِيْمَنْ بَاعَدْتَ وَلَا مُبَاعِدَ لِيْمَنْ قَرَّبْتَ يَا صَرِيْحَ الْكَرِيْمِيْنَ
 وَيَا مُجِيبَ الْمُضْطَرِّيْنَ أَكْثَفَ هَسْبِيْ وَكُنْهِيْ فَقَدْ تَرَى حَالِيْ وَحَالَ أَصْحَابِيْ
 پس جبریل علیہ السلام آئے اور عرض کیا کہ پروردگار عالم و تقدس نے آپ کی دعا سن لی اور
 قبول فرمائی آپ کو اور آپ کے اصحاب کو بھول دشمن سے محفوظ رکھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 یہ پیغام سنتے ہی دوزانو بیٹھ گئے اور دست مبارک پھیلا کر اور چستان مبارک نیچی کر کے جناب
 باری میں عرض کیا شُكْرُ الْمَا رَحْمَتِيْ وَرَحْمَتِ أَصْحَابِيْ تَبْرَأُ شُكْرُكَ تُوْنِيْ مُحَمَّدٌ بِرَءٍ
 اصحاب پر رحم فرمایا۔ البتہ طریق شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے لاتے ہیں کہ دعائے آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم غزوہ احزاب کے دن یہ تھی، شَهِدَ اللهُ اَنْهُ لَا اِلَهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰئِكَةُ وَ
 اُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلَهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَكِيْمُ. وَاَنَا اَشْهَدُ بِمَا شَهِدَ اللهُ بِهِ
 وَاسْتَوْدِعَ لِهَذِهِ الشَّهَادَةِ وَهِيَ وَدِيْعَةٌ عِنْدَ اللهِ يَوْمَ دِيْعِهَا اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
 اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِنُورِ قُدْسِكَ وَعَظْمَةِ طَهَارَتِكَ وَبِدَكَّتِ جَلَالِكَ مِنْ كُلِّ آفَةٍ
 وَعَاقِبَةٍ وَمِنْ طَوَارِقِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَطَارِقِ الْحِجْرِ وَالْاِنْسِ الْاَطَارِقِ اُطِيقْ بِخَيْرِ اللّٰهِ
 اَنْتَ غِيَاثِيْ فَبِكَ اَعُوْذُ وَاَنْتَ مَلٰئِئِيْ فَبِكَ الْوُدُ وَاَنْتَ عِيَاذِيْ فَبِكَ اَعُوْذُ
 بِجَلَالٍ وَجْهِكَ وَكَرَمِ جَلَالِكَ مِنْ خُرْبِكَ وَكُشْفِ سِتْرِكَ وَلِسَانِ ذِكْرِكَ وَ
 الْاِنْصَرَاتِ عَنْ شُكْرِكَ اَنَا فِیْ حِدْرِكَ وَكُنْفِكَ وَكَلَامِكَ فِیْ لَبْنِيْ وَكَلَامِيْ وَلَوْیْ وَقَرَانِيْ
 وَخِطْفِيْ اَسْفَارِيْ وَحَيَاتِيْ وَمَمَاتِيْ ذِكْرِكَ شِعَارِيْ وَتَنَانِكَ وَثَارِيْ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ
 سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ تَنْزِيْلُهَا اِلٰهِكَ وَعَظَمَتِكَ وَتَكْرِيْمُهَا بِسَحَابٍ وَجْهِكَ اَجْمَعِيْ
 مِنْ خُرْبِكَ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِكَ وَاضْرِبْ عَلٰی سَرَادِقَاتِ حِفْظِكَ وَقَبْنِيْ سِيَّاتِ
 عَزَابِكَ وَحَدِّ عَلٰی وَعْظِيْ مِنْكَ بِغَيْرِ اَرْحَمِ الرَّاحِمِيْنَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا

بِسْمِ اللَّهِ الْعَظِيمِ الْكَرِيمِ وَالصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ الْمُتَّقَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ
 نقل ہے کہ امام شافعی نے اس وقت میں جب ہارون رشید نے ان کے ساتھ کچھ برائی
 چاہی تھی یہ دعا پڑھی اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے شروافت اعدا سے ان کو بچا دیا اور
 معاذ بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد فتح اور جنتی مسجد اس
 کے نیچے واقع ہیں سب میں نماز پڑھی ہیں پہلی مسجد جو باب قبلہ میں قریب مسجد فتح کے واقع
 ہے مسجد سلیمان فارسی کہتے ہیں اس کے پیچھے والی مسجد ابو بکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں وجہ نسبت ان
 مساجد کی ان حضرات کی طرف خوب کھل کر نہیں معلوم ہوئی مگر ظاہر میں واللہ اعلم! ایسا معلوم ہوتا
 ہے کہ غزوہ احزاب کے دن یہ حضرت انہیں جگہوں میں مقیم ہوں گے اور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم نے رونق افروز ہو کر نماز پڑھی ہوگی پسے ان مسجدوں کو عمرو بن عبدالعزیز نے بنایا بعد اس
 کے طول زمان کی وجہ سے یہ مساجد منہدم ہو گئیں۔ تو یوسف الدین حسین ابن ابی الیسا نے ۷۷۲ھ
 میں اوپر والی مسجد کی تجدید کی بعد اس کے ۷۷۳ھ میں دو مسجدیں اور بنائیں پھر بعد بنائے ابن الیسا
 کے مسجد علی مرتضیٰ کو ۷۷۴ھ میں امیر مدینہ زین الدین ضیف منصور نے نئے سرے سے بنایا لیکن
 اس مسجد کی جو ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب تھی کسی نے مسجد مدینہ کی ویسی ہی خراب پڑی
 رہی آخر ۷۸۲ھ میں بعض آدمیوں کو اس کی تجدید کی توفیق غایت ہوئی اور نصف راہ پر مسجد
 فتح کو جاتے ہوئے جبل سلیم کی گھاٹی میں مدینے سے جانے والے کے دہانے ہاتھ پر مسجد بنی
 حرام ہے بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں تشریف لا
 کر نماز پڑھی ہے۔ عمرو بن عبدالعزیز نے اس کی تجدید کی تھی اور بنا برسقف واستوانات بڑھائی
 تھی۔ اب فقط ایک چار دیواری باقی رہ گئی ہے اور اس گھاٹی کے قریب ایک غار ہے کہ حضرت
 سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیام غزوہ خندق میں اس کو رونق بخشی ہے بعض اوقات رات
 کو بھی رہے۔ طبرانی ابوقتاہ سے روایت لائے ہیں ایک روز حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
 حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں آئے آپ کو حجرات امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن
 میں نہ پایا ناچار اس کو پہ کی طرف جدھر اکثر اوقات آپ تشریف لے جایا کرتے تھے متوجہ
 ہوئے آخر لوگوں نے جبل ثواب کی طرف نشان دیا یہ جبل ثور پر چڑھ گئے اور دہانے بائیں نگاہ

کرتے تھے دیکھتے کیا ہیں کہ ایک غار کے اندر آپ سجدے میں ہیں معاذ بہیت سے وہاں چڑھ نہ سکے نیچے اتر آئے پھر چڑھ کر دیکھا تو ابھی تک آپ نے سجدے سے سر مبارک نہیں اٹھایا تھا۔ ان کو گمان ہوا کہ شاید آپ نے اس جہان سے رحلت فرمائی پس آپ نے سجدے سے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا کہ جبریل امین علیہ السلام نے میرے پاس آکر کہا کہ حق سبحانہ تعالیٰ آپ کو سلام ارشاد فرماتا ہے اور پوچھتا ہے کہ تم کچھ جانتے ہو کہ ہم تمہاری امت کے ساتھ کیا سلوک کریں گے میں نے کہا اللہ تو عالم و توانا تر ہے میں کیا جانوں پھر جبریل علیہ السلام نے آکر بشارت دی کہ پروردگار عالم و تقدس فرماتا ہے کہ تم اپنا دل خوش رکھو کہ ہم تیری امت کے ساتھ ہرگز ایسا نہیں کریں گے کہ تجھے ناخوش آئے اور تیرے دل مبارک کے دکھ کا موجب بنے پس میں نے سجدہ میں سر رکھا اور اس نعمت عظمیٰ کا شکریہ ادا کروں۔ اے معاذ بندہ کو جو حالت اللہ تعالیٰ کے قریب نہ کر سکتی ہے وہ صرف سجدہ ہی ہے۔

مسجد القبلتین یہ مسجد مساجد فتح سے غاب میں واقع ہے ایک میل کی مسافت پر یا اس سے کم۔ نزدیک وادی عقیق اور بیرومہ محمد بن غنم سے روایت ہے اہم شہر بنی سلمہ کی عورت تھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے گئے اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے طعام مہیا کیا اثنائے تناول میں لوگوں نے ارواح کے احوال کے متعلق پوچھا۔ مواد حدیث بابت ارواح مومنین و کافران بھی اس مجلس سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی مجلس میں ظہر کی نماز کا وقت آگیا۔ آپ نے قبیلہ بنی سلمہ کی مسجد میں نماز پڑھائی ابھی دو رکعت نماز پڑھی تھی کہ قوی آئی کہ قبلہ بیت المقدس سے کعبہ کو بدل دیا گیا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے اندر ہی پھر گئے اور رخ مبارک کو کعبہ کی جانب کر دیا۔ اسی وجہ سے اسے مسجد القبلتین کہتے ہیں اور ابن زبائہ محمد بن جابر سے روایت کرتے ہیں کہ بنی سلمہ کی ایک جماعت اپنی مسجد میں واقع نہیں ہوا۔ شیخ مجد الدین فیروز آبادی فرماتے ہیں کہ اس اسم کی مستحق واولیٰ مسجد قبا ہے کیونکہ صحابہ میں یہ واقعہ کہ تحویل قبلہ کا واقعہ اس میں واقع ہوا تھا بعض علماء قول اول کو ترجیح دیتے ہیں۔ واللہ اعلم!

مسجد الزباب۔ اب اس کو مسجد الرایہ کہتے ہیں۔ یہ مسجد مدینہ سے شام کو جانے والے کے لئے داہنی طرف کو پڑتی ہے۔ ایک پہاڑی پر جس کا نام زباب ہے واقع ہے اس کی اصل

بتا محمد بن عبدالغفرین سے تھی اس کے منہدم ہونے کے بعد ۳۴۵ھ یا ۳۴۶ھ میں بعض امراء مدینہ نے اس کی تجدید کی اور اس مسجد اور مساجد فتح کے جبل سلیم فاصل ہے اس کے پچھان کو مساجد فتح واقع ہیں اور مشرق کی طرف یہ مسجد ایک اونچے مکان پر نہایت ہی مفرح اور مروح اور منور واقع ہے۔ مدینہ منورہ اور قبہ مطہرہ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی وہاں سے نظر آتا ہے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبل ذباب پر نماز پڑھی ہے اور غزوہ بنو نکتہ کی واپسی پر آپ کا خیمہ بھی اس پر نصب ہوا تھا۔ عمارت بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ مروان بن الحکم کا ایک عامل ختامین کی سرزمین پر جس کا نام ذباب تھا اس کو اس نے جبل ذباب پر سولی دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہلا بھیجا کہ وائے تجھ پر جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی وہاں تو نے اس شخص کو سولی دی۔ مروان کے بعد بعض امراء نے بھی ایسا کیا۔ آخر بعض سلف کے منع کرنے سے یہ بات متنع ہو گئی بعض کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیمہ مبارک جبل ذباب پر ایام غزوہ خندق میں نصب ہوا تھا۔ خندق واقعہ احزاب میں غزوی سلح کی طرف ہے اور خندق مصلے عہد تک اور مساجد فتح سے ذباب تک کھودی گئی تھی چنانچہ اس کی تفصیل کتب سیر اور تواریخ میں موجود ہے۔ اب خندق کا نشان باقی نہیں سوائے اتنی جگہ کے جس کی لوگ زیارت کو جاتے ہیں اور تبرک حاصل کرتے ہیں بعض علماء اس مسجد کا ثنیۃ الذراع پر نشان دیتے ہیں شاید یہ امر اس وجہ سے ہوگا کہ ثنیۃ الذراع اس جگہ سے قریب ہے۔ مسجد فتح یہ مسجد سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہد مقدس سے شمال کی طرف جبل احد کی برائیں واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ آیہ کریمہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن قَبِيلَكُمْ تُفَسِّحُوا** **فِي الْمَجَالِسِ لِلَّهِ** اے ایمان والو اگر تم کو کہا جائے کہ مجالس میں کشادگی کرو۔ اسی مسجد میں نازل ہوئی۔ مطری کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احد کے دن بعد قتال کے نماز ظہر اور عصر اسی جگہ ادا فرمائی تھی۔ ابن شیبہ نے بھی اس کے مطابق نقل کیا ہے لیکن نماز خاص کی تعیین نہیں کی واللہ اعلم!

مسجد علیین۔ یہ مسجد مشہد سید الشہداء سے قبل کی طرف واقع ہے اور اس جبل کو الرماث کہتے ہیں کہ احد کے دن تیر اندازان لشکر اسلام اس پر کھڑے ہوئے تھے۔ اب

یہ مسجد بہت کچھ گر گئی ہے کہتے ہیں کہ حضرت سید الشہداء رضی اللہ عنہ کو اسی جگہ پر چھٹی گئی تھی
 جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُحُد کے دن نماز ظہر جبل
 عینین پر پڑھی تھی اور ایک روایت میں ہے کہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع اصحاب کرام
 کے مسلح وہاں نماز پڑھی تھی۔

مسجد الوادی۔ یہ مسجد جبل عینین کے شمالی کنارے پر واقع ہے۔ بطری کہتے ہیں کہ
 حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی جگہ یہی ہے اور پرچھی کھا کہ پہلی جگہ سے اٹھ کر
 یہیں گرے تھے۔ ابن شیبہ نقل کرتے ہیں کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو جانے کے بعد بھی
 اسی جبل الزمات پر تھے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ان کی لاش مبارک بطن وادی سے
 اٹھا کر جہاں ان کی قبر شریف ہے۔ لاکر دفن کر دیا۔ بعض علماء اس مسجد کو مسجد عسکری بھی کہتے ہیں
 واللہ اعلم!

مسجد الشقیاء ایک کنواں کا نام ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عومن حش بدر یہ مقام
 لیا اور اسی جگہ نماز ادا فرمائی اور اہل مدینہ کی برکت کی دعا فرمائی۔ بعض علماء اس مسجد کا ذکر تنک
 بھی نہیں کرتے اس کے مقام کی تعین میں تردد کا اظہار کرتے ہیں سید سہنوی کہتے ہیں میں
 اس جگہ کی طلب تعین نہیں تھا۔ یہاں تک کہ زمین سے اس کی بنیاد ظاہر ہوئی اور بقدر نصف گز
 کے ہر جانب سے دیوار پیدا ہو گئی۔ پس لوگوں نے اس کی تجدید کی۔ اب مسجد شقیاء اس مسجد کو
 کہتے ہیں جو سود مدینہ کے راستے میں ہے حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کو
 جانے والوں کے لئے پہلے اسی مسجد کی زیارت حاصل کرتے ہیں۔ یہ مسجد تقریباً سات گز چوڑی
 سات گز لمبی ہوگی۔ واللہ اعلم!

اب بائیس مساجد کا ذکر تمام ہو چکا ہے۔ خلق اللہ ان کی زیارت سے مشرف ہوتی ہے۔
 ان مساجد کے علاوہ اور بھی کئی ایک ہیں۔ غالباً چالیس سے زیادہ ہوں گی مگر ان میں سوائے نعت
 اور جانب کے کہ اس طرف واقع تھیں اور کچھ معلوم نہیں اور اگر بالفرض بعض مواضع کی
 وجہ سے تعین بھی ہو جاتی ہے تو طالبین اور زائرین کو سوائے حیرت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا
 اس لئے ان کے ذکر سے تقصیر واقع ہو رہی ہے مگر سید سہنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سب کا ذکر

کیا ہے۔ واللہ الموفق۔ اللہ صلی علی محمد وآلہ واصحابہ وسلم!

دسواں باب

اُن کنوؤں کے ذکر میں جن کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے مشرف فرمایا اور مشہور و ماثور میں

مساجد کی طرح کنوئیں مبارک بھی بہت ہیں بعض ان میں سے گر گئے ہیں جن کے نشان تک باقی نہیں ہیں اور بعض آج تک موجود ہیں۔ سید علیہ الرحمۃ نے اپنی تاریخ میں بیس سے زائد شمار کئے ہیں لیکن اب قابل زیارت اور ان میں سے صرف سات ہیں بعض علماء نے انہیں نظم میں تحریر کیا ہے

اذا مرمت ابار النبی بطیة فقد تھا سبع مقللاً بلادھن
عریس و غرس رومة و بضاعة کذا بصة قل بید حارہ مع الدھن

مدینہ میں جب تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کنوؤں کا قصد کرے۔ پس ان کا شمار سات بلاشبہ ہیں۔ بیر عریس۔ غرس۔ بیر رومہ اور بیر بضاعۃ۔ بیر نصیبہ اور بیر مار اور بیر عین۔ بوجہ تخصیص ان کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔

بیر اریس بر وزن جلیس یہ ایک یہودی کی طرف منسوب ہے جس کا نام اریس تھا یہ مسجد قبا کے پچھوڑے واقع ہے اس کا پانی لطیف اور شیریں ہے کافی روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں اپنا لعاب مبارک ڈالا ہے اسی وجہ سے اس میں مٹھاس اور نظامت پیدا ہو گئی ہے ورنہ اس سے پہلے اتنا شیریں نہ تھا۔ بیعتی نقل کرتے ہیں کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب قبا میں آئے تو اس کنوئیں کا نشان لوگوں سے پوچھا۔ ایک شخص ان کو اریس پر لے آیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کنوئیں پر گئے۔ ایک شخص جو اس سے پانی کھینچ رہا تھا ایک قیل پانی کا طلب فرمایا آپ نے اسے نوش فرمایا اور باقی پانی بمعہ لعاب مبارک اس کنوئیں میں ڈال دیا۔ اسکے بعد پیشاب کیا اور کنوئیں پر آکر وضو کیا اور توروں پر مسح فرمایا اور پھر نماز ادا فرمائی بعض نے اس واقعہ

کو بیہ غس کے متعلق بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم! اور پیرائیں کے متعلق جو بات صحت کو پہنچی ہے صحیحین کی حدیث ہے جس کو ابو موسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے گھر سے وضو کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے نکلا اور میں نے عہد کر لیا کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں رہونگا اور مفاقت نہیں کرونگا میں مسجد شریف میں آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ پاسکا۔ لوگوں نے کہا کہ ابھی آپ قبا کی جانب تشریف لے جا رہے ہیں میں بھی پیچھے پیچھے ہوا یا معلوم ہوا کہ آپ نے پیرائیں کو شرف بخشا ہوا ہے میں بھی چل پڑا اور احاطہ بیرک واد پر بیٹھ گیا یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قضائے حاجت کی اور وضو فرمایا میں اندر احاطہ کے داخل ہوا دیکھا کہ آپ کنوئیں پر بیٹھے ہیں اور پینڈلی مبارک کھلی ہوئی ہے اور پاؤں مبارک کنوئیں میں لٹکائے ہوئے ہیں میں نے سلام کیا اور واپس ہو کر دروازہ پر بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ آج سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دربان ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے میں نے پوچھا کون ہے، جواب دیا ابوبکر میں نے کہا مٹھریے تاکہ میں عرض کر لوں میں گیا اور عرض کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے ہیں اور اجازت چاہتے ہیں آپ نے فرمایا اے آنے دو اور جنت کی بشارت دے دو میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور جنت کی بشارت دی۔ وہ اندر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں جانب بیٹھ گئے۔ انہوں نے بھی آپ کی متابعت کی وجہ سے پاؤں لٹکائے میں واپس آکر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا اور بھائی کا انتظار کرنے لگا جو گھر میں چھوڑ آیا تھا۔ میں نے وضو کیا اور اس خواہش میں تھا کہ کاشش : ج وہ آئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بشارت حاصل کرے کیونکہ آج حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک خاص حالت وارد ہے۔ اسی اثنا میں عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ آن پہنچے۔ میں نے ان سے پوچھا کون ہے، جواب ملا عمر میں نے کہا مٹھریے تاکہ اطلاع دے دوں۔ میں نے جاکر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمر آئے ہیں اور اجازت طلب کرتے ہیں۔ فرمایا کہ آنے دو، اس کو بھی جنت کی خوش خبری دے دو۔ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہیں جنت کی بشارت دی۔ تب عمر رضی اللہ عنہ بھی داخل ہوئے اور دائیں جانب اسی وضع سے کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے بیٹھ گئے پھر میں واپس آکر دروازہ پر بیٹھ گیا۔ فکر کرنے لگا کہ کاشش میرے بھائی آنے کچھ دیر

کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی آ موجود ہوئے۔ میں نے ان کی بھی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا آجائے اور اس کو جنت کی خوشخبری دے دو اور ایک بلا کی جو ان کے سر پر ہے۔ میں انہیں کہا آئیے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں اور ایک بلا کی جو تمہارے سر پر ہے وہ اندر آئے اور دیکھا کہ جس جانب شیخین بیٹھے ہیں وہ تنگ ہے۔ دوسری جانب بیٹھ گئے اور صبح بخاری میں ہے کہ انکو مٹی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں ہوتی تھی آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے پاس رہی ان حضرات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس رہی۔ ایک دن عثمان رضی اللہ عنہ کنوئیں پر بیٹھے ہوئے تھے اور انکو مٹی کو حسب عادت انگلی پر پھیرا رہے تھے وہ کنوئیں میں گر گئی تین دن تک تلاش کرائی اور کنوئیں کا پانی نکلوایا مانتہ نہ لگی اور صبح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انکو مٹی شریف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام معقب کے ہاتھ سے گر گئی تھی۔ دونوں حدیثوں کے مضمون کو موافق کرنا باز تکاب تاویل و تجویز ممکن ہے۔ واللہ اعلم!

انکو مٹی کرنے کا اتفاق خلافت عثمانیہ کے چھٹے برس ہوا۔ اسی روز سے ان کی خلافت میں نزاع آیا اور خاتم سلیمان علیہ السلام کا ساحال ہوا کہ اس کے گم ہونے کے وقت سے انکو دور میں اختلال آیا تھا یہاں بھی ویسے ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ دوسرا کنواں تھا جو صدقات عثمانیہ میں سے تھا۔ اور اس میں ان کا حصہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال بنی نضیر سے ان کے لئے خالص کر دیا تھا اور مال بھی تھا کہ عبدالرحمن بن عوف نے چالیس ہزار درہم سے خرید کر اہمات المؤمنین رضی اللہ عنہم پر تصدق کیا تھا وہ اس مال کو بھی بیراریس پر بانٹتے تھے۔ واللہ اعلم!

بیراریس کی سیڑھیاں تھیں جن سے اتر کر وضو کیا جاسکتا تھا ۱۴۸ھ میں اس کنوئیں کی تجدید ہوئی۔ اب اس پر جانے کی راہ بند ہے۔ اس پر بنی ہوئی عمارت بھی مفقود ہے۔ کہتے ہیں کہ کسی رومی کا ایک غلام تھا وہ چونکہ منافق تھا اس کا ایک باغ تھا اس نے آثار محمدی علیہ الصلوٰۃ کو مٹانے کے لئے اس کی طرف آنے جانے کا راستہ بند کر دیا اور عمارت تک گرا دی (خدا اللہ و عزوہ) میر غرس۔ شیخ محمد الدین کہتے ہیں کہ میر غرس فتح عین مجھ سکون را کے ہے جس کے معنی درخت لگانا ہے۔ بعض راہگو حرکت دے کر بہ وزن شجر بھی بیان کرتے ہیں۔ اہل مدینہ سے

بہت لوگوں سے میں نے سنا ہے کہ مرغ کو مضمضہ پڑھتے ہیں لیکن صواب اور صحیح فتح ہے۔ اب لوگوں میں غین کی منہ مشہور ہے یہ کنواں مسجد قبلہ سے نصف میل پر شمال مشرق میں ہے۔ غرس ایک مقام کا نام ہے جو حوالی مسجد میں ہے۔ یہ ایک بڑا کنواں ہے اور کافی پانی والا اور وہ درود (۱۰۷۰) سے بھی زیادہ ہے۔ اس کے پانی پر سبزی غالب ہے اس کی سیڑھیاں ہیں جس کے ذریعے اندر جانے کی راہ ہے۔ سڑھ میں اس کی تجدید ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے پانی سے وضو فرمایا ہے اور بقیہ پانی اس میں ڈال دیا۔ ابن حبان ثقات سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیرغرس سے پانی منگواتے تھے اور کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اس کنوئیں کا پانی منگوا کر پیتے تھے اور وضو بھی فرماتے تھے۔ ابوسعید بن اسماعیل جمیع میں روایت کرتے ہیں کہ ایک دن سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آج رات دیکھا ہے کہ میں نے بہشت کے کنوؤں میں سے ایک کو میں پر صبح کی ہے پس آپ نے بیرغرس پر صبح کی اور وضو کیا اور اپنی لعاب مبارک اس میں ڈالی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے شہد بطور برید لایا گیا۔ آپ نے وہ بھی اسی کنوئیں میں ڈال دی۔ ابن ماجہ سند جید سے بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت کی کہ مجھے میرے کنوئیں بیرغرس کے سات قربہ سے میری رحلت کے بعد غسل دینا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت حیات میں بھی اس کا پانی پیتے تھے اور آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی فرمایا تھا کہ جب میں اس عالم سے سفر کر جاؤں تو سات قربہ پانی بیرغرس سے منگوا کر جس کا بند کسی نے نہ کھولا ہو مجھے اس سے غسل دینا اور امام باقر سلام اللہ علیہ وعلی آباءہ الکرام سے بھی منقول ہے حضور علیہ السلام کا غسل بعد وصال شریف کے آب غرس سے تھا اور حیات مبارک میں بھی آپ اسی سے پانی پیتے تھے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

بیر رومہ ضم راملہ و سکون واو اور بعض بالہمزہ بھی بیان کرتے ہیں یہ ایک عظیم کنواں ہے مسجد قبلتین کے شمال میں وادی عقیق میں۔ اس کی لطافت اور مٹھاس بیان میں نہیں آسکتی اور حدیث میں آیا ہے نَحْمُ الْقَلْبِ الْمَرْبِیِّ یعنی رومہ بہت اچھا کنواں ہے مرنی رومہ جس کا یہ کنواں تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے خرید کر تصدق کر

دیا تھا۔

نقل ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حدیث نبوی سنی تو اس کنوئیں کا نصف سو اونٹ کے بدلے خرید کر تصدق کر دیا تھا۔ کنوئیں کے مالک نے جب دیکھا کہ مخلوق کا ہجوم پانی پر کافی ہو گیا ہے۔ اس نے کنوئیں کا دوسرا حصہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس اس سے کچھ مختصری رقم پہنچ دیا اور ابن شیبہ زہری سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ يَشْتَرِي رُمْمَةً يَشْرَبُ رِوَاءً فِي الْجَنَّةِ یعنی جو شخص بیر رومہ مولے گا پئے گا ردا کو جنت میں۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مال سے خرید کر تصدق کر دیا بلغوی بشیر اسلمی سے نقل کرتے ہیں کہ جب مہاجرین کثرت سے مدینہ میں آنا شروع ہوئے اور اس بلدہ شریف میں میٹھا پانی کم تھا فیلہ بنی غفار کا ایک آدمی تھا جس کا ایک چھتے دار کنواں تھا جس کو بیر رومہ کہتے تھے وہ ایک قبر پر پانی کا ایک ٹوکڑا بیچتا تھا۔ ایک دن سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو اس چھتے کو بہشت کے ایک چھتے کے مقابلہ میں فروخت ہمارے ہاں کرے اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے اور میرے بیٹے کے واسطے سوائے اس کنوئیں کے اور کوئی وجہ معاش نہیں ہے جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو اس سے پینتیس ہزار درہم کو خرید کر مسلمانوں پر وقف کر دیا۔ ابن عبد البر کہتے ہیں کہ کنواں ایک یہودی کا تھا وہ اس کا پانی مسلمانوں کے ہاتھ بیچا کرتا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان لوگوں کو اس کے مول لینے کی ترغیب دی اور اس کے خریدار کو جنت کی بشارت دی پس امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کا نصف حصہ بارہ ہزار درہم میں خرید کر لیا۔ جب اس یہودی کو اپنا نصف حصہ کوئیں کا ناکافی معلوم ہوا تو اس نے دوسرا نصف بھی آٹھ ہزار درہم کو فروخت کر دالا۔ لسانی اور ترمذی روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو باغیوں نے محاصرہ میں گھیر لیا۔ آپ نے اس قوم سے فرمایا میں تمہیں خدا اور دین اسلام کی قسم دیتا ہوں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تھے تو مدینہ میں سوائے بیر رومہ کے اور میٹھا پانی پینے کا نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس بیر رومہ کو مول لے دیگا اس کو اس کی مثل بہشت کا ایک چھتہ دیا جائے گا توئیں نے اس کو ٹول لیا اور اس کو غنی، فقیر اور مسافروں پر وقف کر دیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ جو شخص حبش عسمر

کی تجہیز کرے اس کے واسطے جنت واجب ہو جائے۔ میں نے ہی اس کی تجہیز کی یہ بات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سن کر ان مفسدوں نے کہا ہاں ہم جانتے ہیں اور اسی طرح کی روایت صحیح بھی آئی ہے اور اس کنوئیں کا وجود جاہلیت کے زمانہ سے ہے یہ کچھ مہدم ہو گیا تھا شک ہے میں اس کی تجدید ہوئی اور بعض روایات میں آیا ہے مَنْ حَفَرَ بَيْنَ رُومَتِهِ فَلَهُ الْجَنَّةُ یعنی جو بیر رومہ کو کھودے گا اس کے واسطے جنت ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی اسے کھدائی کی ضرورت تھی۔ واللہ اعلم!

بیر یضاعہ۔ منہم مناد موصوفہ بنا پر شہرت بعض باکو کسرو سے بھی بیان کرتے ہیں اور ضاد معجمہ اور بعض مہملہ کہتے ہیں ان کے آخر میں عین مہملہ۔ ایک کنواں ہے باب شامی مدینہ منورہ کے نزدیک۔ اگر اس دروازے سے میدان امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی زیارت کو جانے لگیں تو یہ داپنے ہاتھ کو پڑتا ہے۔ خبر میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیر یضاعہ پر تشریف لائے اور ایک ڈول مانگ کر اس سے وضو کیا اور باقی پانی مع اپنے لعاب دہن کے اس کنوئیں میں ڈال دیا اور حضور کے زمانہ مبارک میں تیار ہوتا اسے اس کے پانی سے غسل دیا جاتا۔ اس پانی کی برکت سے اللہ تعالیٰ اسے شفا عاجل بخشتا۔ حضرت اسماعیل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص بیمار ہوتا تھا ہم اس کو تین روز بیر یضاعہ کے پانی سے غسل دیتے تھے وہ صحت پا جاتا تھا۔ ابو داؤد احمد و ترمذی وغیرہم ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت لاتے ہیں کہ ایک روز لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیر یضاعہ کا پانی آپ کیلئے آتا ہے اور حال یہ ہے کہ اس کنوئیں میں کتوں کا گوشت اور حیض سے لٹھری اور نجاسات بھی پڑتی ہیں آپ نے فرمایا پانی پاک ہے اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔ نسائی بھی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت لاتے ہیں کہ ایک روز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ بیر یضاعہ پر بیٹھے وضو فرما رہے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اسی پانی سے وضو کرتے ہیں اور سالاکہ اس میں بہت سی نجس چیزیں ڈالی جاتی ہیں آپ نے فرمایا اَلْمَاءُ طَهُورٌ لَا يَتَجَسَّسُ شَيْءٌ یعنی پانی پاک ہے اس کو کوئی چیز ملید نہیں کر سکتی اور مسلم بن سعد روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعاب دہن بیر یضاعہ

والہا اور اس کنوئیں کا پانی نوش فرمایا اور اس کے لئے خیر و برکت کی دعا فرمائی اور ابی سعید صاب
 بیرضاعہ نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آب دہن مبارک پڑنے سے ہم لوگ
 بیرضاعہ کا پانی تبرکاً پیتے تھے ایک دفعہ کوئی شخص ہمارے باغ کا جس میں بیرضاعہ تھا پھل
 کاٹ کر لے گیا۔ میں نے اس امر کی شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کی۔ آپ نے فرمایا
 کہ وہ غول بیابانی ہے جو میوے چرا لے جاتا ہے اس کے بعد اگر پھر نقصان دیکھے تو کہے **بِسْمِ اللّٰهِ**
حَسْبِيَ رَسُولُ اللّٰهِ یعنی بسم اللہ پل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب ابو سعید نے حضور
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق یہ کلمات پڑھے تو اس غول بیابانی نے سن کر کہا کہ یا ابا سعید
 میرا گناہ معاف کر مجھے حضور رسالت میں نہ لے جا۔ اس کے بعد میں کبھی اس باغ میں نہیں آؤں گا
 میں تجھے ایک آیت سکھاتا ہوں کہ جس کی برکت سے تجھے اور تیرے گھر والوں کو کوئی نہج و مصیبت
 نہ پہنچے گی اور وہ آیت آیہ انکرمسی ہے جب ابو سعید نے صورت حال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 عرض کی تو آپ نے فرمایا جو کچھ اس نے کہا پسح کہا لیکن وہ جھوٹا ہے ہیشمی کہتے ہیں کہ اس حدیث
 کے رجال ثقات میں بعض اس کو ضعیف کہتے ہیں واللہ اعلم!

اور آجکل یہ بیرضاعہ بعض آدمیوں کے باغ میں پڑ گیا ہے اس لئے اس کی زیارت مشکل
 سے ہوتی ہے بیرضاعہ جنت البقیع کے قریب ہے جو شخص بقیع کی طرف سے شہر پناہ کے نیچے مسجد
 قبا جائے تو یہ کنواں اس کو بائیں جانب پڑتا ہے ابن عدی ابی سعید خدری سے روایت کرتے ہیں
 کہ ایک دن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر آئے۔ فرمایا تمہارے پاس کچھ "سدر" ہوگی کہ ہم
 اس سے اپنے سہر مبارک کو دھوئیں کہ آج جمعہ ہے میں نے کہا ہے اور "سدر" لایا اور حضور کے براہ
 بیرضاعہ میں ڈال دیا۔ اس کی سیڑھیاں ہیں اس کا پانی بہت قریب ہے۔

بیرضاعہ اس لفظ کو کئی وجہوں سے پڑھتے ہیں چنانچہ شراح حدیث نے اس کی تحقیق کی
 ہے زیادہ مشہور وجہ راد موقوف و ما مقصور سے ہے۔ حال کسی مرد یا عورت کا نام ہے جس سے اس
 کو اضافت کرتے ہیں کہ یہ اس مکان کا نام ہے جس میں یہ واقع ہے۔ یہ مسجد شریف نبوی کے شمال
 میں قلعہ کی دیوار کے بہت قریب ہے یہاں تک کہ اگر قلعہ کی دیوار سائل نہ ہو تو اس کنوئیں سے
 مسجد شریف میں جانا بہت نزدیک ہو جائے کہتے ہیں کہ آپ اکثر وہاں تشریف لے جاتے اور

اس کے درختوں کے سایہ میں بلوہ فرماہوتے تھے اور اس کا پانی نوش فرماتے۔ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ ابو طلحہ انصاری کا مال بہت تھا اور نخل و دیگر سارے اموال سے محبوب تر اور معزز تر اس کے نزدیک بر حوالہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں تشریف لایا کرتے اور اس کا پانی نوش فرمایا کرتے تھے۔ ابو طلحہ نے اسے اپنے ذوی الارحام پر تصدق کر دیا تھا۔ ابی اور حسان ان کے ذوی الارحام میں سے تھے۔ حسان نے تو اپنا حصہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ انہیں لوگوں نے کہا کہ تم نے ابو طلحہ کے صدقہ کو کیوں بیچا ہے کہا کیوں نہ بیچوں کہ قر کے ایک صاع بغوض و راءم کے ایک صاع کے خریدتا ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس جگہ ایک محل تیار کرایا۔ اسی جگہ پہلے بھی بنی حزیلہ کا محل تھا۔ ابو منصور نے بھی اس جگہ ایک قصر تیار کرایا تھا۔ اب یہ کنواں چوٹے سے باغ میں ہے۔ اس میں ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے اس کا پانی شیریں اور ہوا وہاں کی فرت انگیز ہے۔

بئر عہین۔ بکسر عین مہملہ و سکون ہا عوالی مدینہ میں ہے مسجد قبا کے شرق میں ہے۔ ایک بڑے بزرگ باغ میں ہے جو بعض شرفاء کا تھا جس میں زراعت اور درخت کافی تھے ایک لطیف اور نظیف مقام ہے سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں جاتے و صوف فرماتے اور نماز پڑھتے تھے ذکر باقی آبار و اموال و صدقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بیان باقی مساجد کا بلاد متفرقہ میں آپ نے ان جگہوں کو مشرف فرمایا ہے اور عیون واداوہ وغیرہما جو اس بلدہ طیبہ کے متعلق ہیں۔

”ابیریح مدینہ طیبہ میں مسطور و مذکور ہیں اختصار کی وجہ سے یہاں ہم نے انہیں چھوڑ دیا ہے اور جملہ عیون طابره مدینہ منورہ سے آج کل جاری اور نفع رساں ہیں غریق زرقا ہے کہ قبا کے نخلستان سے نکلی ہے۔ مروان بن حکم نے جس وقت وہ مدینہ کا عامل تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس عین کو جاری کیا اور مدینہ منورہ میں لایا اس کا پانی نہایت ہی شیریں اور لطیف ہے اس کا مزہ بغیر سچے معلوم نہیں ہو سکتا از انجملہ ادویہ جو مشہور اور متبرک ہیں وادی عقیق ہے کہ احادیث نبوی میں آپ کے فضائل مذکور ہیں اور اشعار عرب میں اس کا ذکر بے حد و حساب ہے۔

چنانچہ کسی نے کہا ہے۔

شعر

مَتَوَالِهَانِ كُنْتَ لَسْتَ بَوَالِهٍ

يَا مَاجِي هَذَا الْعَقِيقُ فَقِفْ بِهِ

اے میرے رفیق یہی مقام حقیق ہے پس یہاں ٹھہر جا۔ حیران اور سرگشتہ ہو کہ اگر تو سرگشتہ نہیں
شیخ عبدالہادی و سودی کہتے ہیں۔ اشعار

حَقِّ الْعَقِيقِ وَدَمْعُ جَفْنِكَ مُطْلَقٌ فَبَدَأَ بِهِ الْحُسْنُ الْبَدِيعُ الْمُطْلَقُ
قَدْ صَادَ فِي فَيْدِهِ غَزَالٌ أَخْوًا قُبِدَتْ عَنْهُ وَاشْتِيَاقِي مُطْلَقُ

یعنی

وادعی حقیق میں اس سال میں آنسو تیری آنکھ سے جاری ہوں جبکہ کوئی خوبی نادرہ غیر تشبیہ ظاہر
ہوتی ہے۔ بیشک اس میں مجھے ایک آہوے کشادہ چشم نے شکار کیا۔ میں اس سے گرفتار ہو گیا
ورنہ حقیقہ میرا اشتیاق غیر مفید ہے۔

عبدالسلام بن یوسف کہتے ہیں۔ اشعار

عَلَى سَاكِنِ الْبَطْنِ الْعَقِيقِ سَلَامٌ وَإِنْ أَسْهَدُ فَنِي بِالْفِرَاقِ وَنَامُوا
خَطَرْتُمْ عَلَى النَّوْمِ وَهُوَ مُحَلَّلٌ وَحَلَلْتُمْ التَّعْذِيبَ وَهُوَ حَرَامٌ

یعنی

ساکنانِ بطنِ عقیق پر سلام ہو اگر انہوں نے مجھے جدائی پر جگایا اور خود سو گئے منظور کیا تم نے
سونے میں حالانکہ یہ خوابِ حلال ہے تم نے عذابِ دنیا حلال کر لیا حالانکہ وہ حرام ہے۔
صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کو سنا کہ وادیِ عقیق کی شان میں فرماتے تھے کہ آج رات میرے پاس ایک فرشتہ
آیا اور کہا کہ صَلِّ فِي هَذِهِ الْوَادِي الْعَقِيقِ یعنی وادیِ عقیق پر استدعا سے رحمت کر یا وادیِ عقیق
میں نماز پڑھ اور دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ہے الْعَقِيقُ
وَادِيٌّ مُبَارَكٌ وادیِ عقیق مبارک ہے اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں
ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وادیِ عقیق میں گیا۔ آپ نے فرمایا اے انس
اس وادی کے پانی سے ایک لوٹا بھر لا کہ میں اس وادیِ عقیق کو دوست رکھتا ہوں۔ فرمایا میں
بجھلی جانوروں کا شکار بہت کیا کرتا تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گوشتِ بدیہ کے طور پر
بھیجا کرتا تھا۔ ایک روز میں آپ کے پاس حاضر ہوا آپ نے پوچھا تم کہاں گئے تھے۔ میں نے

عرس کیا شکار کھینے گیا تھا۔ فرمایا اگر پہلے جانتے تو تمہارے ساتھ وادی عقیق تک ہم بھی جاتے۔ اصل سیلان وادی عقیق کا مدینہ منورہ سے قبلہ کی طرف ہے قبا اور اس کے درمیان ایک دن کا راستہ ہے وہاں سے ذوالخلیفہ کو جا کر بیرؤمہ کی غزب کی طرف پہنچ کر مدینہ منورہ میں پہنچا ہے۔ کثرت سیلان اس وادی کے جو حکایات نقل کی گئی ہیں وہ عجیب و غریب ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ السلام وائم

گیارہواں باب

ان بعض مقامات کے ذکر میں جو مکہ اور مدینہ منورہ کی راہ میں

مشہور ہیں

علمائے سیر و تاریخ جو مساجد و مشاہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حدود آثار کے محافظ اور طریق اخبار کے مالک ہیں انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سفروں اور آثار مشہورہ کو جمع کیا ہے جن میں سے اکثر اس وقت مبہم و مجہول ہو گئے ہیں جن میں سے بعض کے اثرات و نشانات کا پتہ چلتا ہے جن کی زیارات سے لوگ مشرت بھی ہوئے ہیں ادران اوراق میں کچھ حال تحریر کیا جاتا ہے۔

مکہ اور مدینہ طیبہ کی راہ میں بعض مساجد میں جن میں سے ایک مسجد ذوالخلیفہ ہے بعض مناسک والے اس مسجد الشجرہ بھی کہتے ہیں۔ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں مرتبہ ایک مرتبہ عمرے کو دوسری دفعہ حج پر جاتے وقت ذوالخلیفہ میں ایک درخت سمرہ کے نیچے بیٹھے تھے اور نماز ادا فرمائی تھی اور رات بھی یہیں بسر کی تھی اور اسی جگہ سے احرام بھی باندھا تھا۔ اب تک اہل مدینہ منورہ والوں کے لئے مقام احرام یہی ذوالخلیفہ ہے یہاں ایک بڑی مسجد تھی جو طول زمان سے گپ چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تجدید ہوئی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درمیان والے ستون کی طرف پڑھی تھی اور نعت سمرہ بھی اسی جگہ پڑھی تھی۔

مطرحی کہتے ہیں کہ اس مسجد سے قبلہ کی طرف ایک اور چھوٹی سی مسجد ہے جو بمقدار ایک سیر کے فاصلے پر ہے شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں نماز پڑھی ہو۔

سہمی کہتے ہیں کہ اس چھوٹی مسجد کو مسجد المعرس کہتے ہیں جس طرح ابن عمر رضی اللہ عنہ

کی روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض غزوات سے واپسی کے وقت اسی مسجد میں تعریس فرماتے تھے اور نماز بھی پڑھتے تھے۔ تعریس مسافر کے آخر شب میں آنے اور آرام کرنے کو کہتے ہیں نیز ایک دوسری صحیح حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تشریف لے آنا مسجد الشجرہ کی راہ سے ہونا اور تشریف لانا معرس کی راہ سے ہونا تھا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی جب اس جگہ پہنچا کرتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریس کی جگہ تلاش کر کے وہاں تعریس کرتے تھے اور دوسری مسجد جو مکہ کی راہ کی مساجد سے ہے مسجد شرف الصفا ہے۔ وہاں ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ منورہ کے درمیان میں اکتالیس میل کے فاصلہ پر ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ یہ مسجد پچیس میل کے فاصلے پر ہے اور اس کے آگے مدینہ منورہ کی جانب وادی سیالہ ہے اور شرف الروحا کے نزدیک ایک مسجد ہے جو مکہ سے مدینہ جانے والے کو دائیں جانب پڑتی ہے روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی جگہ نماز ادا فرمائی ہے اور وادی سیالہ میں زمان سعادت نشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمارتیں بن گئی ہیں چشمہ وغیرہ اس جگہ بہت بنادیئے گئے تھے۔ والی مدینہ منورہ کی جانب سے وہاں ایک حاکم رہتا تھا۔ اس وادی سیالہ والوں کے بہت سے افتخار و اخبارِ صفہ روزگار میں مشہور ہیں جو اب تک بھی متناہد ہیں آتے ہیں بعض آثار اب تک بھی پائے جاتے ہیں۔ قافلہ کی گذرگاہ پر ایک پراگنا قبرستان ہے جو اہل سیالہ کا تھا سہنوی کہتے ہیں کہ لوگ ان قبور کو قبورِ شہداء کہتے ہیں شاید اہل بیت کے قبور ہوں جنہیں ظلم سے شہید کیا گیا ہو بعض اخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو وادی بنی سالم کہتے ہیں یہ حجاز کا ایک قبیلہ تھا جس کا اب اس زمانہ میں نام و نشان بھی باقی نہیں رہا۔ سیالہ اور اہل سیالہ سب سیل فناہ میں آکر فناہ ہو گئے۔ اس جگہ ایک پہاڑ جس کو جبل ورقان کہتے ہیں اور عرق الطیبہ بھی کہتے ہیں۔ روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب پہلے غزوہ جو غزوہ ابوا تھا جب مقام "روحا" میں عرق الطیبہ میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو اس جبل ورقان کا نام کیا ہے اس کا نام محنت ہے فتح و سکون میم اس کے بعد آپ نے دُعا کی اور فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيْهِ وَبَارِكْ لِاَهْلِهِ۔ اے اللہ تو اس کو اور اس کے رستہ والوں کو برکت دے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا تم جانتے

ہو وادی کا نیا نام ہے اس کا نام سنجہ صبح ہے یہ وادی جنت کی وادیوں میں سے ہے مجھ سے پہلے ستر پیغمبروں نے اس میں نماز پڑھی ہے اور موسیٰ بن عمران علی نبینا وعلیہ السلام ستر ہزار بنی اسرائیل کے ساتھ یہاں آکر اترے تھے اور وہ عبا قتلوان پہنچے ہوئے تھے اور ناقہ ورقاہ پر سوار تھے قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام بھی بقصد حج یا عمرے کے اس وادی کی طرف سے نہ گذریں اور ابو عبیدہ بکری کہتے ہیں کہ قبر مضر بن نزار کی جو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد سے ہیں اسی روحا میں ہے وادی روحا میں ایک مسجد ہے پہاڑ کے کنارے پر مدینے سے نکلے جانے والے کے واسطے ہاتھ پڑتی ہے اس کو مسجد الغزالہ کہتے ہیں سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی ہے اور وہاں ایک خالص جگہ ہے اس کو تازیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وہاں اتر اترتے تھے اور فرماتے تھے هَذَا مَنَزِلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ یعنی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اترنے کی جگہ ہے وہاں ایک درخت ہے جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہاں اترتے تھے وضو کرتے بقیہ پانی اس درخت کی جڑ میں ڈالتے اور فرماتے کہ هَكَذَا أَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے اور جب راستہ میں اس مسجد تک پہنچے تو وہ راہ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ سے مکہ شریف تشریف لے جاتے تھے جو بائیں جانب کو رہتا ہے اور زمانہ قدیم میں وہ راہ چلتی تھی اس کو طریق الانبیاء کہتے ہیں اس لئے کہ انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین جب حج کے واسطے مکہ معظمہ کا ارادہ کرتے تو اسی راہ سے تشریف لے جاتے تھے اس راہ میں کنواں ہے جس کو بیڑ السقیاء کہتے ہیں یہ ایک پہاڑ کے کنارے پر واقع ہے جس کا نام ہرشاہ ہے آجکل ایک دوسرا راستہ جو اس راستے سے دایمہ طرف ہے جاری ہے علمائے سیر و تواریخ نے مکہ اور مدینہ منورہ کے درمیان بہت سی مساجد کا ذکر کیا ہے لیکن اب سوائے مساجد مذکورہ کے کسی ایک کا نشان باقی نہیں ہے لیکن ارباب بصیرت جن کے دیدہ و دل انوار بصیرت سے منور ہیں یہ بات مخفی نہیں کہ ان سب پہاڑوں اور وادیوں میں اثر جمال محمدی اور نور کمال احمدی سے کس قدر توراتیت ظاہر و باہر ہے جس کی انتہا نہیں اس کا سبب یہ ہے کہ ان سب جگہوں میں کوئی ایسا ذرہ نہیں جس پر نظر مبارک نہ پڑی ہو اور وہ جمال بہت نال سرور سید کمال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے شرفیاب نہ ہوا ہو

بہر زمین کہ نیسی ز زلف او زودہ است

بتوز از دم آں بُوئے عشق مے آید

مسجد بدر بدر ایک جگہ کا نام ہے جو غزوہ بدر آنسو در عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے مشہور ہے غزوہ بدر جو سبب عزت اسلام و شوکت مسلمانان اور نگوں ساری و خواری کفار و مشرکان ہوا جس کی تفصیل کتاب غزوات میں مذکور ہے اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک عولیش بنائی گئی تھی عولیش اس مکان کو کہتے ہیں جس کو شاخہائے خر مے ڈھانپا جاتا ہے اس کے بعد اس مکان پر مسجد بنادی گئی جو آج تک موجود ہے اس جگہ سے متعلقہ مقامات سے قبور شہدار ہیں جو اس غزوہ میں شرف شہادت حاصل کر چکے ہیں اس مکان کے عجائبات سے جو مشہور ہیں یہ ہے کہ قبور شہدار کے اوپر سے جو ریگ کا ٹیلہ ہے اس سے نکارہ کی آواز کی سی آواز سنائی دیتی ہے اس کے وجود سماع میں کچھ شک و شبہ نہیں ثقہ خبروں سے اس کا سماع معلوم ہوا ہے اکثر علماء اس بات پر ہیں کہ اس کا اصل نہیں ہے اور صحت کو نہیں پہنچی بلکہ ہوا کے اس جگہ پہنچنے سے ایسی آواز پیدا ہو جاتی ہے مگر متاخرین کہتے ہیں کہ شاید اس کے تحت کوئی ایسا راز ہو جس کا اور اک ہم نہ کر سکتے ہوں۔ واللہ اعلم !

سہنموتی نے اپنی کتاب میں ذکر مسجد بدر کا ذکر نہیں کیا مگر اور مدینہ منورہ کے راستہ کی مسجدوں میں اور مسجد خلیص ہے خار کی غصہ جو مکہ معظمہ سے تین روز کی مسافت پر واقع ہے۔ وہاں کھجوروں کے درخت ہیں اور اس جگہ ایک چشمہ بھی ہے اور ایک مسجد بھی ہے جس میں حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز ادا فرمائی تھی اور ۹۹۰ھ میں سلطان روم نے اس کی تجدید کی اور اس چشمے کو مسجد کے صحن میں جاری کیا۔ سہنموتی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ خلیص میں ایک اور مسجد ہے حمرہ عقبہ میں ہے جو اصل قریہ سے تین میل پر واقع ہے سہنموتی یہ بھی کہتے ہیں کہ قدید منم قاف بھی خلیص سے مدینہ منورہ کی طرف دوسری منزل کے دامن جانب ایک مسجد ہے۔ خیمہ اہم معبد بھی قدیر میں تھا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو بکر صدیق زمانہ ہجرت میں تشریف لے گئے تھے اور معجزہ مبارک کے ذریعہ ایک لائو بکر می کے قصوں سے دُود و نکلا تھا۔

مسجد شرف بفتح سین و کسر ہا۔ ایک نسخہ میں مذکور ہے یہ ایک مسجد تنعیم کی راہ سے مکہ معظمہ سے ایک مرحلہ اور تین میل کے فاصلے پر حضرت میمونہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی قبر تشریف دیں ہے ان کی شادی اور زفاف وہیں واقع ہوا تھا

مسجد تنعیم تنعیم ایک جگہ کا نام ہے جہاں سے اہل مکہ عمرے کا احرام اسی جگہ سے باندھتے ہیں سنہوی کہتے ہیں کہ وہاں ایک درخت تھا اور چند کنوئیں اور ایک مسجد حضور علیہ السلام کی مٹی۔ آجکل وہاں کی مشہور مسجد مسجد عائشہ ہے رضی اللہ عنہا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے حجۃ الوداع کا عمرہ یہاں باندھا تھا یہ جگہ نہایت مشہور ہے۔ مخرج بیان نہیں۔

مسجد ذی طویٰ یہ ایک کنواں ہے شہر مکہ معظمہ کے باہر کے مکانات کے قریب واقع ہے حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ میں تشریف لے جانے کے وقت وہیں اترتے تھے۔ وہیں رات کو قیام فرما کر صبح کو مکہ معظمہ میں داخل ہوتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسئلہ برا کہ غیظ تھا نہ وہ جو آج کل بنایا ہوا ہے۔ واللہ اعلم !

بارہویں باب فضائل جنت البقیع

اور اس کے مقابلہ کا بیان !

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں تشریف فرماتے جب آخر رات کا وقت ہوتا تو بقیع کو چلے جاتے۔ اہل بقیع پر سلام فرماتے اور ان کے لئے معرفت چاہتے تھے اور فرماتے السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَاوُدُومُ مُؤْمِنِينَ وَآتَاكُمْ مَا كُودُونَ وَإِنَّا إِنشَاءُ اللّٰهِ بِكُمْ لَاحِقُونَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيعِ الْغَزْدِ لَعْنَى السَّلَامِ عَلَيْكُمْ قَوْمُ مُؤْمِنِينَ كَغَرِ وَالْوَقْمِ كَوَجْهِ جَزِينِ كَاوَعْدِهِ دِيَا كَبِيَا تَعَا دِيَا كَبِيَا يَسْمُ إِنشَاءُ اللّٰهِ تَمَّ سَمْنِ مَلْنِ دَالِي مِيْن اللّٰهِ بَقِيعِ قَدْوَالِ كَوْنِشِ دَسْ۔

ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ رات کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر ہوئے میں بھی بغیر کیا وجہ سے کہ شاید آپ کس اور نبی کی گھر تشریف لے

جالتھوں آپ کے پیچھے ہوئی۔ یہاں تک کہ آپ بقیع میں پہنچے اور دیر تک وہاں کھڑے رہے اور تین دنہ دنائے لئے دست مبارک اٹھائے اس کے بعد وہاں سے پھرے میں بھی جلدی جلدی لوٹ کر آپ کے پیچھے سے پہلے پہنچی اور سو گئی۔ آپ نے اثر اضطراب ملاحظہ فرما کر مجھ سے پوچھا کہ عائشہ خیر ہے اتنی گھبراہٹ ایسے وقت میں میں نے صورت حال عرض کی فرمایا وہ سیاہی جو مجھے آگے پیچھے دکھائی دیتی تھی تم ہی نہیں میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! پھر آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ تجھ اس کا بھی گمان نہوا کہ اللہ و رسول تجھ پر حیف کریں گے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے کچھ نہیں چھپا۔ جیسے آپ فرماتے ہیں جیسے آپ فرماتے ہیں ویسا ہی ہے مگر کیا کروں مجھے فطرت بشری نے ایسا کرنے پر آمادہ کیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جبریل مجھ پر آئے اور گھر سے یاہر سے پکارا اور اس نے تجھے نہاں رکھا میں نے بھی نہاں رکھا اور جبریل کی عادت ہے کہ جبروت تمہارا کپڑا تمہارے جسم سے الگ ہوتا ہے تو وہ اندر نہیں آتا مجھے گمان تھا کہ تم سوئی ہو میں نے تمہیں نہ جگایا نہ کہ تم متوش نہ ہو جاؤ مجھے کہا کہ آپ کا پروردگار آپ کو حکم کرتا ہے کہ اہل بقیع پر جا کر ان کے لئے استغفار کرو۔ آپ کی دعا اور لفظ روایت نسائی میں اس طرح آئے ہیں۔ اَلَسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ وَ اَیَاکُمْ مُتَوَاعِدُوْنَ غَدًا مَوْا کِلُوْنَ بعض روایات میں ان الفاظ کی زیادتی بھی ہے اَللّٰهُمَّ لَا تُحَرِّمْنَا اَجْرَهُمْ وَلَا تَفْتِنَا بَعْدَهُمْ روایت بیہقی میں ہے کہ یہ واقعہ نصف شعبان کی رات واقع ہوا اور یہ بھی ہے۔ اَلَسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَهْلَ الْقُبُوْرِ وَ لَیْخِفَنَّ اَللّٰهُ لَنَا وَ لَکُمْ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَ نَحْنُ بِالْاٰخِرِ اور حضرت ابی موسیٰ بنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی رات کو مجھے جگایا اور فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں بقیع جا کر اہل بقیع کے لئے استغفار کروں پس میں ستر علیہ السلام کی خدمت میں ہوا۔ آپ اہل بقیع پر آئے اور کھڑے ہو کر فرمایا۔ اَلَسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَهْلَ مَقَابِرَ لَعِبِیْنَ مَا اَصْبَحْتُمْ فِیْہَا اَصْبَحَ النَّاسُ فِیْہَا اَقْبَلْتُ الْفَتَنَ لَیْقُطَعَنَّ الْاَلِیْلُ الْمَظْلُمِ یَتَّبِعُ اٰخِرُہَا اَوَّلُہَا الْاٰخِرَةُ شَرُّہَا الْاَوَّلُ یعنی اے اہل مقابر تم پر سلام ہو آسان ہے وہ چیز جس پر تم ہو اس کی نسبت جس میں لوگ ہیں اس میں قتلے آچکے ہیں جس طرف ازیمینا رات کے ٹکڑے پکے۔۔۔ گجرت آتے ہیں اور کتب خانے سے بدتر ہوتا ہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا اے اباموہبہ میرے پاس خزانہ دنیا کی کھجیاں لائے اور مجھے اس بات کا خیال کیا گیا کہ چاہوں تو ہمیشہ دنیا میں رہوں چاہوں تو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں میں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات اختیار کی میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خزانہ دنیا کی کھجیاں لے لیجئے بعد اس کے داخل بہشت بریں ہو جائیے۔ فرمایا لَا فَا لَہٗ یَا اَبَا مُوہِبَۃَ نہیٰ خدا کی قسم اے اباموہبہ میں اپنے پروردگار کا تقاضا چاہتا ہوں یہ فرما کر بقیع سے پھرے اور سر مبارک میں درو لاتی ہوا پھیرا وہ نہ چھوٹا یہاں تک کہ آپ نے اس جہان فانی سے رخصت فرمائی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

یہ بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقیع نزعہ میں تشریف لائے آپ تے تین بار فرمایا السَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَهْلَ الْقُبُورِ اور فرمایا اس جہان سے جانے والو آرام سے رہو چھوٹ گئے تم ان بلاؤں اور فتنوں سے جو تمہارے بعد آنے والے ہیں اس کے بعد اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مخاطب ہو کر فرمایا یہ لوگ تم سے بہتر ہیں صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ہمارے بھائی ہیں جیسا کہ یہ ایمان لائے ہیں اور جیسا ان لوگوں نے اللہ کی راہ میں اپنا مال صرف کیا ویسا ہم بھی اس کی راہ میں اپنا مال صرف کر رہے ہیں جیسا یہ لوگ اس جہان سے کوچ کر گئے ایسے ہم بھی کوچ کر جائیے پھر ان کو ہم پتہ دیتی کس لئے ہے اپنے فرمایا یہ دنیا سے گور گئے انہوں نے اپنے دھرم سے دنیا میں کوئی چیز نہیں کھائی اور میں نہیں جانتا کہ تم اس کے بعد کیا کام کرو گے اور کیا فتنہ تمہارے درمیان اٹھیں گا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقبرے کو تشریف لے گئے اور فرمایا السَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَرَاٰ اَنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ اور فرمایا کاش ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں فرمایا تم میرے اصحاب ہو میرے بھائی وہ ہیں جو میرے بعد آئیں گے انہوں نے ابھی اقلیم وجود میں قدم بھی نہیں رکھا میں ان کا فرط ہوں حوض پر صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو لوگ آپ کے بعد آئیں گے آپ کی امت ہوں گے حالانکہ آپ نے انہیں دیکھا ہی نہیں آپ ان کو ایسے پہچانیں گے فرمایا تم میں سے کسی کے پاس مشک اور پنجلیان گھوڑے ہوں تو آیا

وہ شخص اپنے گھوڑوں میں ایک کو دوسرے سے پہچان نہیں سکتا! امت میری قیامت کے دن سفید منہ اور سفید ہاتھ پاؤں پنجکلیان گھوڑوں کی سی آوے گی اور یہ سفیدی منہ اور ہاتھ پاؤں کی ان کے آثار وضو سے ہوگی اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ مقبرہ یقیع سے ستر ہزار آدمی اٹھ کر بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے ان کے منہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے اور وہ لوگ وہ ہیں جو داغ نہیں دیتے تھے اور فال بد نہیں مانتے تھے اور خدائے تعالیٰ پر توکل کرتے تھے اور دوسری روایت میں گنتی ایک لاکھ کی واقع ہوئی ہے اس میں اتنا اور زائد ہے وہ افسوں نہیں پڑتے تھے عادات (حیلہ علاج) نہیں کرتے مصعب بن زبیر سے نقل ہے کہ وہ ایک دن یقیع کی طرف سے مدینہ منورہ کو جاتے تھے ان کے ساتھ اہل کتاب کا ایک شخص تھا جس کا نام ابن اس جالوت تھا جب اس کی نظر یقیع پر پڑی اس نے کہا یہی ہے یہی ہے مصعب نے اسے اپنے پاس بلایا اور اس سنن کی کیفیت پوچھی کہ اس کا کیا معنی ہے اس نے کہا کہ اس مقبرہ کا ذکر میں نے تورات میں پڑھا ہے اور ان دونوں سنگستان کے اندر ایک مقبرہ ہوگا مخفوف بہ تخیل نام اس کا گشتہ ستر ہزار آدمی اس سے اٹھیں گے چودھویں کے چاند کی صورت میں اور ایسی ایک حدیث میں مقبرہ سلیم کی شان میں بھی وارد ہیں اور یقیع میں دفن ہونے والے لوگوں کے فضائل میں اور اس بات میں کہ وہاں دفن ہونے کو حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کے شفیع اور شہید ہیں اور بھی بہت سی اسادیت اور آثار وارد ہوئے ہیں ایک اور حدیث میں واقع ہوا ہے کہ جو شخص سب سے پہلے زمین سے اٹھے گا وہ سرور انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ان کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بعد از بنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے بعد اہل یقیع ان کے بعد اہل مکہ اور بھی حدیث میں آیا ہے کہ مَنْ مَاتَ بِأَحَدِ الْحَدِيثَيْنِ بَعَثَ الْاَمْنَيْنِ جو شخص ان حرمین میں سے ایک میں مرے گا قیامت کے دن امنین سے اٹھیں گا۔

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ دو مقبرے ایسے ہیں کہ جن کی روشنی آسمان پر ایسی ہے جیسے آفتاب و مہتاب کی روشنی زمین پر ایک مقبرہ یقیع ہے اور دوسرا مقبرہ عثمان ہے۔ حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تورات میں آیا ہے کہ مقبرہ یقیع پر لاکھ موکل ہیں کہ جب مردوں سے بھر دیا جائے تو کنا سے یقیع کے تمام کمریت میں حبسک دیا کریں اور جاننا چاہیے

کہ جتنے بقیع میں مدفون ہیں وہ حصر سے باہر ہیں اکثر اصحاب جنت مآب رضی اللہ عنہم جو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یا بعد آپ کے اس جہان فانی سے انتقال کر گئے ہیں اور اس مقبرہ شریف میں مدفون ہیں ان کا حصر علماء نے کیا ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ مازک میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ مقدار دوس ہزار سہا پہ کہ ام رضی اللہ عنہم کے مدینہ منورہ میں اس جہان فانی سے گزرے اور اسی مقدار کے قریب سادات اہل بیت نبوت سلام اللہ علیہم اور علمائے تابعین غیر سادات سے بھی انتقال کیا ہے اور غالب یہ ہے کہ قبور ان حضرات کے بعینہ معلوم نہیں مگر بعضوں کے قبور سو وہ بھی یہ کہ ان کی جہت معلوم ہوئی ہوگی کہ فلانی طرف کو دفن ہیں۔ اس واسطے کہ نحمدہ سلف میں بنا کے قبور اور کتابت اسما متعارف نہ تھی۔ اسی وہ سے ان کے نشان مٹ گئے اور اس زمانے میں جو بعض قبور اور قببات کے لوگوں نے تعین کی ہے۔ ظن غالب پر نظر کی ہوگی بعض روایات واردہ اس باب میں پائے ہوں گے والا حقیقت حال وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ سہموتی نے بھی اسی طرح کہا ہے واللہ اعلم!

فصل اس مقبرہ شریف کے معروف قبور متبرکہ میں سے جتنے بلحاظ عنایت یا جنت کے ہیں ان میں سے ایک قبر شریف قبر سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و قبر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہے۔ اس مقبرہ شریف میں اہل مدفون ہیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے وصال کے بعد ان کی پشانی کا بوسہ لیا اور فرمایا اس کو بقیع میں دفن کرو تاکہ یہ ہمارا سلف اور فرمایا فَنَعْمُ السَّلَفُ سَلَفًا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ۔ یعنی ہمارا بہترین سلف عثمان بن مظعون ہے اس زمانہ میں بقیع میں غرقہ کے درخت بہت تھے اسی وجہ سے اسے لوگ بقیع الغرقہ کہتے تھے۔ پس ان درختوں کو کاٹا گیا اور زمین نکالی گئی اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا۔ انکا مدفون دار عقیل سے شرقی جانب ہے۔ اب تک ان کا قبہ وہیں واقع ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا نام رد حار رکھا تھا۔ یہ جگہ وسط بقیع میں ہے خبر میں ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ پہلے مہاجر میں جو وہاں فوت ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ انہیں کہاں دفن کیا جائے۔ آپ نے بقیع میں دفن کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اس کی لحد بنائی جائے جب لحد تیار ہوئی تو ایک پتھر زیادہ ہو گیا۔ آپ نے اس پتھر کو اٹھا کر پتھر کی

پانچویں نسب کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ سرہانے نصب کیا گیا تھا اور جب مروان بن حکم والی حینہ بنوا ایک دہا اس کا گدہ قبر عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اس نے حکم دیا کہ اس پیچتر کو نکال کر باہر ڈال دیں۔ لوگوں نے اس پیچتر کو اکھیرا اور باہر پھینک دیا۔ اس نے کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ عثمان بن مظعون کی قبر پر ایک ایسی علامت ہو کہ جس سے وہ ممتاز و معین رہے۔ بنو امیہ نے اسے اس امر پر علامت کی اور کہا تو نے یہ کام بہت بُرا کیا جس پیچتر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اٹھا کر رکھا ہوا اس کو تو نے اٹھا ڈالا۔ اس نے کہا اب ہمارا حکم نہیں بچتا ایک روایت میں ہے کہ اس نے پھر اس پیچتر کو اپنی جگہ رکھنے کا حکم دے دیا۔ ابو داؤد و سنن بخاری سے بیان کرتے ہیں جب عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ پیچتر لاؤ ایک بہت بڑا پیچتر دیں پڑا ہوا جس کو کوئی اٹھا نہیں سکتا تھا تو سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی آستین مبارک چڑھا کر اس پر حملہ کیا۔ اس کو اٹھا کر عثمان بن مظعون کی قبر کے سرہانے رکھ دیا اور فرمایا میں اس پیچتر کو اپنے بھائی کی قبر کی علامت ٹھہراتا ہوں۔ اب جو بھی میرے اہل بیت سے مرے گائیں اے یہیں دفن کروں گا۔ قبر عثمان بن مظعون آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر مبارک کے مقابل تھی جو کوئی اس پر کھڑا ہوتا اس کی نظر بے حجاب و دولت کدہ سرور ولین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑتی۔ اسی کے بعد سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا ان کی عمر شریف چھ ماہ تھی۔ ایک قول پر اس سے کچھ زیادہ ۱۰ انہیں بھی آپ کے حکم سے یثرب میں عثمان بن مظعون کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ آپ نے فرمایا ابراہیم کے لئے جنت میں ایک دوودھ پلانے والی ہوگی جو ان کی مدتِ رضاعت پوری کرے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے قبر ابراہیم پر مٹی ڈالی اور پانی چھڑکا اور اس سے پہلے کسی قبر پر پانی نہیں آچھڑکا جاتا تھا اور سنگریزے بھی بچھائے اور جب دفن سے فارغ ہوئے فرمایا: اَسْلَمَ عَلَيْكُمْ۔ اس کے بعد جب قبر ابراہیم علیہ السلام یثرب میں بن گئی تو ہر گزہ نے یثرب کے ایک ایک کونے میں اپنا اپنا مقبرہ بنایا یہاں تک کہ سارا یثرب الفرد جائے مقابر المسلمین ہو گیا۔

قبرِ رقیۃ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حضرت رقیۃ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علیہ وآلہ وسلم فوت ہوئیں تو آپ نے فرمایا اَلْحَقِّ بِسَلَفِ عُمَانَ بْنِ مَطْلُوْنٍ یعنی تم بھی ہمارے
 سلف عثمان بن مطعون کو لانا جو جاوا انہیں اس کی قبر کے نزدیک ہی دفن کیا گیا۔ روایت ہے
 کہ جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو کچھ عورتوں نے ردنا شروع کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
 نے انہیں منع کیا۔ بھڑکا اور ضرب کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا
 ہاتھ پکڑا اور فرمایا چھوڑ تاکہ یہ روئیں۔ ہاتھ اور زبان سے جو کچھ سرزد ہوتا ہے شیطان کے سبب
 سے واقع ہوتا ہے اور اگر یہ بے لوجہ منع نہیں۔ حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا حضرت رقیہ رضی
 اللہ عنہا کی قبر کے قریب کھڑی روٹی تھیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دامن سے انکے
 آنسو ان کے رُخ مبارک سے پونچھتے تھے اور مشہور یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے فوت ہونے کے وقت حاضر نہیں تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
 کو ان کی تیارداری کے لئے مدینہ منورہ چھوڑ کر خود جنگ بدر کو تشریف لے گئے تھے جس وقت
 زید بن حارث فتح کی خوش خبری لائے تو دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قبر شریف پر کھڑے
 ان کو دفن کر رہے تھے۔ خبر صحیح یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا
 کی وفات کے وقت تشریف رکھتے تھے شاید پہلی خبر جس سے آپ کا تشریف رکھنا ثابت ہوتا
 ہے بوقت وفات حضرت اُمّ کلثوم سے ہو یا وفات حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے متعلق ہو
 جو شہ میں واقع ہوئی۔ سید علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ظاہر یہ بات ہے کہ ان سب صاحبزادوں
 کے قبور شریفہ عثمان بن مطعون رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کے آس پاس ہی ہوں گی اس لئے کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان بن مطعون رضی اللہ عنہ کے دفن کے وقت ادران کی قبر شریف
 پر پتھر رکھتے وقت فرمایا اِذْ كُنَّ مَنَ تَاتِ مِنْ اَهْلِیْ یعنی میں اپنے اہل بیت کو اس کے
 پاس دفن کروں گا جو مرے گا۔ اسی زمانہ میں اسی جگہ کے قریب ایک قبر ہے اس کو قبہ
 بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں۔

قبہ فاطمہ بنت اسد والدہ شریفہ امیر المؤمنین علی ابن طالب سلام اللہ علیہ انہیں بھی
 بروایت محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب نزد قبر سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 و عثمان بن مطعون دفن کیا گیا۔ دوسری روایات بھی اس روایت کی مؤید آئی ہیں۔ سہموی

کہتے ہیں کہ اب جو لوگوں کا اعتقاد ہے کہ مشہور قبہ فاطمہ بنت اسد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قبہ سے شمالی جانب کو ہے یہ صحیح نہیں اگرچہ بعض مؤرخین نے بھی اس سے اتفاق کیا ہے کیونکہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے اتنی کمال محبت کے باوجود یقین سے اتنا دور کیونکر دفن کیا ہوگا اور اس کے علاوہ آپ نے حضرت عثمان بن مظعون کے دفن کے وقت فرمایا کہ اَذْفَنَ الْيَوْمَ مَنْ قَاتَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي بھی معارض آتا ہے اور مشہد حضرت امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ حقیقت داخل یقین نہیں ہے اور یہ قبہ جو منسوب فاطمہ بنت اسد کے نام سے ہے اس سے بھی دور ہے پس دفن ان کا غایت بعید ہوگا اور حضرت محمد بن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت نزدیک پہنچا تو حضرت سلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب ان کا وصال ہو جائے تب ہم کو خبر دینا چنانچہ ویسا ہی کیا گیا۔ پس آپ نے فرمایا کہ اس مسجد کی جگہ پر جس جگہ اب قبر فاطمہ کہتے ہیں قبر کھودیں اور لحد بنا دیں جب موانعی حکم عالی کھودی گئی اور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قبر میں آئے اور لحد میں لیٹ گئے اور قرآن پڑھا۔ اس کے بعد پیرا بن شریف بدن مبارک سے نکال کر فرمایا کہ اس کے کفن میں اس پیرا بن کو داخل کر دو۔ اس کے بعد ان کی قبر کے پاس تو تکبیروں سے نماز پڑھی اور فرمایا کہ کوئی شخص منقطعہ قبر سے بے فکر نہ رہے کہ فاطمہ بنت اسد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وَلَا انْقَاسِمُ یعنی جناب کے صاحبزادے حضرت قاسم بھی بے فکر نہیں ہیں باوجود اس بات کے کہ صغریٰ میں انتقال فرما گئے تھے فرمایا وَلَا اَبْرَ اَهِمُ یعنی قاسم کا حال تم کیا پوچھتے ہو۔ ابراہیم جو قاسم سے بھی چھوٹے ہیں اس جہاں سے گئے ہیں وہ بھی بے فکر نہیں ہیں اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے اجتماع میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص خبر لایا کہ علی جعفر اور عقیل کی والدہ نے انتقال کیا۔ فرمایا اٹھو اپنی ماں کی طرف چلیں پس آپ کھڑے ہو گئے اور صحابہ کرام بھی کھڑے ہو گئے اور کمال خشوع و خضوع سے یہ صفت کَانَتْهُمْ عَلَى رُءُوسِهِمُ الطَّيْرُ گویا ان کے سر پر پرندے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کی ملازمت میں روانہ ہوئے جب آپ کے دروازے پر پہنچے تو پیرا بن شریف اپنے بدن مبارک سے اتار کر غایت فرمایا کہ بعد غسل دینے کے یہ پیرا بن ان کے

کفن میں لگا دو اور پھر جب ان کا جنازہ باہر نکلا آپ نے ان کے جنازے کا پایہ اپنے دوش مبارک پر لیا اور ساری راہ میں کبھی اگلا پایہ جنازے کا اور کبھی پچھلا پایہ لیتے گئے۔ جب قبر پر پہنچے تو آپ ان کی قبر میں اتر کر حد میں لیٹ گئے پھر باہر برآمد ہو کر فرمایا رکھو قبلہ رو ان کو قبر میں بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰی اَسْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ پھر ان کے دفن کے بعد رسول اللہ قبر پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا جَزَاكَ اللّٰهُ مِنْ اَمْرِ مَرْيَسِيْهِ خَيْرًا فَنَعْمَ الْاَمْرُ نَعْمَ الدِّيْنِيَّةُ اللّٰهُ يَجْعَلْ جَزَاءَ خَيْرٍ دَسَّ مَاں اور پالنے والی دایہ بہتر خیر بہتر اور بہتر پالنے والی دایہ۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے آپ سے دو چیزیں فاطمہ بنت اسد کے باب میں ایسی دیکھیں کہ کسی کے باب میں ایسی نہیں دیکھیں۔ ایک تو یہ کہ آپ نے اپنی قمیض سے ان کے کفن دیا دوسری یہ کہ آپ ان کی قبر میں اتر کر لیٹ گئے۔ فرمایا کہ اپنی قمیض سے ان کو کفن دینے سے مراد یہ تھی کہ ہرگز آتش و وزخ ان کے بدن کو محاس نہ کرے اور ان کی قبر کے اندر لیٹنے کا مقصد یہ تھا کہ حق تعالیٰ ان کی قبر کو وسیع کر دے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابو طالب کے بعد میرے ساتھ سوائے فاطمہ بنت اسد کے کوئی دل سے نیکی کرنے والا نہ تھا میں نے ان کو اپنا پیرا بن پناہا تاکہ حلہ ہائے بہشت ان کو نصیب ہوں اور ان کی قبر میں لیٹا تاکہ بلا سے قبرت خلاصی پائیں اور روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ میں ہے کہ جب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا کر ان کے سر پر بے بیٹھ گئے اور فرمایا اُرْحَمِيْ بَعْدَ اُرْحَمِيْ یعنی میری ماں کے بعد میری ماں اور آپ نے ان کی بہت تعریف فرمائی اور اپنے پیرا بن سے ان کا کفن کیا بعد اس کے اسامہ بن زید اور ابوالایوب انصاری اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم کو ان کی قبر کھودنے کا حکم دیا۔ جب وہ لوگ حسب الحکم کھودنے سے فارغ ہوئے تو آپ نے قبر میں اتر کر حد اپنے ہاتھ مبارک سے بنائی اور خاک اس کی اپنے ہی ہاتھ مبارک سے باہر نکالی اور پھر اس حد میں آپ لیٹ گئے اور فرمایا اللّٰهُ الَّذِيْ يُحْيِيْ وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ اِغْفِرْ لِمَنْ فَاطَمَ بِنْتُ اَسَدٍ وَ رَسَعَ عَلَيْهَا مَدْخَلَهَا بِحَقِّ نَبِيِّكَ وَ الرِّبِّيَّاءِ قَبْلِيْ فَاِنَّكَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ۔ اللہ تعالیٰ! تاتا اور مارتا ہے۔ وہ زندہ ہے اور نہیں مرتا۔ بخندے میری ماں فاطمہ بنت اسد کو۔

اس پر اس کی قبر فراخ اور کشادہ فرما دے اپنے نبی اور میرے قبل کے انبیاء علیہم السلام کے صدقہ میں بیچک تو زیادہ رحم کرنے والوں میں سے ہے۔ پھر برآمد ہو کر چار تکبیریں ادا فرمائیں اور انہیں لحد میں لٹایا۔ حضرت عباس اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما بھی اس کام میں آپ کے ہمراہ تھے اور عبدالعزیز بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کی قبر میں نہیں اترے سوائے پانچ شخصوں کے اس میں تین عورتیں اور دو مرد ہیں۔ ایک قبر خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جو مکہ معظمہ میں ہے اور چار قبروں میں جو مدینہ منورہ میں ہیں ایک اس لڑکے کی قبر جو خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا تھا اور حضور علیہ السلام نے اسے پرورش فرمایا تھا اور دوسری قبر عبداللہ المزنی کہ اس کو ذوالجنادین بھی کہتے ہیں تیسری قبر حضرت ام رومان والدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ چوتھی قبر حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا۔

قبر عبدالرحمن بن عوف۔ یہ قبر نزدیک قبر عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے واقع ہے۔ ابن زبائر حمید بن عبدالرحمن سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک آدمی کی طرف بھیجا کہ اگر تم چاہو تو تمہیں جنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمہارے بلد اور ان حضرت عمر و ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے ساتھ دفن کیا جائے۔ انہوں نے کہا میں نہیں چاہتا کہ میں آپ کے گھر کو تنگ کروں میرا عثمان بن مظعون سے اقرار تھا کہ ہم میں سے جو بھی مرے دوسرا اس کے ساتھ دفن ہو گا۔ پس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب وہ انتقال کریں ان کا جنازہ میرے گھر کے سامنے رکھا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس پر ناز پڑھی اور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ مبارک میں ایک قبر کی جگہ خالی ہے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہا السلام اس جگہ دفن ہوں گے۔ لہذا حکمت الہی اس کی متقنی ہوئی کہ کسی کو بھی اس جگہ دفن میسر نہ ہوا جیسا کہ متبعان حدیث پر روشن ہے۔

قبر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔ ابن شیبہ دہقان سے روایت کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص نے انہیں خود طلب کیا اور جانب یقین کے لے گیا اور اپنے ساتھ چند مہینے بھی لیتا گیا جب گوشہ شامیہ مشرقیہ دار عقیل میں جہاں عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر ہے پہنچے پس مجھے فرمایا کہ قبر کھودو میں حکم بجالایا اس کے بعد دو مہینے جو ساتھ لے گئے تھے انہیں لے آئے۔

دیں اور فرمایا کہ میرے مرنے کے بعد یہ جگہ اصحاب کرام کو دیکھا دینا کہ مجھے یہیں دفن کریں۔ ابن
دثنال کہتے ہیں کہ میں نے بعد وفات سعد بن وقاص کے ان صاحبزادے کو اس جگہ کے نشان دیے
پس وہ وہیں دفن کئے گئے۔ رضی اللہ عنہ۔

قبر عبداللہ بن مسعود۔ ابن سعد اپنی طبقات میں نقل کرتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ
نے وصیت کی تھی کہ ان کو قبر عثمان بن مظعون کے پاس دفن کیا جائے۔ دوسری روایت میں آیا ہے کہ
موت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مدینہ مطہرہ میں ہوئی تھی اور سال ۳۲ھ تھا۔ جنت البقیع میں دفن
ہوئے۔ بعض اخبار میں آیا ہے کہ ان کا انتقال کوفہ میں ہوا۔ سال ۳۳ھ میں۔ واللہ اعلم!

قبر ابن سداقتہ اسہمی۔ مہاجرین اولین سے اور اصحاب میں سے ہیں اور حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے۔ اُحد کی جنگ کے دن ایک
زخم کاری ان کو لگا جس کے سبب ماہ شوال ۳۳ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا اور حضرت
عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا سال رحلت بھی یہی ہے لیکن ان کا مہینہ وصال ماہ شعبان ہے
قبر سعد بن زرارہ۔ ان کا سن رحلت ۳۴ھ بوقت تعمیر مسجد نبوی۔ ان کی قبر رواء

میں ہے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کے نزدیک۔ پس چاہیے کہ تینا ابراہیم
کی زیارت کے وقت ان سب اصحاب مذکورین پر سلام کریں اور سیدنا ابراہیم کے قبر شریف
میں دیوار پیمان سب حضرات مذکورین کے اسمائے گرامی لکھے ہیں لیکن وہ دو قبریں جو ان لوگوں
قبوں کے اندر پیدا ہوئی ہیں کچھ اصل نہیں رکھتیں جس طرح سنہوی نے کہا ہے۔ واللہ اعلم!

قبر حضرت فاطمہ الزہرا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاننا چاہیے کہ تعین
مقام قبر حضرت سیدۃ النساء فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا وعلیٰ اولادہا کے مختلف و قہما قسم کے اقوال
آئے ہیں جس طرح علیہ کمال آپ کا آپ کی حیات میں اغیار کے چشم سے مستور رہا۔ اسی طرح
ان کی عصمت کا جمال ان کی وفات کے بعد بھی نامکشوف رہا اور حقیقت یہ ہے کہ آپ
کی وصیت کے موافق قبر عصمت کی مستور بی بی کے دفن و موت کی خبر کسی امیر یا غریب کو نہ
کی گئی۔ سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور چند اہل بیت کے آپ کے نماز جنازہ پر نہ کوئی بھی
حاضر ہوا اور راتوں رات دفن کر دی گئیں سلام اللہ علیہا۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کی قبر مدینہ

بقیع میں ہے جس جگہ دوسرے تمام اہل بیت دفن ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ انہیں اپنے مکان میں دفن کیا گیا ہے جو اس وقت داخل مسجد نبوی ہو چکا ہے اور بھی اقوال آتے ہیں ان میں سے بعض قرین قیاس اور صحت کے قریب ہیں جن کی طرف آخر کلام میں اشارہ کیا جائے گا۔ سہموی رحمۃ اللہ علیہ نے طرفین کے اخبار و روایات ذکر کر کے بعض اقوال کی بعض سے تضعیف و ترجیح کی ہے اور مختار قول اول ہے جس پر قوم کا اتفاق ہے۔ واللہ اعلم اور ہم تھوڑی سی روایتیں اس باب میں نقل کرتے ہیں جو راجح اور مرجوح سے قطع نظر کہے پیش کئے جاتے ہیں۔

محمد بن علی بن عمر سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ قبر حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا مکان عقیل گوشہ میانہ میں ہے جو بقیع میں ہے۔ دوسری روایت میں ہے جو دلالت کرتی ہے کہ قبر شریف اسی جگہ کے قریب ہے یہاں تک کہ تحقیق گزار مکان عقیل بھی تحریر ہے۔ بعض روایات میں بتیں گزشتہ بھی مذکور ہیں وغیرہ اور معاملہ دفن سیدنا امام المسلمین حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ اگر لوگ تجھے اپنے جد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن سے مانع آئیں تو مجھے بقیع میں اپنی والدہ کے یاں دفن کر دینا۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قبر حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا بقیع میں ہے کیونکہ قبر حضرت حسن علیہ السلام بقیع میں ہے۔ حضرت امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ وعلی آباءہ انکرام سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کو ان کے حجرہ میں دفن کیا گیا تھا جس کو عمر بن عبد العزیز نے مسجد میں شامل کر لیا تھا جس طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حجرہ مبارک میں دفن کیا گیا تھا اسی طرح حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بھی رات کو دفن کیا گیا تھا کہ لوگوں کو اس سے اطلاع نہ ہو۔

ایک اور نقل سے کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے رحلت کے وقت فرمایا تھا کہ میں اپنے جلالہ جسم بختم رکھتی ہوں کہ مجھے مردوں کے سامنے لے جائیں اور اس زمانہ میں یہی عادت تھی کہ مردوں کی لاش کو بھی مردوں کی لاش کی طرح باہر نکالا کرتے تھے۔ اسماء بنت عمیس نے کہا کہ حضرت ام سلمہ نے کہا کہ ہم نے دیکھا ہے کہ حبش کے لوگ ایک طور کی نقش بناتے ہیں جس سے خوب تر ہوتا ہے ویسا ہی ہم تمہارے واسطے تیار کریں گے۔

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی کہ میرے

غسل اور تجہیز کے بھی اسماء بنت عیسیٰ اور علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ مشکفل ہوں اور دوسرے شخص کو ان میں دخل نہ ہو۔ یہ روایت اس بات کو رد کرتی ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کے وصال کی خبر نہیں ہوئی اور اسی سبب سے وہ نماز جنازہ میں حاضر نہیں ہو سکے کیونکہ اسماء بنت عیسیٰ ان دنوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تحت تھیں اور بات بعید ہے کہ ان کی زوجہ حاضر ہو اور غسل دے اور ان کو خبر نہ ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی ہو اور انہوں نے آنے کا قصد بھی کیا ہو مگر چونکہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو اخفا منظور ہوا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلاف ارادہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کام پر عمل کرنا مناسب نہ سمجھا ہو۔ شیخ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کی اطلاع ہوئی ہو اور انہوں نے گمان کیا ہو کہ شاید علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نماز جنازہ اور دفن کے لئے بلائیں گے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ گمان کیا ہو کہ حضرت ابوبکر صدیق بغیر طلب کے آئیں گے۔ واللہ اعلم!

اور صحیح تر روایت دربارہ علم ابوبکر صدیق بر وصال سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا یہ ہے کہ جب حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے اپنی نعش مبارک کے باہر نکالنے کو مکہ وہ رکھا تو اسماء بنت عیسیٰ نے شاخ خرماسے موافق رزم اہل حبش کے ایک گہوارہ تیار کر کے حضرت سیدہ کے حضور گزارا۔ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کا اس کو ملاحظہ فرما کہ بہت خوش ہو کر تبسم فرمانا حالانکہ بعد وصال حضرت سیدہ الانس والہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی نے آپ کو تبسم فرماتے نہیں دیکھا تھا اور خوشحال نہ پایا تھا اور اسماء بنت عیسیٰ کو وصیت فرمائی کہ تم اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ مجھے غسل دیں اور دوسرا کوئی شخص نہ آنے پائے پھر حیرت و فات ہوئی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دروازہ پر آکر اندر داخل ہونا چاہا۔ اسماء بنت عیسیٰ نے موافق وصیت حضرت سیدہ کے انہیں اندر جانے سے منع کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد بزرگوار سے شکایت کی کہ اس حقیقہ کو کیا ہوتا ہے کہ میرے اور بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان حامل ہو رہی ہے اور مجھے اندر نہیں آنے دیتی اصران کے جنازے کے اوپر ایک چیز خنبل ہو جو عروس کے اپنی عقل سے تلاش کر بنائی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سنا کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے دروازے

پر آکے کھڑے ہوئے اور فرمایا یا اسماء تو کیوں پیغمبر کی بی بی کو پیغمبر کی بیٹی کے پاس آنے کو منع کرتی ہے اور تو نے کیا چیز مثل جو وح عروس ان کے واسطے بنائی ہے۔ اسماء بنت عُمیس رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ مجھے حضرت سیدہ نے وصیت کی ہے کہ میں کسی کو ان کے پاس نہ آنے دوں اور یہ جو میں نے بنایا ہے ان کی حالت حیات میں بنایا تھا اور انہوں نے اس کو ملاحظہ کیا تھا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر یہی بات ہے تو کوئی ہمتی ہے تو جیسا تجھے وصیت فرمائی گئی ہے ویسا ہی کر۔ یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو وصال حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کا علم تھا اور یہ کہ انہیں اپنے حجرہ شریفہ میں بھی دفن نہیں کیا گیا ورنہ حاجت گوارہ کی کیوں ہوتی اور بعض روایات تو یہ میں آیا ہے کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا صبح کو نہایت خوش و خرم اٹھیں اور لونڈی کو فرمایا کہ غسل کے لئے پانی تیار کر۔ آپ نے نہایت مبالغہ اور احتیاط سے غسل فرمایا اور نہایت پاکیزہ کپڑے پہنے اور فرش بچھا کر قبلہ روح لیٹ گئیں اور اپنا دست مبارک خضرہ مبارک کے نیچے رکھ دیا اور فرمایا کہ اب میرا انتقال ہوتا ہے اور میں غسل کر چکی ہوں اور پاک کپڑے پہنے ہوں۔ میرے انتقال کے بعد کوئی میرا بدن نہ کھولے اور غسل نہ کرے نہ کپڑے نہ اتارے اور اسی جگہ جہاں لیٹی ہوں دفن کر دیں۔ جب حضرت علی مرتضیٰ اکرم اللہ وجہہ دولت سرے میں تشریف فرما ہوئے تو لوگوں نے صورت حال عرض کی آپ نے جاکر دیکھا کہ روح مبارک اعلیٰ علیین کو پہنچ چکی ہے فرمایا واللہ کوئی شخص ان کو نہ کھولے اور اسی غسل سابق پر اسی جامہ شریف کے ساتھ جو پہنے ہوئے تھیں دفن کر دیا۔ یہ روایت مخالف حدیث اسماء بنت عُمیس کی ہے اور حدیث اسماء کو امام احمد بن حنبل وغیرہ بروئے علمائے حدیث نے نقل کیا ہے اور حجت لائے ہیں اور اس خبر کے رواہ میں بھی اختلاف ہے اور ابن جوزی اپنے موضوعات میں اس کو لائے ہیں واللہ اعلم، مسعودی مروج الذهب میں لاتے ہیں کہ امام حسن، امام زین العابدین اور امام محمد باقر اور امام جعفر صادق سلام اللہ علیہم کے قبور شریفہ کی جگہ پر ایک پتھر پایا گیا اس پر لکھا تھا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ مَبْدَ الْاَمِّ وَحِی الدَّمِّ هَذَا قَبْرُ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سَيِّدَةِ نَسَاءِ الْعَالَمِیْنَ وَقَبْرُ حَسَنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ وَقَبْرُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ وَجَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ یہ پتھر ۳۳۳ میں ظاہر ہوا تھا۔ ایک دوسرا قول ہے

کہ جب حضرت جناب سیدہ رضی اللہ عنہا اس مسجد میں ہے جو یقین میں حضرت سیدہ کی طرف منسوب ہے۔ قبر عباس سے قبلہ کی طرف مائل بہ شرق اور امام غزالی نے بیان زیارت یقین میں اس مسجد کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ بیت الحزن کے نام سے مشہور ہے کیونکہ حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غم میں آدمیوں سے متفکر ہو کر وہیں آفاقت فرماتی تھیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ جگہ وہ گھر ہے جو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے یقین میں لیا تھا۔ واللہ اعلم!

محب طبری ذخائر عقیلی میں کہتے ہیں کہ مجھے ایک مرد صالح نے خبر دی کہ مجھ سے قبلہ فی اللہ دوستی رکھتا تھا کہ جب شیخ ابوالعباس مرسی تلمیذ شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ زیارت یقین کو جاتے تو قبہ عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑے ہو جاتے اور حضرت سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا پر سلام پڑھتے اور فرماتے کہ کشف سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قبر تریفہ حضرت سیدہ کی اس جگہ ہے شیخ ابوالعباس مرسی کشف میں مشہور ہیں طبری کہتے ہیں کہ مدت تک بوجہ اعتقاد فرمودہ حضرت شیخ یہی رہا یہاں تک کہ میں نے وہ خبر جو ابن عبدالبر نے بابت قضیہ حضرت امام حسن سلام اللہ علیہ نقل کیا ہے کو دیکھا اور پھر میرا یقین حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان پر اور بھی زیادہ ٹھوس ہو گیا کہتے ہیں کہ یہ قول ارجح الاقوال ہے اگرچہ بعض علماء شافعیہ نے اس قول کو کہ گھر میں دفن کی گئی ہیں اظہر الاقوال کہا ہے واللہ اعلم! قوفیت فاطمۃ الزہراء یوم الثلاثاء دخلت من شہر رمضان سنة احدى عشر فی اللہ عنہا۔ یعنی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے بروز منگل ۱۱ھ ماہ رمضان میں وصال فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان سے اور ان کی اولاد سے راضی ہو۔

قبر امام المسلمین حسن بن علی المرتضیٰ سلام اللہ علیہما۔ مروی ہے کہ جب حضرت امام حسن بن علی کرم اللہ وجہہ کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کہہ دیا کہ وہ انہیں اپنے جدہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دفن کی اجازت دیں۔ انہوں نے قبول فرمایا اور کہا ایسا ہی ہوگا وہاں ایک قبر کی جگہ خالی ہے۔ بنی امیہ یہ خبر سن کر ہتھیار لگا کر لڑنے کو اتر آئے اور دوسری طرف بنی ہاشم بھی نکل پڑے اور متعدد جنگ ہو گئے حضرت امام حسن علیہ السلام نے جب یہ خبر سنی کہ نوبت قتال و جدال کو پہنچنے والی ہے تو اذرتے شفقت

کہ قتال آپس میں اچھی نہیں فرمایا اگر یہی بات ہے تو میں راضی نہیں ہوں۔ مجھے بقیع میں لے جا کر ماں کے پہلو میں دفن کر دینا اور دوسری روایت میں ہے کہ وقت رحلت حسین علیہ السلام کو فرمایا کہ مجھے اپنے جد کے پہلو میں دفن کر دینا۔ اگر یہ قوم اس میں مانع ہو جس طرح ہم ان کے صاحب عثمان رضی اللہ عنہ سے مانع آئے تھے تو ان سے الحاح نہ کرنا اور جھگڑا بھی نہ کرنا اور مجھے بقیع الغرقہ میں دفن کر دینا اور آخر میں وہی ہوا جس کی انہوں نے خبر دی تھی پس مروان جو حاکم مدینہ تھا جنگ کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کہا کہ میں ہرگز یہ روا نہیں رکھتا کہ حسن بن علی کو حجرہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دفن کیا جائے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ باہر پڑے رہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام کہ اس وقت مدینہ میں تھے نہاں طور پر کہتے تھے کہ واللہ یہ صریح ظلم ہے کہ حق کو اپنے جد کے پہلو میں دفن ہونے سے منع کیا جائے۔ اس کے بعد وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی مدفن میں آئے کہ آخر آپ کے بھائی نے وصیت نہیں فرمائی تھی کہ اگر معاملہ قتال کی حد تک پہنچ جائے تو مجھے مقبرہ مسلمانان میں دفن کر دینا اور قوم سے نزاع نہ کرنا۔ آخر ان کے الحاح سے انہیں مقبرہ بقیع میں دفن کر دیا گیا۔ سلام اللہ علیہ وعلی سائر اہل بیت النبوة ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ ان دنوں مدینہ منورہ پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے سعد بن العاص حاکم تھا جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا جنازہ باہر لایا گیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا آگے آ اور نماز جنازہ پڑھا۔ اگر میرے جد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت یہ نہ ہوتی کہ امام جنازہ امیر وقت ہو تو میں نہیں ہرگز آگے نہ کرتا۔ اور قبر سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام کے نزدیک قبر امام زین العابدین بن امام حسین علیہم السلام ہے اور قبر امام ابو جعفر محمد باقر بن امام زین العابدین اور قبر امام جعفر صادق بن امام محمد باقر سلام اللہ علیہم اجمعین ہے اور درحقیقت یہ سب آئمہ ہدیٰ سلام اللہ علیہم ایک قبر میں مدفون ہیں جو ایک بڑا قبہ ہے جسے قبۃ عباس کہتے ہیں اور زبیر بن یحار روایت کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام جسے شریف امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی لائے اور بقیع میں دفن کیا۔ سید علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ۶۷ھ میں مشہد حسین وعباس میں ایک قبر جانب قبلہ کھدائے گئے تھے کہ اندر سے ایک لکڑی کا تابوت نکلا اس پر سرخ پوشش تھی اور مینیں جڑی ہوئی تھیں اور تعجب کی بات ہے کہ پوشش بھی

پرانی نہیں ہوئی تھی اور میخوں میں بھی چمک باقی تھی رنگ وغیرہ بالکل نہیں تھا۔ سید کہتے ہیں کہ
 ثناء تالوت حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا ہوگا۔ زبیر بن بھار نے اور دوسرے لوگوں نے بھی
 روایت کیا ہے کہ یزید پلید نے سر مبارک حضرت امام المؤمنین حسین
 ابن ابی طالب

علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہما کو عمر بن عاص کے پاس جو کہ اس بد بخت کی طرف سے عامل مدینہ مطہرہ تھے
 بھیجا۔ انہوں نے اس کو کفن دے کر بقیع میں اُن کی والدہ سیدۃ النساء العالمین رضی اللہ عنہا کی قبر
 شریف کے پاس دفن کیا اور بعض مدینیش نقل کرتے ہیں کہ سر مبارک امام حسین علیہ السلام کا ہلاک
 یزید پلید اس کے خزانہ میں پایا گیا۔ لوگوں نے اسے کفن دے کر دمشق ہی میں باب الفردیس
 کے پاس دفن کر دیا اس بارہ میں ایک قول اور بھی آیا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقت الحال۔ بہر حال اگر
 اس مشہد کی زیارت کے وقت سارے آئمہ ہدیٰ پر سلام پڑھا جاوے تو بہتر ہے۔

قبر عباس بن عبدالمطلب عم النبی المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ عنہ۔

ابن شیبہ روایت کرتے ہیں کہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو بھی نزدیک فاطمہ بنت اسد
 بن ہاشم اول مقابر بنی ہاشم میں جو دار عقیل کے گوشہ میں دفن کیا گیا ہے۔ یہ بھی آیا ہے کہ
 یس نے سنا ہے کہ ان کو وسط بقیع میں ایک جگہ پر دفن کیا گیا ہے انتہی۔ یہ ایک بڑا عظیم قبة
 ہے جس میں ان کی اور دیگر آئمہ ہدیٰ کی قبریں ہیں جس طرح کہ معلوم ہو چکا ہے۔

قبر صفیہ بنت عبدالمطلب عمۃ السید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ابن شیبہ روایت

کرتے ہیں کہ ان کی قبر اس کوچہ کے اخیر میں جہر سے بقیع کو جاتے ہیں مغیرہ بن شیبہ کے نزدیک
 جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس واسطے علیحدہ کیا تھا واقع ہے اور آخر میں جب
 مغیرہ بن شیبہ نے بنائے دار شروع کی تو حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ ادھر سے نکلا
 اور دیکھ کر فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ تو اپنی دیوار کو میری والدہ کی قبر پر کھڑا کرے۔ مغیرہ
 نے بے سبب اس نسبت کے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ رکھتے تھے ان کے
 فرمانے کا کچھ خیال نہ کیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تلوار کھینچ کر ان کی بنا پر ہمارے کھڑے ہوئے
 یہ خبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی۔ آپ نے مغیرہ بن شیبہ کو دیوار بنانے سے منع کر دیا۔
 اس زمانہ میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی قبر شریف شہر پنا مدینہ مطہرہ کے دروازے کے متصل

موجود جانب بقیع کے ہے واقع ہے ۔

قبر ابی سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب عم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

روایت کرتے ہیں کہ عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ابی سفیان بن حارث رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ مقابر کے درمیان میں پھر رہے ہیں۔ پوچھا یا ابن عم کیا ڈھونڈ رہے ہو۔ انہوں نے کہا میں اپنی قبر کی جگہ ڈھونڈ رہا ہوں کہ اس جگہ دفن کیا جاؤں۔ پس عقیل ان کو اپنے گھر لائے اور ایک جگہ متعین کی تاکہ ان کی قبر اس جگہ کھودی جائے۔ ابوسفیان تھوڑی دیر وہاں بیٹھا اور چل دیا۔ اس قصبے کو دودن نہ گزرے تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا اور اسی جگہ میں دفن ہوئے ان کا سن وفات سلمہ ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اب اس زمانہ میں ان کا نام مبارک حضرت عبداللہ بن جعفر کا قبة عقیل بن ابی طالب کے اندر دیوار پر لکھا ہے۔ بہت سہمی کتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ ابوسفیان بن الحارث اس قبہ میں مدفون ہیں جو حضرت عقیل کی طرف منسوب ہے اور کہتے ہیں کہ ابن زبالہ اور ابن شیبہ قبر عقیل بقیع میں ذکر نہیں کرتے اور امام غزالی بھی احیاء العلوم میں زیارت بقیع میں ان کی قبر کا ذکر نہیں کیا بلکہ ابن قدامہ وغیرہ کہتے ہیں کہ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی وفات شام میں ہوئی۔ حضرت معاویہ کے زمانہ میں اس قبہ کی شہرت قبة عقیل کے نام سے مشہور ہوئی۔ جو صرف اسی وجہ سے کہ دار عقیل اس جگہ تھا جیسے ذکر کیا جا چکا ہے یہ بھی احتمال ہے کہ ان کی نعش مبارک شام سے نقل کر کے یہیں دفن کی گئی ہو۔ ابن نجار نے اس قبہ میں سب سے پہلے قبر حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ قبر عقیل بن ابی طالب بقیع کے پہلے قبہ میں ہے۔ ان کے ساتھ ان کے بھتیجے بھی قبر پر یعنی عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب المجواد المشہور اجداد العرب کبیر السن لوفی المدینۃ المنورۃ رضی اللہ عنہ یعنی جو آؤ جو مشہور اجداد العرب میں نہایت بڑھے آپ نے وفات مدینہ منورہ میں فرمائی رضی اللہ عنہ۔ بعض علماء سیر و تواریخ کہتے ہیں کہ وہ ابوا میں جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے سلمہ میں مدفون ہوئے اور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت یہ دس برس کے تھے پس ان کی ولادت سن پچھری حکم میں ہوئی ہوگی رضی اللہ عنہ ۔

قبور ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رضی اللہ عنہن، یہ بھی قریب وار عقیل کے ہے
 خبر میں آیا ہے کہ طفیل رضی اللہ عنہ اپنی دار میں کنواں کھدواتے تھے وہاں سے ایک پتھر نکلا اس پر
 لکھا تھا۔ قبر ام حبیبہ بنت صخر بن حرب رضی اللہ عنہا۔ عقیل نے اس کنوئیں کو بند کر دیا اور قبر
 پر عمارت بنوا دی اور سہنموی کہتے ہیں کہ ساری روایات اسی بات کی طرف ناظر ہیں کہ قبور شریفہ
 اہمات المؤمنین اسی جگہ ہوں گی جہاں اب زیارت کرتے ہیں۔ سوائے بعض روایات کے جو اس
 بات پر دلالت کرتی ہیں کہ بعض ان حضرات کی قبور نزدیک مقبرہ حسن و عباس رضی اللہ عنہما کے
 ہیں۔ ابن فضیلہ محمد بن یحییٰ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ قبر ام سلمہ
 رضی اللہ عنہا بقیع میں ہے جس جگہ محمد بن زید بن علی مدفون ہیں اس جگہ کے قریب جہاں جائے دفن
 فاطمہ الزہراء بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور کہتے ہیں اس جگہ زمین مقدار آٹھ گز
 کھدوی گئی جس سے ایک پتھر برآمد ہوا اس پر لکھا تھا **هَذَا قَبْرُ امِّ سَلَمَةَ زَوْجَةِ النَّبِيِّ**
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ یعنی یہ قبر ام سلمہ زہرہ بنتی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے
 کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ ان کو پہلو کے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دفن نہ کیا جائے بلکہ جہاں دیگر جمیع اہمات المؤمنین رضی اللہ عنہم ونبیہم
 میں دفن ہیں دفن کریں۔ سوائے حدیثہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے کیونکہ وہ مکہ میں ہیں اور قبر میمونہ
 کہ وہ صرف قریب تنعیم کہیں۔ کہتے ہیں کہ ان کا نکاح بھی اسی مقام پر ہوا اور خلوت بھی اسی جگہ
 ہوئی۔ قبر امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔ نقل ہے کہ جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے
 شہادت پائی۔ لوگوں کو خیال ہوا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ انہوں نے خود بھی اپنی زندگانی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے
 اجازت حاصل کی ہوئی تھی۔ مصریوں نے اس محلے میں انکار کر دیا اور انہوں نے انہیں اس
 جگہ دفن نہ ہونے دیا بلکہ نماز جنازہ بھی نہیں پڑھنے دیتے تھے اور کہتے تھے کہ انہیں دفن
 کہیں بھی نہیں کیا جائے۔ ام حبیبہ بنت ابی سفیان کہ اہمات المؤمنین سے ہیں مسجد شریف
 کے دروازے پر آئیں اور کھڑی ہو کر فرمایا خدا کی قسم مجھے چھوڑو تاکہ میں اس مرد کو دفن کر دوں
 ورنہ میں بہر آتی ہوں کشف ستر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتی ہوں۔ اس محلے کے بعد

وہ لوگ آپ کے دفن کرنے منع کرنے سے باز آئے اسی رات کو جس دن کو وہ شہید ہوئے۔ جیسے
 بن مطہم اور حکیم بن خرمہ اور عبداللہ بن زبیر اور بعض اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے اگر ان کو
 وہاں سے اٹھایا جہاں لاش مبارک پڑی ہوئی تھی اور بقیع میں لے گئے وہاں بھی مفسدین دفن
 کرنے سے مانع آئے آخر کو حسن کو کعب میں لے گئے اور جیسے بن مطہم رضی اللہ عنہ وغیرہ نے نماز جنازہ
 پڑھی اور اسی جگہ قبر شریف کھدوا کر ان کو اس میں رکھ کر ان کی قبر پر ایک دیوار بنا کر ان کے
 دفن کو چھپا کر آگئے۔ حسن کو کعب ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک باغ تھا جو بقیع کے شرق میں
 تھا اس جگہ لوگ اپنے موتی کو دفن کرنے سے نفرت کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت
 عثمان رضی اللہ عنہ اس جگہ کھڑے ہوئے تھے اور فرماتے تھے کہ ایک نیک مرد صالح ہلاک
 ہوگا اور اس جگہ مدفون ہوگا اور اسی وجہ سے یہ جگہ لوگوں کو مانوس ہوگی۔ پس پہلا آدمی جو اس
 جگہ دفن ہوا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے اس کے بعد مروان حیب ایام حکومت معاویہ
 عامل مدینہ مطہر تھے۔ اس جگہ کو بھی داخل بقیع کر دیا اور جس پتھر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 نے قبر عثمان بن مظعون کی نشانی ہے ان کی قبر پر رکھا کہ لوگ اس کے گرد دفن کے لئے جائیں
 اور فرمایا۔ لَا جَعَلْنَاكَ لِلْمُشْكَينَ إِمَامًا یعنی ہم نے تجھے متقیوں کا امام بنایا۔ اٹھوا کہ قبر عثمان
 بن عفان رضی اللہ عنہ پر رکھ دیا اور حکم دیا کہ ان کے گرد قبریں بنائیں۔ قبر سعد بن معاذ الاشہلی رضی
 اللہ عنہ یہ روز خندق رضی ہوئے اور جب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی قریظہ کے باب
 میں حکم کرنے کو ان کو طلب فرمایا بیسا کہ ذکر مسجد بنی قریظہ میں اشارۃً ذکر ہو چکا ہے۔ ان کا خون
 بند ہو گیا۔ پھر حیب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر بنی قریظہ کے باب میں حکم
 دے کر اپنے گھر پہنچے تو زخم پھٹ گیا اور خون جاری ہوا اور اس جہاں سے رحلت فرمائی۔
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھی اور حضرت مقداد بن الاسود
 رضی اللہ عنہ کے اناطہ کے پاس جو گلی گئی تھی اس گلی کے ایک طرف کو اقصیٰ بقیع میں انہیں کے
 مکان کے پاس دفن فرمایا۔ سبھوی کہتے ہیں کہ جو تعریف کہ قبر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی قدیمانے
 کی ہے وہ اس قبہ کی جگہ پر حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے صادق ہے
 پس شاید کہ قبر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی ہوگی اور اسے قبر فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا

شہدے سے کہتے ہوں گے ورنہ اخبار صحیحہ سے ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی قبر شریف مقبرہ اہل بیت صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس ہے۔ قبر ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ خبر میں آیا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے کہ وہ فرماتے تھے ایک دن میرے باپ نے مجھے کہا میرا بیٹا میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میرے سارے دوست اس جہاں سے گزر چکے ہیں اور میرے بھی جانے کا وقت ہو چکا ہے نزدیک آ اور میرا ہاتھ پکڑیں قریب گیا اور اس کا ہاتھ پکڑا۔ میرا سہارا کر کے یقیع کی طرف لے گئے یہاں تک کہ ایسی جگہ پر آئے جہاں کوئی بھی دفن نہ تھا کہا جب میں مردوں میری قبر اسی جگہ بنانا اور کسی کو اطلاع نہ دینا اور کوچہ عمقہ جہاں سے لوگوں کی آمد و رفت کم رہتی ہے اسی سے میرا جنازہ لانا اور کسی کو مجھ پر گریہ و نوحہ کی اجازت نہ دینا اور میری قبر پر خمیہ بنائیے۔ کہتے ہیں کہ جب ان کا انتقال ہوا لوگ ان کے گھر کے گرد جمع ہو گئے کہ کب ان کو باہر لایا جائے میں حکم وصیت اپنے والد کے کسی کو بھی ان کے دسمال کی خبر نہ دی۔ صبح صبح ہی لوگوں کے انتظار سے پہلے میں ان کی نعش کو یقیع لے گیا۔ لوگ تو مجھ سے ہی پہلے جعوم کی صورت میں وہاں موجود تھے رضی اللہ عنہ و عنہم بس یہاں تک ذکر ان قبور شریفہ کا تھا جو اصحاب تاریخ نے ان کی تعیین اور جہات میں اخبار و آثار پاکر جنت یقیع میں ذکر کئے ہیں مگر اب جو قبے اور مشاہدے اس مقبرہ عظیم القدر میں اور اس کے سوا اس بلدہ طیبہ کے گرد و پیش موجود ہیں اور بادشاہان قدیم اور جدید نے ظن و تخمین یا تحقیق و یقین سے بنائے ہیں وہ کئی قبے ہیں اور قبہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا کہ بعض خلفائے عباسیہ نے ۱۹۱ھ میں بنایا تھا و قیل غیر ذالک۔ یہ سب سے بڑا قبہ ہے۔

اور دوسرا قبہ بنات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔

تیسرا قبہ اہبات المؤمنین رضی اللہ عنہم کا۔

چوتھا قبہ سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔

پانچواں قبہ عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا۔ اس قبے کے پاس دعا کی قبولیت کا

ایک اثر ثابت ہے۔

چھٹا قبة صفیہ عمتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔

ساتواں قبة حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا۔ اس قبر مبارک میں ایک قبر ہے

کہتے ہیں کہ متولی عمارت اس میں دفن ہیں۔

آٹھواں قبة فاطمہ بنت اسلام علیہ المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا اور دو قبة جات اور میں جو بقیع کے بچوں کی قبة امہات المومنین اور قبة سیدنا ابراہیم کے ان میں سے ایک میں امام دارالہجرت حضرت امام مالک بن انس اصبحی صاحب مذہب مالکی محبت رسول اللہ و مقیم بلدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے میں مشہور ہے کہ نافع مولیٰ بن عمر ہیں رضی اللہ عنہ ہے جیسا کہ ہم نے پہلے لکھ دیا ہے ایسا سہنوی نے کہا ہے اور اہل مدینہ میں مشہور ہے کہ قبر امام نافع قاری کی مدینہ میں ہے اور سہنوی نے کہا ہے کہ ابن جبر کی کلام سے ذکر مشاہدہ معروفہ میں ایسا مستفاد ہوا ہے کہ درمیان قبة سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور قبة حضرت امام مالک کے ایک قبر ہے عبدالرحمن بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کی ہے جن کو عبدالرحمن اوسط کہتے ہیں اور معروف ابن ابی شحمہ میں جن پر حدیث لگائی گئی تھی جو اسی صدمہ سے بیمار ہو کر انتقال کر گئے تھے۔ سید سہنوی کہتے ہیں کہ یہ تعریف صادق ہے۔ اس قبة پر جو نافع کی طرف منسوب ہے۔ واللہ اعلم!

ایک اور قبة ہے جو چھوٹا اور قبة فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے راستہ میں ہے جو منسوب حلیمہ سعدیہ و ابیہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے۔ اور کتب تاریخ حقیقی بھی نظر سے گزری ہیں کسی نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ نہ نفی کے طور پر اور نہ اثبات کے طریق پر۔ واللہ اعلم!

یہ مشہور و معروف مقامات کا مشاہدہ ہے لیکن تحقیق وہی ہے جو مذکور ہو چکی ہے شہر نبیہ کے اندر کے قبوں میں سے مشہور تر قبة سیدنا اسماعیل بن امام جعفر صادق سلام اللہ علیہما کا ہے اور اس کا بنانے والا ابن ابی السبیا وزیر ملوک عبیدہ میں جس نے مسجد قبا کو پھرنے سے منع بنایا ہے۔ اس قبة کی عمارت ۳۶۶ھ میں بنائی گئی ہے کہتے ہیں کہ یہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی دولت ہمارے کے دروازے سے شمالی جانب ہے اس کے پرونی دروازہ

اور دروازہ باغیچہ کے ایک کنواں ہے جو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے اس کا پانی بیماروں کے لئے شفا ہے۔ نقل ہے کہ ایک روز حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ حالت صغیر بنی میں اس کنوئیں میں گر گئے تھے اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نماز میں تھے۔ حضرت نے غایت توکل و حضور و رضا سے نماز قطع نہ کی رضی اللہ عنہما و انساہ ما عنی نیر الحیضہ اس قبہ کی غری جانب ایک مسجد ہے جو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے اس زمانہ میں اکثر لوگ اس کی زیارت سے محروم ہیں۔ اب ربہ وہ مشاہدہ مشہورہ جو مدینہ مطہرہ میں یقین سے باہر ہیں وہ تین مشہد ہیں۔

اول میں افضل و اعظم مشہد مقدس سید الشہداء حضرت امیر حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و اخوة من الرضاعة۔ اصل بنا اس قبہ عالیہ کی خلیفہ ناصر الدین کی ماں ۹۵ھ نے کی ہے اور وہ پتھر جس پر تاریخ لکھی ہے بعض جہاں نے مسجد مصرع سے جہاں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو کر گرے تھے اٹھا کر یہاں لا رکھی ہے اور سلطان قاتیباً نے ۹۲ھ میں اس کے صحن و عمارت میں توسیع کی اور دوسری قبر جو اس میں ہے قبر مستقر ترکی کی ہے جو اس عمارت شریف کا متولی تھا ایک دوسری قبر صحن میں ہے یہ ایک شریف کی قبر ہے امراء مدینہ سے کسی کو یہ گمان نہ گذرے کہ یہ قبور شہداء ہیں اور زائر کو چاہیے کہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ پر کہ سیدنا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے بھلے میں اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پر بھی سلام پڑھے۔ یہ دونوں حضرات بھی وہیں مدفون ہیں۔ حضرت ابو جعفر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کی زیارت کو جایا کرتی تھیں اور اس کی اصلاح و مرمت کیا کرتی تھیں اور ان کی قبر شریف کی علامت کے لئے ایک پتھر رکھا تھا اور حاکم حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر شریف پر جایا کرتی تھیں۔ اور وہاں جا کر نماز پڑھتی تھیں اور روتی اور دوسری روایت میں ہے کہ ہمیشہ دو تین دن کا فصل دے کہ قبور شہداء اُحد کی زیارت کو جایا کرتی تھیں اور جا کر نماز پڑھتی تھیں اور ان کے واسطے دعا کرتی تھیں اور روتی تھیں۔

فضیلت اُحد اور شہداء اُحد کی انشاء اللہ تعالیٰ ایک علیحدہ فصل میں ذکر کریں گے۔

دوسرا مشہد مالک بن شان والد ابی سعید خدری رضی اللہ عنہما یہ مشہد شریف مدینہ منورہ کی شہرِ نپاہ کے اندر غرب کو واقع ہے اس پر ایک قدیم قبہ ہے اور یہ بطرز قدیم البناء ہے رضی اللہ عنہ۔ شہداء اُحد سے ہیں کہ ان کو وہاں سے نقل کر کے یہاں دفن کئے گئے یہ مقام قدیم زمان میں داخل بازار مدینہ منورہ تھا۔

تیسرا مشہد معروف بن نفس زکیہ وَهُوَ السَّيِّدُ الشَّرِيفُ الْمَلْقَبُ بِالْمُهْدِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ الْمُرْتَضَى سَلَامُ اللَّهِ وَرَحْمَتُهُ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْهِمُ أَجْمَعِينَ جو زمانہ ابی جعفر منصور میں شہید ہوئے تھے۔ یہ مشہد مدینہ منورہ سے باہر بے جبل سلح کے شرقی جانب اور اس پر عالی مقبرہ بنا ہوا ہے اور ایک بڑی مسجد جس کے قبلہ کی جانب ایک نہر عین زرقا سے جاری ہے جس کے مشرقی اور مغربی جانب سیڑھیاں ہیں اور اس کے درمیان میں چتہ جاری کیا گیا ہے کہتے ہیں کہ جب نفس زکیہ یعنی مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَسَنِ الْمُرْتَضَى یہ منصور عباسی پر خروج کیا۔ بہت سے لوگ ان کی متابعت میں آگئے منصور نے اپنے چچا عیسیٰ بن موسیٰ کو چار ہزار آدمی دے کر ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ عیسیٰ بن موسیٰ جبل سلح پر آیا اور کچھ توقف کیا اور محمد بن عبد اللہ کو کہلا بھیجا کہ اگر آپ خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں تو آپ کو امان ہے۔ انہوں نے جواب دیا خدا کی قسم عزت کی موت خواری کی زندگی سے بہتر ہے۔ پس آپ اور آپ کے تین سوا اصحاب نے غسل کا مل کیا اور خوشبو لگائی عیسیٰ اور اس کے احباب پر حملہ کر دیا۔ تین دفعہ اس کو شکست دی۔ آخر لبیب کثرتِ اعداء کے تاب نہ لاتے ہوئے مغلوب ہو گئے ابن جوزی کے پوتے نے ریاض الافہام میں لکھا ہے کہ عیسیٰ بن موسیٰ نے ان کے سر مبارک کو منصور کے پاس بھیجا اور ان کے بدن کو ان کی بہن زینب اور ان کی دختر فاطمہ نے چپکے سے چھپا کر بقیع میں دفن کر دیا لیکن صحیح جو متفیض اور مشہور ہے جس کو مطری اور اس کے متبعین نے ذکر کیا ہے یہ ہے کہ ان کا دفن اسی مقام پر ہے ان کا قتل احباب زینب کے قریب ہوا جو مشہد شان بن مالک ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ دعا کی

استقامت کی تھی کہتے ہیں کہ ذوالفقار علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہ بھی ان کے پاس تھی۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے ان سے کچھ کر ان کے قتل کے بعد منصور کے پاس بھیج دی اور اس سے رشید کو ملی۔ اصمعی کتابے کہ میں نے اس کو دیکھا اس کے اٹھارہ فقرے تھے اور فقرہ لغت میں پیٹھ کی ہڈی کو کہتے ہیں اور یہ ذوالفقار حضرت امیر المومنین کو سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملی تھی جس طرح کتب سیر و احادیث میں مسطور ہے۔ خبر میں ہے کہ روز قتال عبداللہ بن عامر السلمی جو ان کے اصحاب سے ہیں گئے ہیں ایک ابرہہ ہمارے سروں پر اگر سایہ کرے گا اگر ہم پر برسے گا تو ہماری فتح ہوگی اور اگر ہمارے اوپر سے گذر کر دشمنوں کے سروں پر پہنچے گا تو جان لو کہ میرا خون احباب ریت پر پڑے گا۔ عبداللہ بن عامر کہتے ہیں کہ واللہ ویسا ہی ہوا جیسا محمد بن عبداللہ نے کہا تھا ایک ابرہہ کا لکڑا ہمارے سر پر پیدا ہوا اور ہمارے سر سے گذر کر عیسیٰ بن موسیٰ کے سر پر سایہ کرنے لگا آخر ان کو فتح ہوئی اور محمد بن عبداللہ نے شہادت حاصل کی اور ان کا خون احجاز ریت پر پڑا۔ نقل ہے کہ محمد بن عبداللہ کی طرف سے عیسیٰ بن موسیٰ نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو بہت پٹوایا تھا کیونکہ یہ ان سے موافقت رکھتے تھے۔ اس واقعہ کو امام قریری نے تیمم فی زیارۃ اہل البقیع میں ذکر کیا ہے۔ اہل البقیع کی زیارت کا سنت طریقی یہ ہے کہ پہلے بوقت زیارت یہ دعا پڑھے اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ الْبَقِيعِ الْغَدِیِّمِ لَا تَحْزُنُنَا اَجْرَهُمْ وَلَا تَفْسِنَا بَعْدَهُمْ وَاعْفِرْ لَنَا وَاکْفِرْ لَنَا اس کے بعد یا اس سے پہلے گیارہ گیارہ بار سورۃ اخلاص پڑھے اور سورۃ اخلاص کا پڑھنا مقبرہ کے قریب سنت مؤکدہ ہے اور خبر میں ہے کہ جو شخص مقبرے میں آوے اور گیارہ بار سورۃ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب اہل مقبرہ کو بدیہ بھیجے اس کو تعداد ہر مردہ کے جو اس مقبرہ میں ہیں اجر دیا جاتا ہے اور چاہے سلام میں سارے آل و اصحاب و مومنین کو جو اس مقبرہ میں ہیں شریک کرے اور اپنا منہ قبہ شریفہ عمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کرے جو باب البقیع کے بائیں منسلک مدفون ہیں اور ختم بھی ان کی زیارت پر کرے رضی اللہ عنہا۔ علمائے متناخرین اختلاف کرتے ہیں اس امر میں کہ کس کی زیارت سے ابتداء کرے ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زیارت معہ ائمہ اہل بیت رسالت رضوان اللہ علیہم اجمعین کرے۔ اس لئے کہ یہ اسہل

واقرب ہے کہ ان حضرات سے گذر کر دوسروں کی زیارت کرنا سوء ادبی ہے کہتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں اہل مدینہ کا عمل بھی یہی رہا اور بعض مشائخ متاخرین اہل مدینہ مثلاً شیخ محمد بن عراق وغیرہ کو بھی لوگوں نے اسی طرح مشاہدہ کیا ہے اور شیخ مذکور بڑے متبع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بڑے متقی تھے۔ بعض علماء حنفیہ نے بھی اسی بات کی تصریح کی ہے اور کلام سہنوی بھی بعض مقامات میں اس کی تائید کرتا ہے لیکن انہوں نے ارشاد میں کہا ہے کہ زائر پہلے موقف النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قصد کرے جو داعقیل کے نزدیک ہے اسی لئے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف فرما ہو کر کھڑے ہوتے تھے اور اہل یقیع پر دعا کرتے تھے آجکل اس جگہ ایک چھوٹی سی مسجد ہے اس کو موقف النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں اس کے بعد قصد زیارت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کرے۔ پھر حضرت فاطمہ بنت اسد والدہ سیدنا علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہا وعلیہ کی قبر تشریف کی زیارت کا کرے۔ پھر سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا کرے۔ پھر ازواج مطہرات پھر امام مالک پھر امام نافع پھر حضرت عباس پھر حضرت صفیہ عہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کرے اور جو ان کے ساتھ ان کی بہنیں وغیرہ کہ جزو تشریف حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اس لئے کہ تقدیم دوسروں کی ان پر لازم نہیں یہ مذہب اعدل واقوم ہے۔ واللہ اعلم!

ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ زیارت کی ابتداء حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کہے اور کہتے ہیں کہ وہ اہل یقیع سے افضل ہیں۔ ابن فرحون مالکی وغیرہ نے اس مذہب کو ترجیح دی ہے اور کہتے ہیں کہ ان کی زیارت پہلے اگر کسی دوسرے کی قبر سے گزرنے کا اتفاق ہو تو سلام کرے اور چل پڑے تھوڑا سا توقف کرے یہی گروہ یہ بھی کہتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور جو لوگ آپ کے مقبرے میں دفن ہیں ان سے ابتداء کرے اس کے بعد ازواج مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور جو لوگ ان کے ساتھ مدفون ہیں پر سلام کرے۔ اس کے مشہد عقیل پر آئے زیارت کرے اور کافی دیر کے لئے ٹھہرے دعا میں بھی طوالت کو ملحوظ رکھے کیونکہ یہ موقف نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اس کے نزدیک دعا قبول ہوتی ہے اس کے بعد سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کہے

اور جو لوگ ان کے ساتھ مدفون ہیں مثلاً آپ کی ہمشیر گاہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم اور پھر دوسرے اصحاب کرام جو اس جگہ مدفون ہیں اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو کی زیارت سے شرف حاصل کرے اور بعض علماء کا حاصل یہ ہے کہ ابتدائے زیارت توقیع حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور جو لوگ آپ کے ساتھ دفن ہیں کہ اس کے بعد جس بزرگ کی مراد آتی جائے کیونکہ وہ جس شان و جلالت کے مالک ہیں بغیر سلام کے ان سے گزر جانا عالم مروت مناسبت و طریقہ ادب سے بعید ہے قَالَ بَعْضُهُمْ وَهُوَ مَقْصِدُ صَلَاحٍ لَا يَحْضُرُ مَحْضُهُ عَدَمُ رِعَايَةِ الْأَفْضَلِ وَالْأَشْرَفِ یعنی بعض نے کہا ہے کہ یہی مقصد صالح ہے ساتھ اس کے ضرر نہیں کرتا نہ رعایت کرتا ہے یہی افضل اور اشرف ہے اہل مدینہ کے علماء کی ایک جماعت سے یہ ثابت ہوا ہے کہ جب وہ زیارت یقین کا قصد کرتے ہیں وہ موقف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جاتے ہیں جہاں صلوٰۃ اور سلام عرض کرتے ہیں اور تمام اہل یقین کے لئے دعا کرتے ہیں اور اپنے مطالب کرتے ہیں اور پھر بغیر کھڑے ہونے کے اس چیز کے بغیر کہ وہ کہیں کسی قبر پر رکیں اس طریق کو اختیار کرنے میں مستند ان حضرات کا فعل ماثور حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے اگر یہی بات ثبوت کو پہنچ چکی ہے اور ان حضرات کا قصد مجرد اتباع سنت ہے تو بہتر ہے بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر یہ فعل حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے ہر چند صحت کو نہ پہنچا ہو اور ان حضرات کا مقصد اتباع سنت ہو تو تمام ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ اگر موقف سید الکائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات میں سعادت و قوف حاصل کرتے زیارت مقربان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مستفیض ہو تو نہایت ہی مناسب ہے کہ موجب مزید اجر و برکات و ثواب و حسنات ہو گا والسلام۔

”تَكْمِيلُ فِي زِيَارَةِ أَهْلِ الْبَيْتِ“

فصل خطاب میں حضرت امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ وعلیٰ سائر اہل بیت النبوة سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جو شخص آئمہ کرام میں سے کسی ایک کی زیارت کی تو گویا اس نے رسول اللہ کی زیارت کی کسی نے حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ مجھے زیارت اہل بیت میں قول مبلغ وکابل ہدایت فرمائیں جو میں بوقت زیارت پڑھا کروں آپ نے فرمایا کہ جب تو اہل بیت

کی زیارت کا ارادہ کرے تو اول غسل کر اس کے بعد اول دروازے پر کھڑا ہو کر شہادتیں ادا کر
اس کے بعد جب تو اندر داخل ہوا اور تیری نظر قبر پر پڑے تو تیس مرتبہ اللہ اکبر کہہ بھر
تھوڑا وقار سے چل نزدیک نزدیک قدم ڈالتا ہوا پھر کھڑا ہو کر تیس مرتبہ اللہ اکبر کہہ بھر
اور چالیس مرتبہ اللہ اکبر کہہ یہ سو مرتبہ ہو گئے اس کے بعد کہہ

اَسْلَمَ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ بَيْتِ الرِّسَالَةِ وَتُخْتَلِفُ الْمَلَائِكَةُ وَمَهْبِطُ الْوَحْيِ وَ
خَازِنُ الْعِلْمِ وَمُنْتَهَى الْحُكْمِ وَالْحُكْمِ وَمَعْدِنُ الرَّحْمَةِ وَأَصُولُ الْكَرَامِ وَقَاوَةُ الْأَهْمِ
وَعَنَاصِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَدَعَائِمُ الْأَخْيَارِ وَالْبُؤَابُ الْإِيمَانِ وَأَمْنَاءُ الرَّحْمَنِ وَسُلَالَةُ خَالَتِهِ
الْيَسِينِ وَعِزَّةُ صَفْوَةِ الْمُتَكِينِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ. اَسْلَامٌ عَلَى أَيْمَةِ الْهُدَى
وَمَصْرِيحِ الدُّجَى وَأَعْلَامِ الشُّقَى وَذَوِي الْمَجَى وَالْمُهَى وَرَحْمَةِ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ ا
اَسْلَامٌ عَلَى مَحَالِ رَحْمَةِ اللَّهِ وَمَسَازِينِ بَرَكَاتِهِ اللَّهُ وَمَعَادِنِ حِكْمَةِ اللَّهِ وَحَفَظَةِ
سِرِّ اللَّهِ وَحِمَلَةِ كِتَابِ اللَّهِ وَوَرَثَةِ رَسُولِ اللَّهِ وَرَحْمَةِ اللَّهِ وَبَرَكَاتِهِ. اَسْلَامٌ
عَلَى الدُّعَاةِ إِلَى الْحُكْمِ بِاللَّهِ وَالْإِدْلَاءِ عَلَى مَرْضَاةِ اللَّهِ وَالْمُطَهِّرِينَ لِأَمْرِ اللَّهِ وَنَهْيِهِ
وَالْمُخْلِصِينَ بَنِي تَوْحِيدِ اللَّهِ وَرَحْمَةِ اللَّهِ وَبَرَكَاتِهِ. اَيُّ مُسْتَشْفِعٍ بِكُمْ وَمُقَدِّمٍ
رَأَاهُمْ طَلَبِي وَإِسْرَافِي وَمُسْأَلِي وَحَاجَتِي أَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ إِلَهِي مُؤْمِنٌ بِسِرِّكُمْ وَعَلَانِيَتِكُمْ
وَإِنِّي أَبْرَأُ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى مِنْ عَدُوِّكُمْ وَمُحْتَدٍ وَآلِ مُحْتَدٍ مِنَ الْحَبِّ وَالْإِنْسِ صَلَّى اللَّهُ
تَعَالَى عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ وَسَلَّمْ تَسْلِيمًا كَثِيرًا كَثِيرًا.

تیرہواں باب

فضائلِ جبلِ احد میں جو محبت و محبوب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
و منزل سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے

غزوہ احد کی تفصیل و احوال و دیگر غزوات کے ساتھ کتب سیر و تواریخ میں مذکور ہے
اور اس مقام میں جتنا مناسب ہے صرف بیان فضیلت احد و قبور شہداء ہے جنہوں نے اس
غزوہ میں شرف شہادت غلطی حاصل کیا ہے صحیحین میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبلِ احد

کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا هَذَا جَبَلٌ يُحْبِنَا وَنُحِبُّهُ یعنی یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں اس کلمہ کا آپ کی زبان مبارک سے کئی بار صادر ہوا ہے چنانچہ تعدد روایات بخاری اس کی مظہر ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آیا ہے کہ ایک دن سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر مبارک جبل احد پر پڑی۔ آپ نے اللہ اکبر کہہ کر فرمایا هَذَا جَبَلٌ يُحْبِنَا وَنُحِبُّهُ عَلَى بَابٍ مِنْ الْبَابِ الْجَنَّةِ وَهَذَا عَذْرُ جَبَلٍ يُبْخَضُنَا وَنُبْخَضُهُ عَلَى بَابٍ مِنْ الْبَابِ النَّارِ یہ پہاڑ ہے یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں یہ جنت کے دروازوں سے ایک دروازہ پر ہے اور یہ بغیر ہے یہ ہم سے بعض رکھتا ہے اور ہم اس سے بعض رکھتے ہیں یہ دوزخ کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہے اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ محبت اور بعض سعادت اور شقاوت نباتات میں بھی پیدا ہے امام نووی کہتے ہیں کہ حدیث میں مذکور محبت جانین سے مفہوم ہوتی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت مبارک جبل احد سے اور جبل احد کی محبت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ یہ حقیقت پر محمول ہے اور اس لئے یہ پہاڑ جنت سے ہے لَئِنْ الْمَرْءَ مَعَ مَنْ أَحَبَّهُ یعنی انسان قیامت کو اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ دنیا میں محبت کرتا تھا یہ بھی ضرور ہے جب محبت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہوا جو اہل جنت کے سردار ہیں۔ اس کی جگہ بھی چار سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہوئی بہشت کے دروازے پر پہاڑوں میں عشق و محبت کا آغاز بنا بر حکم و تبیغ و ذکر جل و علا ہے اِنَّ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ دُنْیَا کی کوئی ایسی شے نہیں جو رب تعالیٰ کی تسبیح نہ کرتی ہو جب پہاڑ اور تمام جمادات محل ذکر و تسبیح مولیٰ تعالیٰ کے ہوئے اگر محبت حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی موصوف ہوں تو مشکل نہیں ہو سکتی۔

سہرِ جب ازلی در ہمہ اشیاء جاری است

ورنہ گل نکند بلبل مسکین فریاد

محققین علماء اس بات پر ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہوئے ہیں اور تمام موجودات نہ صرف مخصوص جن و انس و ملائکہ میں بلکہ آپ سب عالموں کے رسول ہیں حتیٰ کہ نباتات و جمادات کے بھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس حیل رفیع الحیل کو خطاب فرمایا کہ اُسْکُنْہُ

يَا أَحَدُ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ أَوْ شَهِيدٌ یعنی اے اُحد سکون پکڑ تجھ پر ایک نبی یا شہید ہیں اس کے علم و عقل کی اقل دلیل ہے جو آپ نے اس قسم سے اسے مخاطب فرمایا۔ عشق و محبت کو لازم فہم و غفل سے ہے اور پتھروں کا آپ پر سلام عرض کرنا قبل از زمانہ نبوت اور ستون مسجد شریف کا نالہ کرنا اور مفارقت میں رونا جیسے مذکور ہو چکا ہے۔ اس مطلب کے دلائل واضحہ سے ہیں۔

طرح اہل مدینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شان مبارک میں دو قسم ہوئے ہیں۔ مخلص و منافق ویسے امکان مدینہ بھی قیمت پذیر ہیں۔ ولہذا جبل غیر منافقان اہل ضرارہ کے درجات کو پہنچنا اور آخرت میں بھی یہ دونوں کے دروازے پر ہوگا غزوہ اُحد کی عزمیت کے دن ابن ابی اور منافقوں کی ایک کثیر جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ سے باہر آئے لیکن جبل اُحد تک جو مقام صدیقوں اور حبیبوں کا ہے نہ جاسکے اور مدینہ کے قریب ہی سے پھر شقاوت گاہ کی طرف رجوع کیا اور محبت و عداوت کو ساکنین کی محبت و عداوت سے تاویل کرنا اہل محبت کے نزدیک ایک بعید امر ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہاں محبت کنایہ ہے مسرت و خوشی سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سفر سے مراجعت فرماتے وقت قبل وصول بہ مدینہ اس جبل کو مشاہدہ فرماتے سے کہ اعظم و ارفع علامات مدینہ طیبہ ہے حاصل ہوا کرتی تھی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریب مدینہ طیبہ و اہل مدینہ سے باخبر بنات آخرو دنیا تھا۔ یہ کام محبوں کا ہے اور اس وقت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و عداوت کے آثار ان دونوں پہاڑوں سے ظاہر ہیں جس کا جی چاہے جا کر دیکھے جبل اُحد کی طرف جس وقت نظر کی جاتی ہے تو ایک نور و سرور اس سے ظاہر ہوتا ہے اور جس وقت جبل غیر کی طرف نظر جاتی ہے۔ ایک تلذذ و غم اس سے حاصل ہوتا ہے۔ اشتقاق لفظ اُحد کا آخر سے ہے بمعنی افراد و انقطاع کے اور یہ معنی اس پر صادق ہیں اس لئے کہ وہ ایک کوہ پارہ ہے یہ مدینہ منورہ سے جانب شمال کو دو یا زیادہ کم میل کے فاصلہ پر ہے اور کسی پہاڑ سے میل نہیں رکھتا اور یہ بھی ہے کہ وہ چونکہ اہل ایمان و توحید کی نصرت گاہ ہے۔ اس واسطے اس کا یہ نام رکھا گیا ہے اور کوئی دوسرا نام اس لئے موزون بھی نہیں تھا بخلاف غیر کے کہ وہ ایک وحشی گدھے کا نام ہے جو طرح طرح کی برائیوں سے موصوف ہے اور روایت میں آیا ہے کہ اُحد ایک

پہاڑ ہے جنت کے پہاڑوں سے جب تم لوگ اس پر سے گزرو تو مبیوہ اس کے درخول کا کھانا
اگر مبیوہ نہ ہو تو اس کے جنگل کی گھاس وہی حکم رکھتی ہے اور زینب بنت نبط زوجہ انس بن مالک
رضی اللہ عنہ سے روایت کرتی ہے کہ وہ اپنی اولاد سے کہتی تھیں کہ تم لوگ جا کر زیارت اُحد
کو اور میرے واسطے وہاں کی گھاس وغیرہ لاؤ اور حدیث میں آیا ہے کہ اُحَدٌ عَلَىٰ رُكْنٍ
مِنْ أَرْكَانِ الْجَنَّةِ وَعَلَىٰ رُكْنٍ مِنْ أَرْكَانِ النَّارِ یعنی اُحد ایک کونے پر ہے جنت کے کونوں
سے اور غیر ایک کونے پر ہے دوزخ کے کونوں سے۔ اور طبرانی عمرو بن عوف سے روایت کرتے
ہیں کہ حضرت سلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اَرْبَعَةُ جِبَالٍ مِنَ جِبَالِ الْجَنَّةِ وَأَرْبَعَةُ أَنْهَارٍ
مِنْ أَنْهَارِ الْجَنَّةِ وَأَرْبَعَةُ مَلَاحِمٍ مِنْ مَلَاحِمِ الْجَنَّةِ قِيلَ فَمَا الْجِبَالُ قَالَ أَحَدٌ مُجَبَّادٌ وَمُجَبَّاهُ
مِنْ أَجْبَالِ الْجَنَّةِ وَرَقَانٌ جَبَلٌ مِنْ أَجْبَالِ الْجَنَّةِ وَالطُّورُ جَبَلٌ مِنْ أَجْبَالِ الْجَنَّةِ وَلَنْبَانٌ
جَبَلٌ مِنْ أَجْبَالِ الْجَنَّةِ - وَالْأَنْهَارُ اَرْبَعَةُ الْيَسْلُ وَالْفَرَاتُ وَسِيحَانٌ وَحَيْحَانٌ وَالْمَلَحِمُ
بَدْرٌ وَأَحَدٌ وَالْخَنْدَقُ وَالْحُنَيْنُ - یعنی چار پہاڑ جنت کے پہاڑوں سے ہیں چار نہریں
جنت کی نہروں سے ہیں اور چار جنگیں میں جنت کی جنگوں میں سے۔ اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ چار جنتی پہاڑ کون سے ہیں فرمایا اُحد ہے وہ ہم کو دوست رکھتا ہے اور
ہم اس کو دوست رکھتے ہیں دوسرا رومان تیسرا طور اور چوتھا لبنان چار جنتی نہریں یہ ہیں
اول نیل دوسری فرات تیسری سیحان اور چوتھی حیمان اور چار جنگیں اول بدر دوم اُحد سوم
خندق اور چہارم حنین ابن شیبہ نے اس حدیث کو مختصراً بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
روایت کیا ہے اور ملاحم (نہریں) سے سکوت کیا ہے بعض روایات میں آیا ہے کہ بیت الحرام
کی بنیاد چھ قسم کے پہاڑوں سے ہے۔ البقیس۔ طور۔ قدس۔ درقان۔ رضوی اور اُحد۔ ابن ابی شیبہ
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت لاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر جلوہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ کی سلطوت اور عظمت سے چھ
پہاڑ اڑ گئے تین جن میں سے مدینہ منورہ پر آئے اور تین مکہ معظمہ پر جو مدینہ منورہ پر
گرے وہ اُحد۔ درقان اور رضوی ہیں اور مکہ معظمہ کے حرا شیبہ اور ثور ہیں۔ درقان
مکہ شریف کے راستہ بہ مدینہ شریف سے چار ورید کے فاصلے پر ہے جس کے متعلق مساجد

اثورہ میں کچھ ذکر کر دیا گیا ہے۔ رضوی تیغ نامی مقام پر واقع ہے یہ بھی مسافت مذکور پر ہے اور شہید مناک کی پہاڑی کا نام ہے۔ ابن شیبہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام بقدس حج اور عمرہ مکہ معظمہ میں آئے اور نوسنت وقت مدینہ منورہ میں پہنچے جب وہ جیل اُحد پر پہنچے ناگاہ حضرت ہارون علیہ السلام کو پیام اجل پہنچا۔ آپ کا وصال ہو گیا اور اسی جیل اُحد میں دفن ہوئے اب تک ان کی قبر اس جیل رفیع الشان پر مشہور ہے جس طرح اس مکان کرامت نشان کے بیان میں مورخین نے بیان کیا ہے کہتے ہیں کہ اس جیل اُحد پر ایک مسجد ہے جسے بعض فقہاء قرون لاحقہ نے تعمیر کرایا تھا اور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صعد اس پہاڑ پر کہ کس طرف سے چڑھے تھے تحقیق نہیں ہوا۔ آپ کی نماز مسجد فتح قریب اُحد کی بابت ایک اثر وارد ہوا ہے لیکن وہ نماز جس کے متعلق کہتے ہیں کہ آپ وہاں چھپے تھے وہ اور مقام ہے جہاں آدمی کے سر کا نشان ہے۔ علما کے نزدیک ایسے اثر سے جو اعتقاد کے لائق ہو ثابت نہیں ہوا خبر میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو شہدار اُحد سے ہیں کی لاش پر کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھی تھی

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا لَـلّٰهِ عَلَيْهِمْ اَوْفِیْہِمْ وَاَعْلٰی وَاَعْلٰی اَللّٰهُمَّ اِنَّ عِبْدَكَ وَنَبِیَّكَ یَسْتَعِیْذُ بِكَ اَنْ یَّهْوٰ لَکَ شَہَدَاۃً یَّعْنٰی اے اللہ بیشک تیرا عہد اور تیرا نبی شہادت دیتا ہے کہ یہ لوگ شہید ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم اُحد پر آؤ تو اس کے شہدار پر سلام کیا کرو جب تک زمین و آسمان قائم ہیں یہ اپنے سلام کا جواب دیتے جائیں گے اس کے بعد دوسری جگہ دوسرے شہدار پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ یہ میرے اصحابی ہیں قیامت کے دن میں ان کی گواہی دوں گا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم آپ کے اصحابی نہیں ہیں آپ نے فرمایا ہاں میرے اصحاب ہو لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ تم میرے بعد کیا کرو گے یہ تو دار دنیا سے سلامت ہو کر گئے۔ مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا حضرت حمزہ بن عبد المطلب پر آئے دیکھا کہ سید الشہدار رضی اللہ عنہ کے کان اور ناک کٹے ہوئے ہیں اور پیٹ پھاڑا ہوا اور جگہ کو گم پایا۔ فرمایا کہ اگر حقیقہ نبی اللہ عنہا کے غمگین ہونے کا فکر نہ ہوتا اور یہ کہ میرے بعد سنت ہو جائے گی تو میں اس کو

یونہی چھوڑ دیتا کہ جانور اور پرندے ان کو کھا جاتے اور مجھے اتنی مصیبت نہ پہنچتی اور
 مجھے ہرگز اس سے زیادہ غصہ و ناراضگی دلانے والی جگہ پر کھڑا ہونا نہ پڑتا۔ اسی اثنا میں
 جبریل امین وحی الہی پہنچی مکتوب فی اہل السموات السبع حمزہ عَبْدُ الْمُطَلِّبِ
 اَسَدُ اللہِ وَاَسَدُ سُرَّوْلِہِ یعنی اہل دیان سابع سموات میں حضرت حمزہ اسد اللہ اور اسد رسول اللہ
 لکھے گئے ہیں اس کے بعد آپ نے انہیں چادر پہنانے کا حکم دیا اور نماز جنازہ ستر تکبیروں سے
 ادا فرمائی اور دفن کر دیئے گئے۔ شہدائے اُحد پر نماز جنازہ ادا فرمانے کے متعلق علماء کے
 درمیان اختلاف ہے۔ ابو داؤد اور حاکم اپنی صحیح میں لاتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 نے فرمایا کہ جب اُحد کے دن ہمارے بھائیوں پر جو کچھ پہنچتا تھا پہنچا اللہ تعالیٰ نے ان کی
 روحوں کو سبز جانوروں کی شکلوں میں تبدیل کیا کہ جنت کی مہروں پر پہنچ کر یانی پتے رہیں اور
 بہشت کے میوے کھاتے رہیں اور سونے کی قندیلیں جو عرش کے نیچے معلق ہیں ان میں جا کر
 ٹھہریں اور آرام کریں۔ ان شہیدوں نے عرض کیا کہ اے رب العزت کیا اچھا ہوتا کہ ہمارے
 بھائی جو دنیا میں ہیں انہیں ہمارے آرام اور آسائش کی خبر پہنچے تاکہ وہ بھی جہاد کی کوشش
 کریں اور اس بزرگ کام کے کٹے میں سستی و کسالت کو راہ نہ دیں۔ حضرت حق تعالیٰ نے انکو
 فرمایا کہ تمہاری خبر میں ان کو پہنچاؤں گا۔ پھر آیت کریمہ نازل فرمائی وَلَا تَحْزَبَنَّ الَّذِیْنَ
 قَاتَلُوا فِی سَبِیْلِ اللہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاہُمْ عِنْدَ رَبِّہُمْ یُرِیْ ذُرِّیَّتَہُمْ۔ ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کے راستے
 میں قتل ہو چکے ہیں مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے
 ہیں۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہدائے اُحد کے قبور پر
 تشریف فرما ہوئے۔ تھے اور فرماتے السَّلَامُ عَلَیْکُمْ بِمَا صَدَقْتُمْ فَنِعْمَ عَقْبِی الدَّارِ
 تم پر سلام ہو اس سبب سے کہ تم نے صبر کیا اور آخرت کا مسکن بہت اچھا ہے۔ حضرت ابن
 عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جو شخص ان شہدائے اُحد سے گزرے اور ان پر سلام کرے یہ
 قیامت تک اس پر سلام بھیجتے ہیں۔ ان شہدائے اُحد اور بطور خاص قبر سید الشہداء حضرت
 حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک سے سلام کی آواز کی بار سنی گئی ہے اس کے متعلق سلف سے
 اخبار و آثار بہت ثابت ہوئے ہیں۔ قول صحیح کے مطابق شہدائے اُحد کی تعداد ستر ہے۔ تاریخ

بہنوی رحمۃ اللہ علیہ میں ان کا شمار موجود ہے اور ان کے مواضع قبور کی تعیین میں بہت کوشش کی ہے۔ اب موجودہ زمانہ میں حضرت سید الشہداء رضی اللہ عنہ کے مشہد کے غریبی جانب ایک اماں کھینچا ہوا ہے اس میں قبور شہداء ہیں لیکن قبروں کی شکلیں نہیں بنی ہوئی ہیں۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین تین شہیدوں کو ایک کپڑے میں لپیٹا اور فرمایا جس جس کو علم قرآن زیادہ ہے اس کو قبر میں پہلے اتارو۔ اخبار مصیبت میں آیا ہے کہ چھ یا اسی سال کے بعد بعض قبور شہداء کو کھولا تو دیکھا کہ ان کے جسم پھولوں کے پتھروں کی طرح تر و تازہ شکستہ اپنے گھٹنوں میں صحیح و سالم موجود تھے گویا انہیں کل ہی دفن کیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض اپنے ہاتھ اپنے زخموں پر رکھے ہیں جب ہاتھوں کو جدا کیا گیا تو ان سے تازہ خون جاری ہو گیا اور اگر ہاتھ کو اٹھا کر چھوڑ دیتے تو پھر زخم کی جگہ پر پھینچتا ان قبور شریفہ کے کھولنے کے عجیب واقعات سے ایک یہ تھا کہ بعض لاشوں کے دفن میں اس طرح خلط ہوا تھا کہ ایک رشتہ دار دوسرے کے پاس دفن ہو چکا ہے۔ تو لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت صریح سے یا دلالت حال سے یا قیاس و اجتہاد سے ان لاشوں کو نکال نکال کر جدا دفن کرنے لگے اور قبروں کے کھل جانے کی وجہ سے بیل ہوتی تھی اور اکثر اس وجہ سے قبریں کھلیں کہ حضرت معاویہ نے اپنے زمانہ امارت میں ایک نہر کھدوا کر اسی مشہد مقدس کی طرف سے جاری کی تھی تو لاشیں کھل گئی تھیں تو ان کو نکال کر الگ جگہ دفن کر دیا تھا۔ امام تاج الدین سبکی شفاء الانعام میں لاتے ہیں کہ جس وقت امیر معاویہ نے نہر نکالی تھی اور نقل شہداء کا اپنے مواضع قبور سے حکم دیا تھا۔ اس وقت ایک کدال حضرت سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے پاؤں مبارک پر لگی جس سے خون جاری ہو گیا تھا اور نقل ہے کہ نہر کھودتے وقت ان کے عامل نے منادی کرائی تھی کہ امیر المومنین کی منہر آتی ہے جس کسی کا مردہ یہاں دفن ہوا ہے اور مردے کو اکھیڑ کر غیاہ سے لے جائے۔ واللہ اعلم! بعض شہداء احد وغیرہ میں بھی دفن ہو چکے تھے۔ اس وجہ سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ ان میں سے جس کسی کا جہاں انتقال ہو وہیں دفن کیا جائے چنانچہ مالک بن سنان کہ اسی گروہ شہداء سے ہیں ان کا انتقال مدینہ کے اندر ہوا ان کو وہیں دفن کیا گیا جہاں اب مشہور ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اللہم احشرنّا

چودھواں باب

بیان فضائل زیارت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو مقصد اعلیٰ و مطلب اقصیٰ مؤمنین و مسلمین ہے۔ اور اثبات حیات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں !

خداوند تعالیٰ تجھے ارشد اور اسعد بنائے۔ شان زیارت حضرت فیض الیثاں رسول الانس والجان علیہ افضل صلوٰۃ الرحمن میں احادیث بہت آئی ہیں جن میں سے بعض تو صریح الفاظ زیارت قبر شریف و مرقہ نبیت کی مؤید ہیں اور بعض دیگر الفاظ وجوہ سے جو متضمن ثبوت اس مدعا و موکہ حصول اس مطلب کی ہو سکتی ہیں۔ ان میں سے جو احادیث صریحاً لفظ زیارت کی مؤید ہیں یہ احادیث ہیں کہ بطریق ثقات واقع ہیں اور صحیح ہیں اور اکثر مرتبہ حسن کو ثبوت پند یہ ہوئی ہیں۔

پہلی حدیث۔ مَنْ نَزَّارَ قَبْرِیْ وَحَبَّبْتُ لَهُ شَفَاعَتِیْ یعنی جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر میری شفاعت واجب ہوگئی اس فضیلت پر تخصیص زائرین ہے۔ باوجود اس کے کہ اس نعمت کی امید واری سارے مومنین امت کو ہے اور شفاعت سے مراد شفاعت خاص ہے کہ ان کو اس عمل سے کوئی خاص مرتبہ حاصل ہوگا کہ ان کے غیروں کو باوجود کثرت اعمال حسہ کے وہ مرتبہ پیشتر نہ ہوگا جس طرح اختصا ص و امتیاز بعض اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبیت جمیع امت کے ان کو تمام عمر میں سوائے ایک بار نظر جمال یا کمال سرور انبیاء کا حاصل نہیں ہوا جو اس مدعا کا آئینہ دار ہے۔ یہ کلام بشارت انجام اس امر کی مشعر ہے کہ زائر قبر شریف کے لئے شفاعت واجب اور دوسرے مرتبہ جو از پر ہیں یا یہ کہ زائر کی موت دین اسلام پر ہوگی۔ بہ برکت حضرت سیدنا ام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس جہت سے وہ مستحق شفاعت ہوگا۔ دوسری حدیث۔ مَنْ نَزَّارَ قَبْرِیْ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِیْ جو میری قبر شریف

کی زیارت کرے گا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔

تیسری حدیث۔ مَنْ جَاءَنِي سَائِرًا لَا تَحِلُّهُ حَاجَةٌ إِلَّا نِيَّارَتِي كَانَ حَقًّا عَلَيَّ أَنْ أَكُونَ لَهُ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی جو خالص میری زیارت کو آئے اور اسے سوائے اس کام کے دوسری کوئی حاجت نہ ہو مجھ پر حق ہے کہ میں اس کا قیامت کے دن شفیع بنوں۔ یہ دونوں حدیثیں بطحاظ معنی اور تعین کے حدیثِ اول کے حکم میں ہیں مگر تیسری حدیث میں شرط صدق و اخلاص کو ملحوظ رکھا گیا ہے کیونکہ جمیع اعمال و افعال میں اخلاص و صدق شرطِ اول ہے چوتھی حدیث۔ مَنْ حَجَّ فَذَارَ قَبْرِي بَعْدَ وَفَاتِي كَانَ كَمَنْ سَارَنِي فِي حَيَاتِي

جس نے حج کیا پس میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے بعد گویا اس نے میری زندگی میں زیارت کی۔ آپ فرمانے ہیں کہ میری قبر شریف کی زیارت میری وفات کے بعد میری صحبت کا حکم رکھتی ہے اس حدیث کے لفظ حین حیات نے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ثبوتِ صحبتِ حیات کو واضح کر دیا ہے اس مسئلہ کی تحقیق بتفصیل اس باب کے اخیر میں ہو گی۔ اس حدیث کا مضمون کرامتِ مشہون حدیثِ اول کا مثبت و مؤید ہے کہ زائرِ قبر شریف ایک خاص فضیلت اور سعادت سے ممتاز ہے کہ دوسروں کو اس سے بہرہ نہیں چنانچہ صحابہ کرام کو اوروں پر زیادتی فضل و وجہ میں زائرِ صحابی کا حکم رکھتا ہے یہ ایسا ہے کہ جیسے کوئی شخص خواب میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے کوئی حدیث سنے تو باوجود اس بات کے کہ آپ کو خواب میں دیکھنا حقیقت میں آپ ہی کا دیکھنا ہے چنانچہ آپ فرمانے ہیں مَنْ سَارَنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ سَارَنِي الْحَقُّ یعنی جس نے مجھے خواب میں دیکھا پس بیشک اس نے حق دیکھا لیکن وہ شرائع و احکام کا مثبت نہ ہوگا۔

پانچویں حدیث۔ مَنْ حَجَّ إِلَيْتِ وَكَمَزِيرُنِي فَقَدْ جَفَانِي جس کسی نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی بیشک اس نے مجھ پر ظلم کیا یہ حدیث عدم حصول سعادتِ زیارت پر دہمید ہے کہ بعد حصولِ نعمت حج کے شرفِ زیارت کو بھی حاصل کریں کیونکہ آپ شفقت اور حرصِ ثواب امت پر نہایت ہی شفیق ہیں۔

چھٹی حدیث۔ مَنْ سَارَنِي إِلَى الدِّينِ كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا وَكَشْرَحِيدًا یعنی جو دینہ

مَشْهُورٌ اَکَر مِی زِیَارَت کرے گا میں اس کا شفاعتی اور گواہ ہوں گا۔ کہتے ہیں کہ سفارش آپ کی گنہگاروں کے حق میں اور گواہی اہل اطاعت کے حق میں دیں گے۔ دوسری حدیث میں ہے مَنْ نَزَرَ قَبْرِی کُنْتُ لَهُ شَفِیعًا وَ شَهِیدًا جس نے میری قبر شریف کی زیارت کی میں اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا۔

ساتویں حدیث۔ مَنْ نَزَرَ بِنِی مُعْتَدًا کَانَ فِی جَوَارِہِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَمَنْ کَانَ فِی أَحَدِ الْحَرَمَیْنِ بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ الْأَمْنِیْنِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ یُشْخَصُ خَالِصِ مِی زِیَارَت کو آیا وہ قیامت کے دن میرے جوار میں ہوگا جو شخص حرم کعبہ یا مدینہ میں مرے گا وہ شخص قیامت کے دن عذاب سے مامون ہوگا۔

آٹھویں حدیث۔ مَنْ حَجَّ حَجَّةَ الْإِسْلَامِ وَ نَزَرَ قَبْرِی وَ عَزَا عَزْوَةً وَ صَلَّى فِی بَیْتِ الْمَقْدَسِ لَمْ یَسْأَلِ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِیْمَا أَفْتَرَضَ عَلَیْہِ یعنی جس کسی نے حج اسلام کیا اور میری قبر شریف کی زیارت کی اور جنگ جہاد کی اور بیت المقدس میں نماز پڑھی۔ اللہ تعالیٰ اس سے اس کے فرائض کا سوال نہیں کرے گا۔ یہ حدیث فضیلت حج اسلام و زیارت قبر تیداہام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و جہاد با کفار و اوائیگی نماز اندر بیت المقدس کے مقام ابراہیم خلیل علیہ السلام کے ذکر کو مشتمل ہے اور احتمال ہے کہ یہ جزا خاص عدم پرش فرائض مخصوص اجتماع ان جمیع امور کو ہے یا ان میں سے ہر ایک پر بھی مرتب ہے۔ واللہ اعلم!

نویں حدیث۔ مَنْ حَجَّ إِلَى مَكَّةَ لِحَدِّ قَصْدِنِی فِی مَسْجِدِی کُتِبَتْ لَهُ حَجَّتَانِ مَبْرُورَتَانِ جس نے مکہ شریف کا حج کیا پھر قصد کیا میری زیارت کا میری مسجد میں اس کے واسطے دو حج مبرور لکھے جاتے ہیں۔ قصد زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسجد شریف سے مشرف ہونا حج مبرور و مقبول کے برابر ہے بلکہ حج کی قبولیت کا سبب ہے جو کہا گیا ہے اور جنازہ حج مبرور جنت ہے جس طرح احادیث میں آیا ہے کہ حج مبرور وہ ہوتا ہے کہ جس میں از کتاب محرمات و منایہ نہ کرے اور سمعہ و ریا کا اس میں دخل نہ ہو۔ یہ ضرور پروردگار کو قبول ہوتا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ۔

دسویں حدیث۔ مَنْ نَزَرَ بِنِی مَنَیًّا فَکَانَ نَزَارَ فِی حَیَاتِہِ مَنْ نَزَرَ قَبْرِی وَ حَبَّتْ لَهُ

شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ أُمَّتِي لَهُ سَعَةٌ ثُمَّ لَمْ يَذُرْنِي فَلَيْسَ لَهُ عُدْرٌ
جس نے میری وفات کے بعد زیارت کی گویا اس نے میری زیارت حیات میں کی اور جس نے میری
قبر شریف کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت یوم قیامت واجب ہو گئی اور جو شخص میری
امت سے میری زیارت کی وسعت رکھتا ہو اور وہ نہ کرے اس پر کوئی عذر نہیں۔ یہ حدیث
حدیث اول اور زابع کی مطابقت کی موید ہے اور حدیث پنجم کا خلاصہ ہے۔

گیارہویں حدیث۔ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مَنْ زَارَ
قَبْرِي بَعْدَ مَوْتِي فَكَأَنَّمَا زَارَنِي فِي حَيَاتِي وَمَنْ لَمْ يَذُرْ قَبْرِي فَقَدْ جَفَانِي۔
جس نے میری قبر شریف کی زیارت کی میری موت کے بعد پس گویا اس نے میری زندگانی میں میری
زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت نہ کی بیشک اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ اسکا مضمون حدیث
چہارم و پنجم کے مطابق ہے۔

بارہویں حدیث۔ حضرت امیر المومنین سے ہے کہ مَنْ سَأَلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّرَجَاتِ وَالْوَسِيلَةَ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ زَارَ قَبْرَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي جَوْكَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ جو
شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے درجہ اور وسیلہ طلب کرے تو اس کے لئے آپ
کی شفاعت قیامت کے دن واجب ہو گئی اور جس نے قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت
کی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوار میں ہوگا۔ اس حدیث کے حاصل معنی اور ساتویں حدیث
کے جزو اول کے معنی ایک ہیں مگر اس میں ایک اور فائدہ زیادہ ہے کہ جو شخص آپ کے لئے
درجہ اور وسیلہ طلب کرے تو وہ حضور کی شفاعت کا مستحق ہوگا۔ ہم نے یہ جتنی حدیثیں بیان
کی ہیں ہر ایک حدیث کے طرق متعدد ہیں اگر ان کو جدا جدا ذکر کریں تو احادیث کے اعداد اس
سے زیادہ ہو جائیں گے جو پہلے مذکور ہو چکے ہیں جیسا کہ سید علیہ الرحمۃ نے ذکر کیا ہے۔

یہ حدیث اُن جملہ احادیث شریفہ سے
فصل۔ حیاتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
ہے جو دوبارہ اثبات حیاتِ انبیاء علیہم
الصلوٰۃ والسلام بعد از غیوم نصوص قرآنی جو دوبارہ اثبات حیاتِ زمرہ شہدار و مقاتلین فی

سبیل اللہ ہے جس کو ابو یعلیٰ نے نقل ثقات روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْأَنْبِيَاءُ أَخْيَارٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ یعنی انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ نمازیں ادا فرماتے ہیں اور جو حدیث مخصوص اثبات حیات سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں واقع ہوئی یہ ہے کہ بہت معروف و مشہور ہے مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ إِلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَيْهِ رُوحِي حَتَّىٰ أَرُدُّ عَلَيْهِ السَّلَامَ کوئی ایسا نہیں کہ مجھ پر سلام بھیجے مگر اللہ تعالیٰ میری روح پاک میری طرف لوٹاتا ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں لیکن علماء کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ آیا یہ بات فضیلت جواب سلام ہر شخص کو حاصل ہے جو تشریف سلام سید کائنات علیہ افضل التلیماۃ سے مشرف ہوا ہے خواہ زائر قبر شریف ہو یا غائب کہ جس مکان میں ہو یا یہ فضیلت مخصوص زائر قبر شریف و مکان بنیہ ہے بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ یہ فضیلت مخصوص زائر ان و عاقران روضہ مبارک کے لئے ہے اس روایت کے قرینہ کے مطابق جو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ یعنی نہ کہ کوئی ایسا کہ میری قبر شریف کے پاس آکر سلام عرض کرے۔

مگر تحقیق کلام جس طرح بعض فضلاء متاخرین سے منقول ہے یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سلام عرض کرنا دو قسم ہے۔ ایک یہ کہ اس سے قصد جناب ذوالجلال عز اسمہ سے دعا و سوال بل سے نزول سلام و درود رحمت حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو۔ خواہ وہ بلفظ خطاب یا بصیغہ غیب ہو خواہ عرض کنندہ حاضر و گاہ ہو یا غائب جیسے کہ السَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ یَا کَے السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُولَ اللَّهِ یہ ایسی قسم ہے کہ بعض علماء نے اس کو مخصوص جناب رسالت کیا ہے اور اس کا اطلاق غیر سے منع کیا ہے۔ سوائے طفیل و تحیت کے۔ دوسری قسم جس سے مقصود تحیت و اکرام ہے کہ زائر قبر شریف کے پہنچنے کے بعد کہتے ہیں جس طرح داخل مجلس ہونے والا اہل مجلس پر سلام کہتا ہے یہ کیفیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ سلام شریعت ہے جو مستعدی و مستوجب جواب و رد السلام ہے ہر مسلمان کے لئے خواہ وہ بالمشافہ کہتے یا بالواسطہ قاصد و نائب بھیجے اور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام اس واجب کی ادائیگی میں احتی و اولیٰ ہیں اگر یہ حکم رد سلام دوسری طرح بھی ثابت ہو جائے تو بعید نہیں۔ امتیاز نوع ثانی شرف قرب ثبوت تشریف خطاب تھا

دوسری حدیث میں آیا ہے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتا ہے کہ میری امت سے جو کوئی تجھ پر ایک بار درود و سلام بھیجے گا میں اس پر دس بار سلام بھیجتا ہوں۔ یہ مخصوص نوع اول سے بطا بر متعلق معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض علماء نے کہا ہے۔ نسائی صحیح اسناد سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا کیا کہ وہ زمین پر سیاحت کرتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔ یہ غائب شخص کے حق میں ہے مگر جو حاضر درگاہ میں ان کے لئے ایک دوسری حدیث دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا سلام سنتے ہیں اور بنفس نفیس اس کا رد سلام فرماتے ہیں چنانچہ حدیث سابق اس کی دلیل ہے اور آنحضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے آیا ہے کہ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ فِي قَبْرِی سَرَدْتُ عَلَيْهِ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ فِي مَكَانٍ أَخَذَ بِلَفْظٍ أَفِيهِ یعنی جو شخص مجھ پر آکر درود پڑھے اس کا جواب میں خود دیتا ہوں اور جو شخص کسی دوسری جگہ مجھ پر درود بھیجے تو وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے اور دوسری حدیث جو اس حال پر دلالت کرتی ہے کہ ایک فرشتہ موکل کیا گیا ہے کہ آپ پر سلام پہنچاتا ہے اور آپ متکفل اس کے جواب کا ہوتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مَا مِنْ عَبْدٍ يُكَلِّمُ عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِی إِلَّا وَكَلَّ اللَّهُ بِهَا مَلَكَ يُلَاقِيهِ وَيَكْفِي أَجْرَ اخِرَتِهِ وَدُنْيَا وَكَانَتْ لَهُ شَهِيدًا وَشَفِيعًا لِيَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی کوئی ایسا آدمی نہیں جو مجھ پر سلام بھیجے میری قبر شریف کے قریب مگر یہ کہ موکل کرتا ہے اللہ اس کے ساتھ ایک فرشتہ جو مجھے وہ سلام پہنچاتا ہے اس کے لئے اس اجر و دنیا میں بھی کافی ہے کہ میں اس کا گواہ اور شفیع قیامت کو ہوں گا۔ ان احادیث میں وجہ مطابقت یہ ہو سکتی ہے کہ سنت اللہ میں ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک موکل فرشتہ کے ذریعہ غلاموں کے سلام پہنچیں جس طرح باؤشاہوں کی بارگاہ میں فاحشہ ہے مگر اس کے باوجود بعض بندگان خاص اور مقربان درگاہ بلکہ عام شکستہ دلال کے درود و سلام کو خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس بھی سنتے اور جواب کلام سے مشرف و مکرم فرماتے ہیں فَيَا حَبِيبًا سَعَادَتُ مَنْ قَارَبَ بِذَلِكَ فَالِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ پس کیا خوش قسمتی ہے اس کی جو اس کو پہنچے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا عنایت فرماتا ہے ہمہ خواہند ترسانا تو کرامی خواہی

سب تجھے پہانتے ہیں مگر تو کس کو چاہے اور عبدالحق جو آئمہ حدیث کے اکابرین سے ہیں احکام صغریٰ میں صحیح اسناد سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے اس بھائی کی قبر سے گزر کرے جس کو وہ دنیا میں جانتا تھا اور سلام کرے کہ وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور ابن عبد البر نے اس حدیث کو روایت کر کے اس کی تصحیح فرمادی ہے اسی طرح ابن تیمیہ نے بھی اسے تھوڑے سے فرق سے بیان کیا ہے۔ امام عبدالحق نے کتاب عافیت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے مَا مِنْ رَجُلٍ يَزُورُ قَبْرَ أَبِيهِ فَجَلَسَ عِنْدَهُ إِلَّا اسْتَأْذَنَ بِهِ حَتَّى يَقُومَ کوئی ایسا آدمی نہیں کہ اپنے باپ کی قبر کی زیارت کرے اور اس کے پاس بیٹھ جائے مگر یہ کہ وہ اُنس کہتا ہے اس سے یہاں تک کہ وہ اٹھے۔

ابن ابی الدنیا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی اپنے آشنا کی قبر سے گزرے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اگر وہ اس کو سلام کرے تو وہ اس کا جواب بھی دیتا ہے۔ البتہ سبہوی کہتے ہیں کہ اس بارہ میں کافی احادیث وارد ہوتی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب ایک مومن عوام کی یہ حالت متحقق ہے تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تو کیا کہنا بازاری توفیق عمری الا بیان میں سلیمان بن سمیع سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ لوگ جو آپ کی زیارت کو آتے ہیں اور آپ پر سلام کرنے ہیں آپ ان کا سلام سنتے ہیں تو آپ نے فرمایا نَعَمْ ہاں دَارُكُمْ عَلَيْهُمْ میں ان کا جواب بھی عنایت فرماتا ہوں اور ابن نجار ابیہم بن بشیر سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایم حج میں زیارت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آیا جب میں قبر شریف پر پہنچا اور سلام کیا تو اندر سے میں نے سنا کہ فرماتے ہیں وَكَلَيْكَ السَّلَامُ اور اس طرح اولیا و صلحاء امت سے بہت ہی منقول ہے حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد وفات کے علماء میں اتفق ہے اس میں شک نہیں اور اسی طرح تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں ایک ایسی زندگانی سے جو حیات شہداء سے جو قرآن میں مذکور ہے کامل تر اور حقیقت تر ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو سید الشہداء ہیں اور شہدار کے اعمال آپ

کے میزان میں ہیں اور آپ نے فرمایا ہے کہ عَلِمْنِي بَعْدَ وَفَاتِي كَلِمَتِي فِي حَيَاتِي سَوَاءٌ لِي أَنْظِلَ الْمُنَادِي
 دابہ عدی فی الکابل۔ یعنی میرا علم میری وفات کے بعد میری زندگانی کے علم کی طرح ہے اور ابوہریرہ
 ثقات حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَسَلَّمَ الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
 کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں ادا فرماتے ہیں اور بیہقی انس بن مالک رضی اللہ
 عنہ سے روایت کہتے ہیں کہ الْأَنْبِيَاءُ لَا يُنْزَلُ فِي قُبُورِهِمْ بَعْدَ أَنْ يَبْعَثُوا كَلِمَةً وَلَكِنْهُمْ
 يُصَلُّونَ يَكُنْ يَدِي اللَّهِ حَتَّى يُنْفَخَ فِي الصُّورِ۔ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
 کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں ادا فرماتے ہیں اور بیہقی انس بن مالک رضی اللہ عنہ
 سے روایت کرتے ہیں کہ الْأَنْبِيَاءُ لَا يُنْزَلُ فِي قُبُورِهِمْ بَعْدَ أَنْ يَبْعَثُوا كَلِمَةً وَلَكِنْهُمْ يُصَلُّونَ
 يَكُنْ يَدِي اللَّهِ حَتَّى يُنْفَخَ فِي الصُّورِ انبیاء علیہم السلام کو اپنی قبروں میں چالیس رات کے بعد نہیں
 چھوڑا جاتا لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں نمازیں ادا فرماتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جہنم میں چھوٹا
 جائے بیہقی کہتے ہیں کہ اگر یہ صحت کو پہنچ جائے کہ یہ الفاظ حدیث کے ہیں تو مراد یہ ہے کہ حیات
 انبیاء علیہم السلام قبور میں ہمیشہ ہے لیکن چالیس روز و رات کی تعین میں ان کو نماز وغیرہ کی طاقت
 نہیں ملتی اور یہ بھی بیہقی کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات پر دلائل صحیحہ سے بہت واقع
 ہوئی ہیں اس ذکر کے بعد ایک حدیث جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موسیٰ
 علیہ السلام کی قبر شریف کے پاس سے گزرے اور آپ نے ان کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور اس
 کے سوا اور احادیث بھی ذکر کئے ہیں جن سے آپ کا انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملاقات کرنا اور ساتھ
 نماز پڑھنا ثابت ہوتا ہے اور بیہقی کہتے ہیں کہ ان سب حدیثوں کی بنا اس بات پر ہے کہ حق سبحانہ
 تعالیٰ انبیاء علیہم السلام پر بعد ان کی موت کے ارواح شریفہ کو مجسم و تیار ہے اور مثل شہیدوں کے
 یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں اس کے بعد صاعقہ نغمہ اولیٰ بحکم نص قرآنی فَصَعِقَ مَنْ فِي
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَمَّا رَأَوْا مَا هُوَ لَكُمْ فِي يَوْمِ ذَٰلِكَ کہتے ہیں کہ جو آسمانوں اور زمینوں کے درمیان ہیں
 بھی راہ پاسے گا اور یہ لازمی نہیں کہ وہ بھی ہر طرح سے موت ہے مگر یہ حالت اس معنی کو تسلیم
 کجگہ ہوش جانا رہے گا اور بعض کہتے ہیں کہ شہداء بحکم خداوند سبحانہ کہ فرماتا ہے إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ

کی قید لگا کر ان کو جدا کر لیا ہے نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ افضل ایام یوم جمعہ ہے۔ اس دن مجھ پر بہت درود شریف بھیجا کرو کہ تمہارا درود شریف مجھ پر پیش کیا جاتا ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح عرض ہوگا حالانکہ آپ بوسیدہ ہو گئے ہوں گے۔ آپ نے فرمایا حق سبحانہ و تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ اجساد انبیاء علیہم السلام کو کھائے اور تزار نے رجال صحیح سے روایت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر سیاہ فرشتے ہیں جو اعمال امت آپ کو پہنچاتے رہتے ہیں اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میری وفات بہتر ہے تمہارے لئے اس لئے کہ تمہارے اعمال مجھ پر عرض کئے جائیں گے جو اچھے ہوتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور جو بُرے ہیں تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔ استاد منصور بغدادی کہتے ہیں کہ متحقق متکلمین اس بات پر ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد وفات زندہ ہیں امت کی اطاعت سے سرور ہوتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے جسم مبارک قبر میں بوسیدہ نہیں ہوتے۔ بیہقی کتاب الاعتقاد میں کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے ارواح بعد قبض ہونے کے انہیں واپس لوٹا دیے جاتے ہیں اور یہ شہد ار کی طرح اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں کیونکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی ایک جماعت سے شب معراج کو اجتماع اور ملاقات فرمائی تھی اور صاحب تنخیص شافعیہ کہتے ہیں کہ جو مال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باقی رہ گیا ہے وہ آپ کی ملکیت میں باقی ہے جس طرح وہ آپ کی حالت حیات میں تھا وہ وراثت کے طور پر منتقل نہیں ہو سکتا جس طرح دوسرے اموات کا ہوتا ہے۔ اس کی سبیل یہ ہے کہ اس کو آپ کے خیال میں خرچ کیا جائے اس میں میراث کی تقسیم کا اعتبار ملحوظ نہیں اور اس کو آپ کے خصائص سے شمار کیا گیا ہے اور امام الحرمین نے اس قول کی تصحیح کی ہے کہ یہ موافق سیرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال چھوڑا تھا انتہی اور ان ائمہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ احکام دنیا بھی ثابت ہیں۔ پس ان حضرات سلام اللہ علیہم اجمعین حیات شہداء سے انحصار تحمل و اتم ہے چنانچہ مذہب مختار و منصور ہے اور کلام بیہقی بعض مواضع میں اس بات کی طرف بھی ناظر ہے کہ حیات انبیاء علیہم السلام مثل حیات شہداء ہے۔ اس سے مراد فقط تشبہ ہی ہے اصل حیات

میں اور جمیع خصوصیات میں رفع استبعاد نہیں اور جو کچھ بعض علماء نے اس مقام پر نزاع کیا ہے کہ مراد اس حیات سے وہ حیات ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے شہداء کے لئے فرمایا ہے **أَحْيَاوْا عِبَادَکُمْ لَعَلَّہُمْ یُذَرِّقُونَ** وارد نہیں کی جاسکتی کیونکہ شہید پر احکام موت مثل انقطاع ملک وغیرہ تو جاری ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ امام پر تعجب ہے خود تو کہتے ہیں کہ **مَا تَرَسُولُ اللہِ عَنْ کَذَا السَّنَةِ وَ مَا تَرَسُولُ اللہِ عَنْ کَذَا السَّنَةِ** کہ وصال پایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنی بیویاں چھوڑ کر اور آپ نے وصال فرمایا اپنی امت کے دس آدمیوں سے بہت راضی ہو کر جب آپ کی نسبت موت سے کی جاتی ہے تو پھر حیات کا واقعہ ہی کیا! امام زرکشی فرماتے ہیں کہ تعجب کا مقام ہی نہیں کیونکہ **مَا تَرَسُولُ اللہِ عَنْ کَذَا السَّنَةِ** آپ نے وصال فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرما دیا اور شہرستانی غایت الامام میں کہتے ہیں وہ امام الحرمین سے نقل فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں اور لوگ جو صلوة و سلام آپ پر بھیجتے ہیں آپ سنتے ہیں امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ شفاء السقام میں کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موت ہمیشہ کی نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ذائقہ موت واجراے سنت کے بعد آپ کو زندہ فرما دیا ہے اور انتقال ملک اس موت سے مشروط ہے جو ہمیشہ کی مویہ حیات شہیدوں کی حیات سے اعلیٰ و اکمل ہے اور اس کا ثبوت روح کے لئے بے اشتباہ ہے۔ رہا جسم مبارک احادیث سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد بوسیدہ نہیں ہوتے اور روح کا جسد کو لوٹ آنا بھی جمیع اموات کے لئے ثابت ہو چکا ہے اس میں شہید وغیرہ شہید کا سوال نہیں ہو سکتا کلام تو فقط روح کے پھر آنے کے بعد باقی رہنے میں ہے اسی طرح بدن اس سے پھر زندہ ہو جاتا ہے جیسے دنیا میں زندہ تھا یا بے جسم بے روح کہ زندہ قبل ہے اور یہ اس کی قدرت اور مشیت الہی پر منحصر ہے اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہ امر عادی ہے کہ زندگی روح کی ایک گونہ ملازم ہے یہ عقلی نہیں اس لئے عقل کے نزدیک یہ جائز ہے پس اگر اس پر کوئی دلیل سمعی صحت کو پہنچے تو اس کا اعتقاد واجب ہو جائیگا۔ علماء کا ایک گروہ اس کا قائل ہے اور اس کا اثبات کیا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر شریف میں نماز ادا کرنا اس کا مثبت ہے اس لئے کہ نماز بغیر بدن کے جوہری نہیں ہو سکتی جو محل حیات ہے اور اسی طرح جو صفات مذکور ہوئی ہیں معراج شریف کی رات کو اور انبیاء علیہم السلام کی طرف منسوب ہیں وہ سب

صفات جسم ہی کی ہیں انتہی نہیں جانتا چاہیے کہ تمام اہل سنت والجماعت اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ تمام موتی کو اور اکات مثل علم و سمیع وغیرہ حاصل ہے۔ یہ تمام بات امور اموات کو عموماً اور انبیاء علیہم السلام کو خصوصاً حاصل ہیں اور احادیث سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مردہ قبر میں پھر زندہ ہوتا ہے مگر یہ بات کسی حدیث میں بھی نہیں وارد ہوئی کہ خود حیات کے بعد دوسری بار پھر موت بھی آتی ہے بلکہ اسے نعیم قبر و عذاب کا ادراک تو قیام قیامت تک رہتا ہے اس میں قطعاً شک نہیں کہ ادراک بشرط حیات ہے لیکن کفایت کرتی ہے اس کے اجزاء سے کسی ایک جزو کو کہ جس سے اس کا جثہ قائم نہ ہو جس طرح کہ دنیا میں قائم تھا باوجود استغنائے خدا کے برائے حصول قوت و قعود عالم میں کیونکہ غذا اجسم کے ایک عادی ہے جس کا جسم محتاج و مشروط ہے لیکن حق تعالیٰ قادر ہے کہ اس کے بغیر بھی زندہ رکھے اور جسم کے لئے بعض کچھ ایسے احوال پیدا فرمائے کہ بدن اسی طرف توجہ بھی نہ کرے اور غذا کی احتیاج بھی نہ رہے یا بعض کیفیات بدن میں ایسے پیدا کر دے کہ جس کی وجہ سے غذا کی احتیاجی تک بھی نہ رہے جس طرح دنیا میں بعض احوال خوشی فرح و سرور یا غم و حزن کی وجہ سے آدمی کو مدت تک کھانے پینے کی احتیاجی نہیں پڑتی بلکہ یا تو تک بھی نہیں پڑتی۔ اگر یہ تسلیم بھی کیا جائے کہ حیات کھانے پینے سے ہوتی ہے تو دلیل حصر نہیں جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسا کھانے پینے کو حیات کا سبب بظہر ایا ہے اسی طرح اور اسباب بھی اس کے پاس ہوں کہ جن پر بقائے ابدان منوط ہو انشاء علیٰ کل شیء قدیر۔

قدوة المحققین کمال الدین بن الہمام رحمۃ اللہ علیہ مسایرہ میں فرماتے ہیں کہ اہل حق کے انفاق کے بعد کہ روح قبر میں اس قدر اعادہ کرتی ہے کہ جس سے مردہ نعیم و عذاب کو قبر میں ادراک کر سکتا ہے۔ بہت سے اشاعرہ و حنفیہ نے روح کے اعادہ میں تردید کیا ہے۔ روح و حیات کے تلازم کو منع کیا ہے اس کے علاوہ عادت الہی اس پر جاری رہی ہے کہ حیات کا بقا روح سے ہوتا ہے ورنہ دراصل امکان حیات و قدرت پروردگار عز و شانہ اجسام کے احیاء بلا قیام ارواح کے متعلق کوئی اختلاف نہیں۔ پس بعض علمائے حنفیہ اس امر کے قائل ہیں کہ جہد میں وضع روح ہوتی ہے اور بعض قائل ہیں کہ اتصال روح مٹی کے ساتھ ہوتا ہے اور روح مٹی کا جسم دونوں الم میں گرفتار ہوتے ہیں انتہی۔

فصل: جانتا چاہیے کہ حیات انبیاء علیہم السلام اور ان کی اس صفت کے ثبوت اور ترتیب آثار و

احکام میں کسی شخص کو علماء میں سے اختلاف نہیں ہے سوائے اس کے کہ آیا ان حضرات کا وجود اپنی قبور میں مستقر و قرار پذیر ہے یا کیونکہ بعض علماء نے استقرار کی بابت کلام کیا ہے چنانچہ شیخ علاء الدین قنوی جو علمائے شافعیہ کے محققین سے ہیں کہتے ہیں کہ جو کچھ مجھ پر ظاہر ہوا یہ ہے کہ اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور مقدس میں موجود زندہ ہیں ایسی حیات سے جو وفات سے پہلے تھی کچھ فرعی مسئلہ نہیں ہے کہ اس میں دلائل ظنیہ غیر قطعیہ کنفا کیا جاسکے اور عینی مشاہدوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ اس حضرات کی پہلی حیات رزاق پذیر ہو چکی ہے اور اس کے عود کے لئے کوئی دلیل قاطع و حجت ساطع درکار ہے کہ جس پر اعتقاد کیا جاسکے اور جس پر ہمارا اعتقاد ہے کہ یہ حضرات علیہم السلام پروردگار جل جلالہ کے ہاں عالم حیات میں ہیں ایک ایسی حیات سے جو متعارف حیات سے اہل و اثرت و اعلیٰ ہے اور ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفیق اعلیٰ کے ساتھ سمواتِ علما میں نزد سدرۃ المتقی عِنْدَ هَاجَةِ الْمَادِی میں موجود ہیں اور یہ حالت قبر شریف میں مقیم ہونے سے افضل و اکمل ہے اگرچہ مقتضائے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ مومن کی قبر تا حدنگاہ وسیع اور فراخ کر دی جاتی ہے مگر قبر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وسعت حد تو معلوم نہیں کی جاسکتی لیکن آپ کا جنت اعلیٰ میں رہنا کہ جس کا عرض سموات و ارض ہے اکمل و اعلیٰ ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو چالیس روز کے بعد اپنی قبر شریف میں نہیں چھوڑا جاتا اور یہ حضرات اپنے رب کے حضور میں تالیف صورت نماز پڑھتے رہتے ہیں اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ میں اپنے رب کے نزدیک گرامی تر ہوں اس بات سے کہ مجھے تین روز قبر میں چھوڑے۔ پس ظاہر ہوا کہ قطعیت انبیاء علیہم السلام کی قبور شریفہ میں زندہ موجود رہنے کی جیسا کہ پہلے حیات کے تھے معتذر ہے۔ مگر موسیٰ کا قبر میں نماز پڑھنا ہمیشہ قبر میں رہنے پر دلالت نہیں کرتا اور کیونکہ دلالت کرے حالانکہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اور دیگر انبیاء علیہم السلام سے آسمانوں میں ملاقات فرمائی تھی پس وجہ توفیق ان دونوں احادیث کی یہ ہے کہ یہ حضرات اس کے باوجود آسمانوں پر رہتے ہیں مگر کبھی کبھی اور جگہ بھی تشریف لے جاتے ہیں خواہ قبر جو خواہ کوئی اور مقام اس جگہ یہ لازم نہیں آتا کہ قبروں میں ہمیشہ رہتے ہیں یہی کچھ کلام قنوی ہے اس سے یہی

معلوم ہوتا ہے کہ قولوی کو انبیاء علیہم السلام کے قبور شریف میں موجود رہنے میں تردد ہے لیکن اصل مدعا ثبوت حیات ہے لیکن حیات نذر پروردگار عزہ اسمہ وسلم و مقرر ہے صرف اس وجہ سے کہ وہ دلیل قطعی کہ نص قرآن ہے سے ثابت ہے چنانچہ خود بعد از ابراہیم و کلام کہتے ہیں کہ دوسری قسم کی حیات کے اثبات میں جو اس حیات کی مغایرہ حیات متعارفہ ہے جو کھانے پینے پر موقوف نہیں کسی طرح کی نزاع و تردد کا باعث نہیں پس حاصل یہ ہوا کہ خلاف فقط صرف اس بات میں ہے کہ آیا ابدان شریفہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبور شریفہ میں ہمیشہ مقیم ہیں یا نہیں ؟ بعد از ثبوت اصل حیات جانین کے ہاں دلیل قطعی یا غیر قطعی بابت استمرار یا عدم استمرار کچھ بھی نہیں ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے ابدان شریفہ ہمیشہ قبور میں نہیں رہتے ان کی دلیل یہ دو حدیثیں ہیں ۱۔ اَلَا نَبِیَّاءُ لَا یَمُوتُوْنَ ۲۔ وَاَنَا اَلَمْ عَلِیَّ رَبِّیْ۔ الخ الحدیثیں اور فائلیں رہائش وجود مبارکہ انبیاء علیہم السلام بقبور شریفہ کی دلیل یہ دو حدیثیں ہیں ۱۔ اَلَا نَبِیَّاءُ اَحْیَاءُ فِیْ قُبُورِهِمْ یُصَلُّوْنَ اور دوسری سَأَلْتُ مُوسٰی مُخَلِّبًا۔ الخ مذکورہ ہیں بموجب اصول حدیث اِذَا اَتَمَرْنَا تَسَاقَطًا یعنی جب دو حدیثیں متعارض ہوں تو دونوں کو ساقط کر دیا جاتا ہے اس میں قطعاً شک نہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے اہماد مبارکہ کو قبور میں رکھا جانا معائن اور مشاہدہ ہے اور اصل اپنے حال میں باقی رہتا ہے اور اس وقت تک منتقل نہیں ہوا جب تک کہ اس کے خلاف دلیل قطعی ثابت و قائم نہ ہو اب یہاں حقیقت کوئی دلیل قائم نہیں ہوئی پس ثابت ہوا کہ جس حیات کی قطعیت ثابت ہوتی ہے وہ قبور میں ہوگی نہ سموات میں واللہ اعلم ! اور محققین اہل حدیث اور ان کے شراح اس بات پر ہیں کہ اَلَا نَبِیَّاءُ لَا یَمُوتُوْنَ وَكَذَٰلِكَ تَاٰکُمُ عَلِیَّ رَبِّیْ اِلٰی اٰخِرِهَا صَحیحہ کو نہیں پہنچی ہیں اور پایہ ثبوت تک نہیں پہنچی ہیں راویوں میں سے کوئی تو سو حفظ سے مطعون ہے

اور کوئی اس سے بھی زیادہ مطعون ہے اور اگر یہ حدیثیں صحیح بھی ہوں تو ان کی تاویل یہ ہے کہ مراد ترک سے عبادت سے بے شغل رہنا ہے اور بعد گزرنے مدت کے بھی قبر نبی میں مشغول نماز و طاعت حق تعالیٰ و تقدس میں ہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل میں آیا ہے کہ کوئی پیغمبر ایسا نہیں کہ بعد تین روز کے اپنی قبر سے اٹھایا نہ جائے سو اسے میرے کہیں

نے اپنے پروردگار تعالیٰ سے اپنی امت میں تاقیام قیامت رہنا مانگ لیا ہے تاکہ میری امت بحکم و ماکان اللہ مریعذہم و انت فیہم۔ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب اس وقت نہیں دے گا جب تک تو ان میں رہے۔ نزول بلا و حلول عذاب سے مامون و مصنون ہوں اور موجب سیاق اس حدیث کے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ استمرار و استقرار قبر میں بحقیقت حیات حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاصل ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کو اصل حیات عند اللہ تعالیٰ ثابت ہے جس پر سب کا اتفاق ہے۔ واللہ اعلم!

روایت ہے کہ باغیوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو محاصروں میں لیا۔ تو بعض اصحاب نے ان سے عرض کیا کہ ہمارے نزدیک مصلحت یہ ہے کہ آپ اہل شام سے جا بیٹے تاکہ اس بلاتے آپ کو نجات مل جائے۔ فرمایا میں سرگز سرگز روانہ رکھوں گا کہ اپنی دارالہجرت سے جدائی حاصل کروں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمسایگی کو چھوڑ دوں اور قضیہ سماع سعید بن المسیب ایام واقعہ حرمہ میں حجرہ شریفہ سے آواز آذان کی تین دن تک سنا مشہور ہے مگر وہ کہ قنوی نے جس کو تفصیل و ترجیح دی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہشت میں رہنا قبر مبارک کے رہنے سے افضل و اشرف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب ایک ادنیٰ مومن کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک پائے جاتی ہے تو ضروری ہے کہ قبر شریف سید المرسلین افضل ریاض الجنت ہوگی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصرف و نفوذ سے قبر شریف ایسی حالت پیدا ہوگی ہے کہ سموات و ارض اور جنات سے حجاب اٹھ گئے ہوں اس کے بغیر کہ آپ اس جگہ سے نقل فرمائیں کیونکہ امور آخرت و احوال برنسخ احوال دنیا پر قیاس نہیں کئے جاسکتے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر مبارک میں نماز پڑھنا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ملاحظہ فرمانا منقول ہے اور قنوی نے انہیں آسمان کا واقعہ بتلایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام باوجود اپنے استقرار پر سموات کے کبھی کبھی اپنی قبور شریفہ میں بھی انتقال فرماتے ہیں جو کوئی ان کے استقرار کا دعویٰ قبور میں ہونے کا کرتا ہے۔ اس کے عکس کی طرف جانا اور کہتا ہے کہ باوجود اپنے قبور میں برقرار رہنے کے بعض اوقات اپنی قوت نفوذ سے جو ان کو دی گئی ہے سموات پر بھی غرور کر جاتے ہیں یا یہ کہہ سکتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کو قبروں میں اپنے مرور کے وقت آسمانوں سے دیکھنا جس ترتیب سے مذکور ہے تو

اس صورت میں حال فاعل سے پڑا نہ معقول سے پس استقرار آسمان میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت ہے نہ صفت انبیاء علیہم السلام کی اگرچہ یہ تاویل خلاف ظاہر ہے اور شیخ ابن ابی حمزہ سبجہ میں کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انبیاء علیہم السلام کو شب معراج میں آسمانوں پر دیکھنا چند وجوہ پر ہے۔ اول یہ کہ ان کو آپ نے آسمانوں پر سے ان کی قبور میں دیکھا ہو اور جائز ہے کہ حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قسم کی قوت بصر عنایت فرمائی ہو۔ اس کے مطابق کہ آپ نے فرمایا سَأَيْتُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ فِي عَرْضِ هَذِهِ الْحَاطِطِ یعنی میں نے جنت اور نار کو اس حائط کے عرض میں دیکھا اور یہ دو وجہ کا احتمال رکھنا ہے۔ ایک تو یہ کہ جنت اور نار کو ایک ہی جگہ سے ملاحظہ فرمایا ہو جیسے کوئی کہے کہ سَأَيْتُ الْفَلَاحَ مِنْ مَنْزِلِي مِنَ الطَّاقِ وَالْمَرَادُ مَوْضِعُ الطَّاقِ یعنی دیکھا میں نے بلال کو اپنی منزل کے طاق سے۔ دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے صورت جنت و نار عرض حائط میں متشکل کر دی ہو اور قدرت دونوں کی صلاحیت رکھتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جائز ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو نہ دیکھا ہو بلکہ ان کے ارواح کو ان ہی کی شکل میں دیکھا ہو۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ قادر مطلق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کی خاطر انبیاء علیہم السلام کو قبروں سے اٹھا کر آسمانوں پر لے گیا تھا ان کی حیثیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اشارت و انس حاصل ہو یا کوئی اور امر منظور ہو کہ ہم کو اس پر اطلاع نہیں یہ ساری وجہیں محتمل ہیں اور ان میں سے کسی کو دوسری پر ترجیح نہیں اور قدرت کاملہ کل کی صلاحیت رکھتی ہے انتہی۔ اور جو کچھ دلائل و واقعات وجود اقدس سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبر مبارک میں رونق افروز ہونے پر دلالت کرتے ہیں ان میں سے ایک واقعہ سلطان سعید نور الدین شہید کا واقعہ ہے جو ۷۵۵ھ کو واقع ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ایک رات خواب میں تین بار خبر دی کہ چند ایک نصرانی آپ کی قبر شریف کی بابت تسویر جمیعت کئے ہوئے ہیں اور اس کا ہزار آدمیوں کے ساتھ مدینہ طیبہ کو پہنچنا اور دونوں ملعونوں کو گرفتار کرنا اور پھر ان کو بلوا دینا اور پھر حجرہ شریف کے ارد گرد خندق کھدوانا اور پھر اس کو سیسے سے پانی نیک بھر دینا وغیرہ وغیرہ جس کا ذکر مفصل ہم نے درمیان فضائل مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیان کیا ہے اس قصہ کو جمیع مؤرخان مدینہ منورہ مثلاً شیخ جمال الدین مغلری و محمد الدین فرید آبادی

و غیر علماء نے ذکر کیا اور تصحیح کی ہے۔ امام عبد اللہ یافعی سلطان مذکور کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ وہ بعض عرفائے شیوخ سے تھے۔ بعض نے کہا کہ سلطان نور الدین چالیں اُولیا اور اس کا صلاح الدین تین سو میں سے شمار کیا گیا ہے۔ ابن اثیر کہتے ہیں کہ میں نے تواریخ ملوک کو متبع کر کے دیکھا تو خلفائے راشدین اور عمر بن عبد العزیز رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد بادشاہ سلطان نور الدین کے برابر کسی کو نیک سیرت نہیں پایا اور ہمیں تعجب ہے کہ اس کے ترجمہ میں اس کے قصہ کو ابن اثیر نے ذکر کیوں نہ کیا۔ واللہ اعلم!

جاننا چاہیے کہ علامہ قنوی بعد تردد وجود انبیاء و رقبور کے کہا ہے کہ یہ گمان نہیں کر چاہیے کہ ان حضرات کی توجہ اپنی قبور مقدسہ سے منقطع ہو چکی ہے اور ان کا تعلق ابدان سے مرفوع ہو چکا ہے بلکہ ان کے اور ان کی قبور شریفہ کے درمیان ایک ایسا خاصہ تعلق ہمیشہ کے لئے ثابت ہے کہ اتنا دوسرے مقامات میں ثابت نہیں اور اسی طرح تمام قبور مومنین اور ان کے ارواح کے درمیان ایک خاص نسبت ہمیشہ قائم ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے ناسہ کو پہچان لیتے ہیں اور جواب سلام دیتے ہیں جس کی دلیل تمام اوقات میں زیارت کا استحباب مذکور ہے اس کے بعد بہت احادیث نقل کر کے کہتے ہیں کہ یہ سب احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مروں کو ادراک سمع حاصل ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ سمع ایک ایسی صفت ہے جو مشروط بحیات ہے پس تمام مَرُودے زندہ ہیں لیکن ان کی حیات حیات شہدار سے کم ہے اور حیات شہدار سے حیات انبیاء علیہم السلام کامل تر ہے اس بارہ میں تحقیق و مختار جمہور علماء روپی ہے جو تاج الدین سبکی نے نقل کی ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال والیہ المرجع و مال!

جب سلسلہ کلام و تحقیق اس مرام حقیقت نظام یہاں تک پہنچا تو بعض حدیثات کے متعلق
فصل جو موجب تکمیل و تتمیم مقصود تھے ان کی تشریح لازمی سمجھتے ہوئے تفصیلاً و اجمالاً
 پیش کرنا موزوں خیال کرتا ہوں۔

بحث اول۔ بابت حدیث: **اَلَا سَدَّ اِلَهُ عَلٰی سُرُوحِی**۔ یہ عقیدہ بڑا مشہور ہے کہ جب کوئی امتی آپ پر سلام عرض کرتا ہے تو آپ کی رُوح پاک صرف جواب کے لئے جسم پاک میں لوٹ آتی ہے اور پھر اس سے حیات دَام اور ہمیشگی ثابت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ اگر حیات

دائم و مستمر ہوتی تو سلام کے وقت لوٹ آنے روح مبارک کے کچھ معنے نہ ہوں گے کیونکہ اس کے معنی یہی ہیں کہ سلام کے وقت روح مبارک لوٹ آتی ہے جو حادثہ برد سلام ہے جو اب اس اشکال کا جواب علماء نے کئی طرح سے دیا ہے چنانچہ پہلا جواب یہ ہے کہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ تو تعالیٰ میری روح کو مجھ پر پھیر لایا کہ میں رد سلام کروں اور بعض طلباء بسبب رعایت قواعد نحو کرتے ہیں جس کا حاصل لزوم اقتران حال ہے زمان فعل کے ساتھ اس وقت کہ وہ اس بات کی کلام چاہتا ہے کہ رد سلام اور اعادہ آپ کی روح مبارک امتی کے سلام کے وقت سے مقارن ہو اس کے پہلے نہ ہو۔ یہ محل مناقشہ و گفتگو ہے و فیہ وافیہ !

دوسرا جواب یہ ہے کہ رد روح سے مراد روح حسی نہیں جس کا سر بیان قالب میت میں ہو بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ روح اقدس و اطہر شہود و حضور حق جل و علی سے متوجہ اس عالم کی طرف ہوتی ہے اور عرض کنندہ سلام کو افاضت و ادراک کرتی ہے۔ یہ جواب بالکل آسان ہے یعنی روح شریفہ راز کی طرف التفات معنوی فرما کر اس کا رد سلام فرماتی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ کلام اہل ظاہر کی مقدار پر خطاب ہے کہ موتی کو بے رد روح تفہیم و تعارف ممکن و متصور نہیں خلاصہ کلام صرف کنایہ سماع ہی ہے مگر اس کا اتم و اکمل جواب یہ ہے کہ اگر روح کو ظاہر پر بھی عمل کریں تو اس کا بقا قالب شریف میں اتم و مستمر ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ جب اقل شخص کے سلام کے وقت روح پُر فتوح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدن شریف میں مرسل اور رجوع کناں ہوئی تو اس کے متعلق قبض ہونے کا اعتقاد رکھنا بغیر دلیل کے ثابت و مقول نہیں ہو سکتا ورنہ بے حساب موتوں کا لگاتار واقع ہونا لازم آئے گا جس کا کوئی فرد بشر بھی قائل نہیں حالانکہ کوئی ساعت ایسی نہیں کہ کوئی نہ کوئی آپ کا امتی آپ پر سلام نہ بھیجتا ہو پس اس صورت میں بھی دائم حیات و دائم رد سلام ثابت ہوا اور شیخ مجدد الدین شیرازی کہتے ہیں کہ قول مبارک سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حرف استعلاء کا آنا اس کی دلیل ہے کہ آپ پر نزول و رد بدرجہ و بشبوت ہوتی و انانیت ہے۔ پس گویا روح عبارت ہے کسی خاص وضع کے پیدا ہونے اصل وجود حیات کے ساتھ کہ اگر یہ کہیں کہ مُردہ مُردی فی جسدی تو البتہ ہمیشہ زندہ نہ رہنے کا تو ہم ہوتا فافہم !

دوسری بحث۔ کہتے ہیں کہ اس کے کیا معنی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھنے ہوئے دیکھا اور ایسے ہی اور انبیاء علیہم السلام کو شبِ معراج میں اور حضرت موسیٰ اور حضرت یونس علیہما السلام کو حج کے واسطے آتے اور لٹیک پکارتے دیکھا ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ گویا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ ثنیہ سے اترتے اور لٹیک کہتے ہیں اور اسی طرح فرمانا کہ گویا میں یحییٰ کو دیکھ رہا ہوں کہ یونس علیہ السلام لٹیک کہہ رہے ہیں حالانکہ نماز و حج وغیرہ عبادات اعمال دنیا سے ہیں جو امتحان اور تکلیف کا گھر ہے آخرت میں تو کسی قسم کی تکلیف امر و نہی ہی نہیں علماء نے اس کے جواب بھی چند وجہ پر دیئے ہیں۔

پہلی وجہ۔ کہ اس جگہ صلوٰۃ یعنی ذکر و دعا کے ہیں جو اعمال آخرت سے ہیں۔

دوسری وجہ۔ یہ کہ انبیاء علیہم السلام شہداء سے افضل ہیں اور شہداء خدا کے نزدیک فناء ہیں پس اگر حج کریں تو بعید نہیں ہوگا۔

تیسری وجہ۔ یہ ہے کہ یہ حالات ان کی زندگی کے وقت کے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھائے گئے۔ اس وجہ سے آپ نے فرمایا کَافِيَ اَنْظُرُ اِلَى مُوسٰی کَافِيَ اَنْظُرُ اِلَى یُوْنُسَ گویا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتا ہوں گویا میں یونس علیہ السلام کو دیکھتا ہوں بعض کہتے ہیں کہ عالم برزخ میں بھی جریان و انسحاب احکام دنیا ثابت ہیں جو زیادت و کثرت اجر کو منافی نہیں اعمال کا منقطع ہونا تو روز قیامت کے ساتھ خاص ہے اور آخرت میں بھی صرف انقطاع امتحان و تکلیف ہے نہ مطلق عمل اور اگر عمل بے ثبوت تکلیف و مجاہدہ پر سبیل تکرار و تکرار موسیٰ تنوع حاصل ہو تو مانع نہیں چنانچہ حدیث میں ہے کہ سیدہ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقت شفاعت سجدہ کریں گے اور سجدہ کا مغلی سوائے عبادت و عمل کے کیا ہو سکتا ہے اب تمہیں جانتا چاہیے کہ معنی تشبہ کَافِيَ اَنْظُرُ کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ روئے خواب ہے جس طرح حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بَیِّنَا اَنَا نَا لِحَرِّ سَاِیْدِنَا اَطْلُوْنَا بِالْکَعْبَةِ یعنی میں سوتے ہیں دیکھتا ہوں کہ میں طواف کعبہ کر رہا ہوں روایت خواب بھی دیکھنے کا حکم کہتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اخبار ان چیزوں سے ہیں جو احوال انبیاء

علیہم السلام بذریعہ وحی آپ پر ظاہر ہوئے ہیں جن کو آپ نے بوجہ کمال یقین کے مشاہدہ کا حکم دے کر رویت اور نظر سے تعبیر فرمایا ہے۔

شیخ علاؤ الدین قنوی کہتے ہیں کہ

بعید نہیں کہ ارواح مقدسہ انبیاء علیہم السلام بعد از مفارقت اہلن شریفین منزہ ملائکہ کرام ہیں بلکہ اُن سے بھی افضل اور جس طرح ملائکہ مختلف صورتوں میں متمثل ہو جاتے ہیں اسی طرح جائز ہے کہ ارواح انبیاء علیہم السلام بھی متمثل ہو جائیں اور ممکن ہے کہ یہ تصرف بعض خواص بندگان کو حالت حیات میں بھی ہو اور ایک رُوح چند بدنوں میں سوائے بدن معبود کے متصرف ہو۔

چنانچہ بعض محققین حقیقت اہلان میں لکھتے ہیں کہ

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک کسی جگہ جاتا ہے پھر دوسری جگہ بھی اور پہلی جگہ اس کے بدل اس کی شیخ و مثال رہتی ہے۔

اور صوفیہ قدس اللہ اسرارہم درمیان عالم اجساد اور عالم ارواح کے ایک اور عالم متوسط ثابت کرتے ہیں اس کا نام عالم مثال رکھتے ہیں وہ اس عالم کو عالم اجساد سے لطیف تر اور عالم ارواح سے کشیف تر کہتے ہیں۔

ارواح کا مختلف صورتوں میں ظاہر ہونا اور حضرت جبریل علیہ السلام کا حضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں بصورت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ اور حضرت مریم علیہ السلام کو بصورت بشر سوی الخلق بھی اسی عالم مثال پر ہے۔

اسی بنا پر جائز ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام باوجود اس بات کے کہ چھٹے آسمان پر مستقر ہوں اپنی قبر شریف میں بصورت مثال متمثل ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں جگہوں پر ان کو مشاہدہ فرمایا ہو۔ مثال عالم کے ثبوت کے بعد بہت سے مسائل کا جواب نکل آتا ہے اور بہت سے اشکالات مثل بیان وسعت جنت اور اس کے ملاحظہ فرمانے کے عرض حاطط میں مثلاً منحل ہو جاتے ہیں انتہی کلام الشیخ اور حقیقت یہ ہے کہ تحقیق سلسلہ حیات انبیاء علیہم السلام اور غیر انبیاء کی موقوف ہے اس عالم کے سمجھنے پر اور تحقیق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے دیکھنے کی حضرت موسیٰ اور حضرت یونس علیہما السلام کو اس شخص کو حاصل ہو سکتی ہے جو روحانیت کے زمان و مکان کو سمجھے اور تمیز و فرق کرے۔ ان زمان اور مکان میں فرق کرے اور درمیان زمان و مکان جہانیاں کے جیسا کہ بعض محققین صوفیہ نے کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس عالم میں زمانہ طرف ماضی و مستقبل و حال پر منقسم نہیں ہے اور یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں ہونا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دریائے نیل کو عبور کرنا اور حالت وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ہی ہے۔ حالت رویت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء علیہم السلام کو قصد حج میں لبتیک پکارتے کی حالت وہی ہے کہ انہوں نے اپنی حیات میں قصد حج کیا تھا اور لبتیک کہا تھا یہ بھی وہی حالت ہے اس کا پہچانا اعلیٰ و ارفع ہے۔ اس سے کہ ان کی تمثیل کے قائل ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ان کی صورت مثالیہ میں ملاحظہ فرمایا اور چونکہ ان مباحث میں طوالت کرنا اصل بحث سے دور ہونا ہے۔ اس لئے اتنے پر اختصار لازم ہوا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَعَلَيْهِ اَسْتَكْمِلُ

پندرہواں باب

حکم زیارت قبر مکرم سید المرسلین از وجوب و استحباب و قصد
سلف دریافت سعادت و تشریف بکناب و توسل و استمداد
حضرت منقبت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں

زیارت حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باجماع علمائے دین قول و فعلاً سب مستنون سے افضل اور جمیع مستحبات سے زیادہ مؤکد ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زیارت قبر اطہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنت مجمع علیہا ہے اور ایک ایسی فضیلت ہے جس میں سب کی رغبت ہے۔ بعض علمائے مالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ اس کو واجب کہتے ہیں اور دوسرے اس قول کی تاویل سنن واجبہ سے کرتے ہیں گویا سنن واجبہ کہنے سے مراد

سنت مؤکدہ ہے۔ کافی تاکید سے اور اکثر علماء اس بات پر ہیں کہ بعد اوائسے حج فرض زیارت سنت ہے۔ قاضی حسین جو مشاہیر ائمہ شافعیہ سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب حج سے فارغ ہو چکے تو چاہئے کہ ملتزم کے پاس جا کر ٹھہرے اور دعا کرے اس کے مدینہ منورہ کو آئے اور زیارت سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہو۔

قاضی ابوطالب کہتے ہیں کہ حج اور عمرہ کے بعد یہ مستحب ہے کہ قصد زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرے اور حسن بن زیاد حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے روایت کرتے ہیں کہ حاجی کے لئے احسن بات یہ ہے کہ پہلے مکہ آئے مناسک حج بجالائے۔ اس کے بعد مدینہ طیبہ آئے اور زیارت سے مشرف ہو اور زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک سارے مندوبات سے افضل اور سارے مستحبات سے مؤکد قریب بدرجہ واجبات ہے۔ اور چاروں مذاہب کے علماء حج کے مقدم کرنے کی تصریح کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اگر مدینہ منورہ حج کی راہ میں پڑے تو اولیٰ یہ ہے کہ پہلے مدینہ منورہ کی زیارت کرے اور اس کے بعد حج کو جائے بعض سلف باوجود اس بات کے راہ حج مدینہ منورہ کی طرف نہ ہو تو بھی زیارت مدینہ منورہ کو مقدم رکھتے ہیں اور لوازم وقت سے شمار کرتے ہیں اور بالجمہ بعض تابعین کو قصد مکہ معطلہ پر زیارت مدینہ منورہ کو مقدم کرنے میں کسی قسم کا خلاف نہیں ہے اور تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی فضیلت کو باصول اربعہ شرع بیان کیا ہے۔ مگر کتاب اللہ میں حق تعالیٰ کے قول سے وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ الْخ یعنی اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں اور آئیں تیرے پاس اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کہا کہ یہ آیت دلالت ترغیب حاضری نگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کرتی ہے اور اس بات کی ترغیب پر کہ آستانہ عالیہ پر حاضر ہو کر سوال مغفرت کریں اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استغفار مانگیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ رتبہ عظیم ہے جو مطلق ہونے والا نہیں۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت حیات و ممات برابر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی امت کے لئے استغفار فرمانے کا ثبوت بعد از موت بذریعہ عرض ملائکہ اعمال شان بحضور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے چنانچہ ہم بتفصیل پہلے بیان کر چکے ہیں اور آپ کے کمال حجت سے جو حال امت پر مبذول ہے امید ہے کہ آستانہ شریف

سے سنا ہے۔ وَكَوَانَهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ فَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ
الرَّسُولُ فَجَعَلَهُ اللَّهُ تَوْبَةً رَحِيمًا اور میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور آپ کی جناب میں
آیا ہوں کہ آپ میرے واسطے استغفار فرمائیں قبر مبارک سے آواز آئی هَذَا غَفَرَ لَكَ تحقیق تیرے
گناہ بخش دیئے گئے ہیں۔ مگر وارد ہونا سنت کا زیارت کے باب میں وہ حدیث ہے جو باب فضیلت
زیارت میں مذکور ہو چکی ہے۔ اس کے ساتھ ہر سنت صحیحہ متفق علیہا جو زیارت قبور کے باب میں وارد
ہوئی ہے زیارت قبر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باب ثبوت استنباب میں کافی ہے
کیونکہ قبر سید المرسلین سید القبور ہے اس کی زیارت بھی بطریق اولیٰ مستحب ہوگی اور اجمالاً امت
فضیلت و احباب زیارت قبر شریف بھی مذکور ہو چکا ہے لیکن اختلاف عورتوں کے بارہ میں ہے بعض
کہتے ہیں کہ زیارت قبور عورتوں کو جائز نہیں ہے اس وجہ سے کہ اس بارہ میں منی وارد ہو چکی ہے اور
صحیح یہ ہے کہ زیارت آنسور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و صاحبین رضوان اللہ علیہما مستحب ہے مردوں
اور عورتوں کے لئے عموماً اور زیارت ان قبور شریفہ کی نہیں سے مستثنیٰ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ پہلی
منی بذریعہ حدیث لَفَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ الْحَدِيثِ مَسْخُوحٍ ہو چکی ہے اور سنہوری کہ متأخرین
آئمہ شافعیہ سے ہے وہ اولیاء اور صاحبین کے قبور کو بھی اس حکم میں داخل کرتے ہیں اور ثبوت
زیارت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کا شہدائے اُحد کو اور تشریف سے جانا ان کا سید الشہداء رضی اللہ
عنہ کی زیارت کو بعد چند روز کے جیسا کہ باب فصل یقیع میں مذکور ہو چکا ہے اور وارد ہونا روایت
کا اس مضمون میں کہ حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق
رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کی مکہ معظمہ میں زیارت کی مؤید قول سنہوری ہے۔ واللہ اعلم!

اب راہ قیاس کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبور یقیع اور شہدائے اُحد کی زیارت کو
تشریف لے جاتے تھے پس حبیب دوسروں کی زیارت قبور مستحب ہوئی تو زیارت قبر مبارک
سلطان زمین و زمان سرور کون و مکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما تعاقب الملون و ما وراء القرآن بطریق
اولیٰ مندوب و مستحب ہوگی اور بعض علما نے کہا ہے کہ زیارت قبور سے مقصود فقط مذکرہ آخرت
ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے رُزُّوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تَذْكُرُوا الْآخِرَةَ۔ یعنی تم قبور کی زیارت
کرو کہ اس سے تمہیں آخرت یاد رہے گی مگر کبھی زیارت سے مقصود دعا و استغفار بھی ہوتا ہے۔

برائے اہل قبور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل بقیع کے لئے تشریف لے گئے تھے اور کبھی اس قبور سے نفع حاصل کرنے کی غرض سے بھی زیارت قبور ہوتی ہے چنانچہ زیارات قبور صالحین اور کافی آثار اس میں ثابت ہیں۔ امام حجۃ الاسلام کہتے ہیں کہ جس کسی سے اس کی حالت حیات میں نفع اٹھاویں اس سے اس کے مرنے کے بعد بھی تبرک و انتفاع لیں۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ قبر شریف حضرت امام موسیٰ کاظم سلام اللہ علیہ قبولیت دعا کے واسطے تریاقی اعظم ہے اور بعض مشائخ نے کہا ہے کہ میں نے چار آدمیوں کو اولیائے کرام سے پایا کہ اپنی قبور کے اندر ویسا تصرف رکھتے ہیں جیسا کہ حالت حیات میں رکھتے تھے یا اس سے بھی زیادہ۔ ایک حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ دوسرے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور دواؤں کے شیخ ذکر کئے ہیں اور بعض علماء نے قبور سے استمداد کرنے میں اختلاف کیا ہے جیسا کہ کمال الدین بن ہمام نقل کرتے ہیں واللہ اعلم۔ ابو محمد مالکی کہتے ہیں کہ سوائے مزار اقدس حضرت پیدارسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور مزارات جمیع انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے اور قبور سے انتفاع کرنا بدعت ہے۔ امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس سے بعض قبور شریفہ انبیاء علیہم السلام کو مستثنیٰ کرنا تو صحیح ہے مگر اور قبور کے ساتھ قصد انتفاع کو بدعت کہہ دینا محل نظر ہے اور کبھی زیارت قبور برائے ادائیگی حق اہل قبور بھی ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بہت مانوس حالت میت اس وقت ہے جبکہ کوئی اس کے آشتاؤں میں سے اس کی قبر کی زیارت کو آوے اور اس باب میں بہت احادیث آئی ہیں۔ حدیث مرفوعہ میں آیا ہے کہ مَنْ رَأَى قَبْرًا كَوْنِهِ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ اَوْ اَحَدِهَا كُنْتُ بَارًا اِنْ كَانَ فِي الدُّنْيَا مَا قَبْلَ ذَٰلِكَ بِهَمًّا عَاقِلًا یعنی جو شخص ہر جمعہ کو اپنے دل باپ یا ان میں سے کسی ایک کی زیارت کرے۔ تو وہ والدین کے ساتھ نیکی کرنے والا بکھا جائے گا اگرچہ وہ اس سے پہلے ان کا نافرمان ہی کیوں نہ ہو مگر قبر مبارک سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تو یہ سب باتیں و معافی مذکورہ ماضی ہیں۔ حضرت امام مالک سے نقل ہے کہ وہ اس جمعہ کو کہ شَرِّ ذُنَا قَبْرِ النَّبِيِّ کہ ہم نے قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی! کو مکروہ سمجھتے تھے اور اس کی کراہت کی بابت اختلاف ہے۔ عبدالحق مصطفیٰ کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ زیارت ایک ایسا فعل ہے کہ جس کا کرنا اور نہ کرنا برابر ہے اور زیارت قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واجب ہے اور مختار قاضی

عیاض مائیک کے نزدیک یہ ہے کہ اہمیت بوجہ اضافت زیارت لفظ قبر ہے۔ اگر یہ کہا جائے
 النَّبِيُّ یعنی ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تو کوئی کہہ سکتا نہیں بحديث اللہ
 لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنًا لِّعِبَادِي شَتَّى غَضَبَ الْمَلِكِ عَلَى قَوْمٍ أَخَذُوا قُبُورَ آبَائِهِمْ
 مَسَاجِدًا یعنی اے اللہ تو میری قبر شریف کو بت نہ بنانا کہ پوجی جائے اللہ کا سخت عذاب اس
 قوم پر جنہوں نے قبور انبیاء علیہم السلام کو مسجد بنا لیا اور اصل زیارت اگرچہ اس قبیل سے نہیں
 لیکن اس سے زبان کو نگاہ رکھنا اچھا ہے جیسا کہ طریقہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے لیکن
 لفظ قبر کا حدیث میں وارد ہونا اس بات کا منافی ہے امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شاید یہ
 حدیث حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو نہ پہنچی ہوگی یا خود مختار قبور غیر نبی میں ہوگا اور ابن رشد
 امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر کوئی کہے کہ میں سُرْتُ النَّبِيَّ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو بھی میں کہہ رہا ہوں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے اعظم و ارفع ہیں
 کہ ان کی زیارت کی جائے اور یہ بھی ابن رشد کہتے ہیں کہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ کثرت استعمال لفظ
 زیارت کا اموات میں ہوتا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ تھے میں ہر زندہ سے سوائے
 اپنے خدا کے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ زیارت اکثر و اغلب اوقات اموات کو نفع پہنچانے کی غرض
 سے ہوتی ہے مگر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ایسی نہیں بہر تقدیر منع اور کراہت باعتبار
 ظاہر و رعایت لفظ کے ہے اور دوسرے کے نزدیک منہا عدم کراہت ہے اور یہی ظاہر ہے۔

جب استنباب و فضیلت زیارت قبر شریف کی مشروعیت ثابت ہوگئی تو بضرر زیارت
فصل سفر اختیار کرنا اور بصورت حال قافلہ جات اس سعادت عظمیٰ کو حاصل کرنا بھی خود
 ثابت ہو گیا اور بھت نجوم و دلائل اور اس کے افادہ میں استواء قرب و بعد بھی شامل ہو چکا مگر
 حدیث لَا تَشَدُّوْا رِحَالَكُمْ اِلَّا اِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ یعنی نہ سفر اختیار کرو سوائے تین مساجد
 کے منع ثابت ہوتا ہے چنانچہ بموجب قاعدہ نحو مستثنیٰ مفرع میں مستثنیٰ کی جنس سے ہونا لازمی
 ہے پس مطلق سفر کی ممانعت سوائے ان سے مساجد کے لازم نہیں آتی۔ اور منع بھی کیسے ہو جیکہ
 سفر براے حج، جہاد، ہجرت از دار کفر تجارت اور دیگر تمام مصالح دنیوی کے لئے سفر جائز
 اور مشروع باتفاق ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصود اس سے یہ ہے

کہ ان مساجد ثلاثہ یعنی مسجد حرام و مسجد النبی و مسجد اقصیٰ میں قربت مقصودہ حاصل ہے اور ان کے علاوہ میں نہیں۔ اس لئے کہ قصد زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متکرم زیارت قصد آپ کی مسجد شریف کی ہوئی کہ جس کی مجاورت سے مقصود تبرک و روضہ اقدس بھی حاصل ہو جائیگا جس طرح انجناب کی حالت حیات میں ادراک سعادت و خدمت کے لئے قصد سفر کرتے ہیں۔ نہ صرف تعظیم بقعہ مبارک کیلئے۔ بعض کہتے ہیں کہ منع تشدد حال بغیر مساجد ثلاثہ صرف بغرض اعتقاد تعظیم و فضیلت و زیادتی ثواب کے اظہار کے لئے ہے جو ان مساجد میں ہے ورنہ اس کے بغیر کوئی منع اور کراہت نہیں ہے اور جو مقامات ان مساجد فاصلہ کے شہروں کے قریب ہیں وہاں مسجد قبا پر قیاس کر کے پیادہ و سوار جانا درست ہے کیونکہ تشدد حال چاہتا دور دراز جانے کو جیسا کہ بعض علماء نے کہا ہے اور جبہور علماء اس بات پر ہیں کہ نذر بغیر مساجد ثلاثہ کے جائز نہیں ہے۔ بعض مطلقاً جائز رکھتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ اگر بغیر تشدد حال کے جائز ہے ورنہ نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے لوگوں نے پوچھا کہ ایک آدمی نے نذر مانی ہے کہ وہ مسجد قبا کو چلے گا۔ آپ نے فرمایا اس کا پورا کرنا اس پر لازمی ہے اور درود و فضائل مسجد قبا سے یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ یہ مسجد بھی مسجد ثلاثہ کے حکم میں ہوگی۔ تشدد حال وغیرہ میں کیونکہ وارد ہوا ہے کہ اس کی نماز عمرہ کے برابر ہے اور اس کی دو رکعت ہزار رکعت سے افضل ہے مسجد اقصیٰ میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی طرف پیدل یا سوار ہو کر تشریف لے جاتے تھے اور قول حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر یہ مسجد کسی کنارہ زمین پر واقع ہوئی تو اس کے طلب میں کس قدر اونٹ کیوں نہ ہلاک ہوتے۔ ہم زیارت اس کی ضرور کرتے۔ یہ بھی گمان ہو سکتا ہے کہ یہ مسجد بھی حکم مساجد ثلاثہ میں ہوگی اور حکم تشدد حال و ارتکاب سفر و قصد تبرک غالباً اس کا علم ذکر ان مساجد کے ساتھ بوجہ اتقا فضیلت مذکورہ کے ہے یا بوجہ قرب مدینہ طیبہ کے ہے۔ واللہ اعلم۔

جاننا چاہیے کہ وجوب و فائدہ زیارت حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوئی اختلاف نہیں۔ آپ کی زیارت مبارکہ کے سوا باقی سب کے زیارات نذر کی بابت اختلاف ہے اور علمائے سلف سے مسافرت اختیار کر کے حضرت سید الکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنا بہت کچھ ثابت ہے۔ ان سب واقعات سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ مؤذن کی آمد

عہد خلافت فاروقی میں شام کی جانب سے مدینہ طیبہ میں ثابت ہے۔ ابن عساکر ابی الدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ بلال رضی اللہ عنہ یہ کس قدر ظلم ہے کہ تو ہماری زیارت کو نہیں آتا۔ بلال رضی اللہ عنہ اسی وقت بیدار ہوئے اور اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ منورہ کے قصد سے چل پڑے جب قبر شریف پر پہنچے تو بہت روئے اور نیاز کے طور پر اپنا چہرہ خاک پر رگڑا اور حسن و حسین رضوان اللہ علیہما کو حجرہ سے آتے ہوئے دیکھ کر انہیں اپنی کنار میں لے لیا اور ان کے سروں اور چہروں کو بوسہ دیا۔ اور ابھی حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو وصال ملنے متواتر اعز نہ گذر تھا۔ لوگ چاہتے تھے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اذان سنیں۔ وہ کہنے لگے اگر حسن و حسین رضی اللہ عنہما اسے اذان کے لئے فرمائیں تو اُسے کوئی عذر نہیں ہوگا۔ ورنہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کے لئے اذان نہیں کتے۔ لہذا جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت بلال سے اذان کہلوانا چاہا تو اس نے جواب دیا کہ اے ابو بکر آپ نے مجھے دولت سے خرید لیا تھا اور خدا کی راہ میں آزاد کیا تھا۔ آیا یہ کام آپ نے اپنی ذات کے لئے کیا تھا یا خدا کے لئے۔ آپ نے فرمایا میں نے خدا کے لئے کیا تھا اس نے کہا اب بھی خدا کے لئے اس خیال سے باز آئیے اور کرم فرمائیے تاکہ میں اپنے حال میں ہوں مجھے اب ملاقت نہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی دوسرے کے لئے اذان کہوں پس وہ شام کو چلا گیا اور اس جگہ سے زیارت کے قصد آیا تھا۔ الغرض جب حضرت امام حسن و حسین علیہما السلام نے انہیں اذان کے لئے فرمایا تو وہ سطح مسجد پر اس جگہ کھڑے ہوئے جس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت کھڑے ہوتے تھے کہا اَللّٰهُمَّ اَکْبِرُ اَللّٰهُمَّ اَکْبِرُ آدمیوں میں شور مچ گیا گویا تمام مدینہ جنبش میں آگیا۔ جب کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَللّٰهُ تو اور زیادہ تیز لڑل ہو گیا۔ اور گریہ وزاری لوگوں کی شدید تر ہو گئی۔ پھر جب اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ کہا تو ایک اور ہی قیامت قائم ہو گئی اور کوئی مرد و عورت چھوٹا بڑا مدینہ طیبہ میں ایسا نہ رہا جو باجرہ اگر گریہ وزاری نہ کر رہا ہو گویا روز وصال سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر تازہ ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ حضرت بلال کمال رنج و غم و افسردگی کے عالم میں اذان تمام نہ کر سکے اور نیچے

اُتر آئے۔ کہتے ہیں کہ جب امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے شام کو فتح کیا اور ابابلیان بیت المقدس سے مصالحت فرمائی حضرت کعب احبار آئے اور مشرف باسلام ہوئے۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو ان کا اسلام لانا بہت ہی فرحت اور خوشی کا باعث ہوا۔ اور واپسی کے وقت آپ نے اس سے دریافت کیا کہ کعب کیا تم چاہتے ہو کہ ہمارے ساتھ مدینہ کو چلو اور زیارت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرو۔ اس نے کہا نَعَمْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ۔ ہاں یا امیر المؤمنین۔ اَنَا أَفْضَلُ ذَٰلِكَ میں یہ پسند کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ پہنچ کر پہلا جو کام کیا وہ یہی تھا کہ انہوں نے سلام سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عرض کئے اور عبدالرزاق نے اسناد صحیح سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سفر سے مدینہ منورہ پہنچے تو قبر شریف سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جاتے اور اس طرح سلام عرض کرتے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا بَكْرٍ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اِتْبَاه تھے۔ اور موطا میں بھی یہ روایت مذکور ہے ایک آدمی نے حضرت نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آیا تو نے دیکھا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ قبر شریف پر سلام عرض کرتا ہے۔ اس نے کہا ہاں میں نے سینکڑوں بار دیکھا کہ وہ قبر شریف پر کھڑا ہوتے ہیں اور کہتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ اَلسَّلَامُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ اَلسَّلَامُ عَلَى أَبِي۔ اور منہاج اعظم الجہنہ رضی اللہ عنہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سنت یہ ہے کہ قبر شریف پر قبلہ کی جانب آجائے اور قبلہ کو پشت کرنا چاہیے اور پھر تو کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ کہتے ہیں کہ مروان بن حکم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنا چہرہ قبر شریف نبوی پر رکھا ہوا تھا اس نے اس مرد کی گردن کو پکڑا اور کہا کیا تو نہیں جانتا کہ یہ کیا فعل ہے جو تو کر رہا ہے۔ اس نے کہا ہاں! تو مجھے چھوڑ کیونکہ میں سر کسی پتھر پر نہیں رکھے ہوئے ہوں بلکہ میں نے اپنا منہ تربت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رکھا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ روؤ تم دین پر اس وقت کہ جب اہل صاحب ولایت ہو جائیں رضی اللہ عنہم۔ اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے شام سے قاصد بھیجتے تھے کہ وہ ان کا سلام قبر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عرض کرے یہ ان کا فعل زمانہ صد ثالعین میں تھا اور یہ خبر متفیض اور مشہور ہے مگر جو رعایت حضرت حسن بن حسن رضی اللہ عنہما وعن عبدہما وایہما واقبہما و آلہما سے روایت ہے کہ انہوں

نے ایک قوم کو قبر شریف نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد دیکھا آپ نے انہیں منع فرمایا اور کہا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری قبر کو عید نہ بنانا اور اپنے گھروں کو قبور نہ بنالینا اور جس جگہ تم مجھ پر درود بھیجا کرو بیشک تمہارا درود مجھ پر پہنچتا ہے اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو کھڑکی قبر شریف نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آتے دیکھا تو آپ نے اُسے منع کر دیا اور اسی حدیث کا مضمون پڑھا اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ سہل بن سہیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلام کے لئے آیا اور حسن بن حسن بن علی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم کے گھر شام کا کھانا کھا رہے تھے مجھے اپنے پاس طلب فرمایا چونکہ مجھے اس وقت کھانے کی رغبت بہت کم تھی میں نے اجابت نہ کی فرمایا تم قبر شریف کے پاس کیا کھڑے کرتے ہو سلام عرض کرو اور وہاں سے سبکو۔ کما قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا تلتجذوا قبری عیداً۔ الحدیث۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری قبر کو عید نہ بناؤ۔ فرمایا تم اور جو لوگ اُنہلےس میں ہیں قُرب میں برابر ہیں۔ اور اس کی مثل حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔ ان سب کا جواب یہ ہے کہ اس شخص نے جس کو ان امان نے منع کیا تھا حد اعتدال سے آگے بڑھ رہا ہوگا۔ یا اس میں نشان تصنع اور تکلف کو مشابہہ فرمایا ہوگا۔ ان حضرات کی تنبیہ کا مقصود یہ ہے کہ حضور معنوی میں مسافت قُرب و بُعد یکساں ہے۔ شعر

در راہِ عشقِ مرحلہ قُرب و بُعد نیست

می بینمت عیاں و دُعاء می فرستمت

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں قبر شریف کے قریب بہت زیادہ دیر ٹھہرنا کراہت ہے۔ خاص کر اہل مدینہ کے لئے ورنہ انکار اصل نیارت و حضور قبر شریف اور وقوف حضرت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ صحیح روایات سے ائمہ اہل بیت سلام اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے کہ جب یہ حضرات سلام کے لئے آتے تھے اس ستون کے نزدیک کھڑے ہوتے تھے جو ملحقِ روضہ مبارک ہے اور سلام عرض کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مقامِ سرِ اقدس سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی ہے۔ مطری کہتا ہے کہ حجر شریف کو داخل مسجد کرنے سے پہلے سلف کا طریقہ یہی تھا جو مذکور ہوا۔ اور اسی زمانہ میں سلام کے لئے کھڑے ہونے کی جگہ چاندنی

کی میخ کے مقابل ہے جو چہرہ مبارک کے سامنے دیوار میں بٹھلائی گئی ہے چنانچہ باب زیارت میں بیان ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَا تَجْعَلُوا أَقْبَرِي عَسِيدًا کے متعلق مندرجی کتبے ہیں کہ احتمال ہے کہ اس سے مراد کثرت زیارت قبر شریف ہو اور اس کی طرف بھی اشارہ ہے کہ زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عبید کی طرح نہ سمجھو کہ سال بھر میں صرف ایک دوبار آتی ہے اور بس (تم بھی میری قبر سے یہی معاملہ نہ کرنا کہ کبھی کبھار زیارت ورنہ بس نہیں بلکہ کثرت سے زیارت کیا کرو) اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کہ لَا تَجْعَلُوا مَبِيتَكُمْ قَبُورًا یعنی تم گھروں کو قبروں کی طرح نہ بناؤ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ان میں قبروں کی طرح ترکِ صلوٰۃ نہ کرو کہ جس طرح قبور میں سوائے مردوں کے دفن کرنے کے اور کچھ جائز نہیں اپنے گھروں کو قبروں کی طرح نہ سمجھو بلکہ ان میں نمازیں بھی پڑھا کرو۔ سبکی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد منع تخصیص و تعین وقت ہے کہ اس معین وقت میں زیارتِ قبر اطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کر لی جائے اور بس۔ اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسی تخصیص و تعین سے منع فرما دیا ہے کہ میری قبر کی زیارت بلا تخصیص و تعین ہے بلکہ زیارت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام سال و مدتِ عمر کرنی چاہیے اور تشبیہِ عبید سے مراد اظہارِ رزیت و اجتماع اور اس کی طرح جو امور عیدوں میں مرسوم ہیں ان سے کچھ بلکہ تمہیں زیارتِ سلام و دعا وغیرہ اپنی عادت بناؤ۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور کے مرقد منورہ اور مقامِ نبیت پر آدمی کافی دیر بٹھ کر گریہ و زاری تضرع و عاجزی و عدا و التبا کرے تو مکروہ ہے۔ فَيَا لَهَا مِنْ سَعَادَةٍ سَرَقْنَا اللَّهُمَّ الدُّجُوعَ الْبَيْهَاتِ وَنَسَأْنَا لَهَا الْعَادَةَ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور سے توسل و طلبِ مدد و فریاد کرنا۔ آپ کے طفیل و

فصل

مدد سے فعلِ انبیاء و مرسلین و بہت سلف و خلف صالحین علی آربی ہے چنانچہ آپ کے روحِ پاک کے لباسِ جہانیت اختیار کرنے سے قبل اور اس کے بعد حالتِ حیات دنیویہ میں اور اس طرح عالمِ برزخ میں بھی اور اسی طرح عرصہ قیامت میں جبکہ انبیاء مرسلین کو یاد ائے نطق و کتابِ دمِ زدن نہ ہوگی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بابِ شفاعت کو کھولیں گے اور اولین و آخرین کو ہمارے نعمت میں متفرق اور شامل اُتار رحمت فرمائیں گے۔ جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات سے طلبِ مدد کرنا آثار و انبیاء سے ان چار مواظن پر مشابہت ہے۔

پہلا موطن: ابتداء انسانیت اور دائرہ حقیقت سے قبل جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے امداد طلب کرنا !

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت جس کو علماء نے تصحیح کیا ہے کہ جب حضرت آدم صلی اللہ علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی تو اس کے اعتذار میں انہوں نے کہا یَا رَبِّ اَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اَنْ تَخْفِزْنِیْ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے صدقہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخش دے۔ تو درگاہ مجیب الدعوات سے فرمان آیا کہ تم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس طرح پہچانا ابھی تو ان کا جوہر روحانی صدف جہانیت میں بھی نہیں انہوں نے کہا ندا ندا تو جانتا ہے کہ جس دن سے تو نے مجھے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور میرے قالب بشریت میں روح علوی کو پھونکایا ہے سر اٹھایا اور قوائم عرش پر بکھا دیکھا اَللّٰہُ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اسی دن میں نے جان لیا کہ تیرا ایک ایسا بندہ ہے جو تجھے ساری حلق سے محبوب ترین و مقرب ترین ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجماع اجمعین فرمان ہوا جب تو نے ان کو میری درگاہ میں وسیلہ مغفرت لایا تو میں نے بھی تیرا گناہ بخش دیا۔ اے آدم اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ جو کلمات آدم علیہ السلام کو درگاہ رب العزت سے ملے تھے اور جن کے سبب سے ان کی مغفرت ہوئی تھی اور آیہ منطوقہ فَتَلَقٰی اٰدَمُ مِنْ رَبِّہٖ کَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ اَدَمُ کو تلقین فرمائے گئے چند کلمے پس انہوں نے ان پر توبہ کی وہ یہ تھے اَلْہٰی بِحُرْمَتِ مُحَمَّدٍ وَّ اِلَیْہِ اَغْضٰی مَا اللّٰہُ بِحُرْمَتِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل کے مجھے بخش دے۔ یہی کلمے ہیں کہ جب وسیلہ اعلیٰ صالحہ باوجود اس کے کہ وہ فعل انسان میں اور فعل انسان قصور و نقصان سے بھی متصف ہوا کرتے ہیں سے بابر ہے اور وہ درگاہ رب تعالیٰ میں مقبول و مستجاب ہیں تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کو شفیع لانا احب و محبوب بطریق اولیٰ ہے۔ شعر

یَا اَکْثَرَ النَّاسِ سَلِّ مَا لَیْ مَنْ اَلُوْذِہِمْ سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمِمْ

ترجمہ: اے بزرگ ترین انبیاء میرے ہاں کوئی ایسا نہیں کہ میں اس کی طرف پناہ لائوں سوائے آپ کی ذات کے حادثہ عام کے نازل ہونے کے وقت۔

دوسرا موطن: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات سے مدتِ حیات دنیا میں توسل کی حالات بہت ہیں کہ جن کا حصر نہیں ہو سکتا۔ خبر میں ہے کہ ایک خضر البصر (انڈھا) بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرمائیے کہ خداوند تعالیٰ مجھے عافیت بخشے۔ آپ نے فرمایا اگر تجھے بصارت چاہیے تو دعا کروں ابھی حاصل ہو جائے اور اگر اجرِ آخرت کا خواستگار ہے تو صبر کر کیونکہ تیرے لئے وہ بہتر ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرمائیے آپ نے فرمایا وضو کر اور یہ پڑھ

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَالْوَجْدُ إِلَيْكَ بِبَيْتِكَ مُحَمَّدٌ نَبِيُّ الرَّحْمَةِ يَا مُصَدِّقِي
تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لَتَقْضِيَ إِلَيَّ اللَّهُمَّ شَفِيعُ فَنِي۔ یعنی

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں بدرجہ تیرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو نبی رحمت ہیں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے ذریعہ اپنے رب سے متوجہ ہوتا ہوں۔ اپنی حاجت کی بابت جو یہ ہے پوری فرمائیے میری طرف سے۔ اے اللہ تو ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔ ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور بیہقی نے بھی اس کی تصحیح کی ہے اور یہ عبارت زیادہ بیان کی فقہاء وَقَدْ أَبْصَرَ لَيْسَ اُتھا اور بیشک بنیٰ تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ فَعَمَلُ الرَّجُلِ خَيْرٌ اَعْلٰی اَدَمٰی نے اس کو پڑھا اور بینائی حاصل کر لی اور بہت سی احادیث و بارہ توسل اور طلب امداد ارہاب حاجات بجانب سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثلاً "وسعت رزق وحصول اولاد و ذول بارش و رہائے عیش وغیرہ وغیرہ وارد ہوئی ہیں۔

تیسرا موطن: آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کی ذات سے توجہ و طلب امداد و توسل کے بارہ میں بھی بہت سے آثار واقع ہوئے ہیں چنانچہ طبرانی معجم کبیر میں عثمان بن حنیف سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس ایک حاجت تھی جو حل نہیں ہو رہی تھی اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی اس کی طرف نظر التفات مبذول نہیں فرماتے تھے۔ اس آدمی نے اپنا حال عثمان بن حنیف سے بیان کیا اور اس کا صورت علاج ڈھونڈا انہوں نے کہا جا وضو کر اور مسجد میں دو رکعت نماز ادا کر اور کہہ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ

وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِبَيْنَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخِي الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّي اَتَوَجَّهُ
 اِلَيْكَ اِلَى سِرِّي لِيَقْضَى حَاجَتِي اس کے بعد اپنی حاجت کو عرض کرو۔ وہ آدمی گیا جو کچھ اسے کہا گیا
 تھا اس نے اس پر عمل کیا۔ اس کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آیا تو دربان نے
 بٹھ کر اس کا ہاتھ پکڑا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا انہوں نے اپنے خاصہ فرائض پر
 بٹھایا اور حاجت پوچھی جو بھی اس کی حاجت تھی پوری کر دی اور ساتھ ہی اسے کہا کہ تمہیں جو بھی
 ضرورت ہو مجھے کہنا تاکہ پوری ہو جائے۔ وہ آدمی خوش خوش حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے رخصت ہو
 کر عثمان بن حنیف کے پاس آیا اور کہا جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا۔ آیا آپ نے میری ضرورت کے متعلق
 حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو کچھ کہا تھا؟ کہ انہوں نے اس طرح سلوک کیا ہے۔ اس سے پہلے تو
 میری طرف توجہ بھی نہیں فرماتے تھے۔ انہوں نے کہا خدا کی قسم میں نے کوئی چیز ان کو نہیں کہی سوائے
 اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے پاس ایک اندھا آدمی آیا اور دعا
 چاہی یہاں تک کہ اس کی آنکھ روشن ہو گئی اور اس ساری حدیث کو بیان کر کے فرمایا کہ میں نے اس پر
 قیاس کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول موجب قضا حاجت و سبب نجات بیشکی ہے اور قاضی
 غیاض ماسکی رحمۃ اللہ علیہ کتاب شفا میں بیان کرتے ہیں کہ درمیان خلیفہ ابو جعفر اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ
 کے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مناظرہ ہو گیا۔ شاید ابو جعفر نے اثنائے گفتگو میں اپنی آواز کو بلند کیا
 حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یا امیر المؤمنین مسجد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیوں آواز
 بلند کر رہے ہو اور حق تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ایک قوم کو ادب سکھا رہا ہے لَا تَرْفَعُوا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ
 صَوْتِ النَّبِيِّ اپنی آوازوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز مبارک سے بلند نہ کرو اور دوسری
 قوم کی قسم فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْضَحُوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلٍ اَللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
 مَتَّحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِيَتَّقُوْا لِلتَّقْوٰی۔ بیشک وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں اپنی
 آوازوں کو دھیم کر لیتے ہیں آرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لئے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ حرمت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موت کے بعد بھی ویسی واجب ہے جیسی
 آپ کی حالت حیات میں تھی خلیفہ پر آپ کے فرمان کا اثر ہوا جس سے اس کا متذرع اور کھساری بڑھی
 اس نے پوچھا یا ابا عبد اللہ دعا کے وقت میں قبلہ کو منہ کروں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آپ

نے فرمایا کہ تو اپنے منہ کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیوں پھیرتا ہے حالانکہ آپ تیرا اور تیرے باپ آدم صلی اللہ کا وسیلہ خدا کے حضور میں ہیں تم اپنے منہ کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کرو اور آپ سے طلب شفاعت کرو کہ تیرے شفیع ہوں۔ آداب زیارت میں بھی مستحب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منہ کر کے توسل و طلب دعا نہایت ہی عاجزی خشوع و خضوع سے کی جائے جس کا طریقہ و بیان مختصر یہ بیان ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور ذکر قبر فاطمہ بنت اسد والدہ حضرت علیؓ میں مذکور ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی قبر میں تشریف لے گئے اور فرمایا یَحْتَی بَدَنُکَ وَالْاَنْبِیَاءُ الذِّیْنَ مِنْ قَبْلِیْ اس حدیث میں بھی مرد و عورت میں توسل ذات بابرکات سیدتناوات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلیل موجود ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو حالت حیات میں اور دیگر انبیاء علیہم السلام سے بعد وفات کے ثابت ہوتا ہے اور جب دیگر انبیاء علیہم السلام سے توسل جائز ہے تو سید الانبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے تو بطریق اولیٰ جائز ہوگا بلکہ اگر اس حدیث سے دیگر اولیاء کرام سے بھی بعد از وفات توسل کا قیاس کر لیں تو بھی یقین نہ ہوگا۔ لیکن دلیل تخصیص حضرات رسل صلوات الرحمن علیہم اجمعین قائم ہوگی واللہ اعلم!

اور ابن ابی شیبہ سند صحیح سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قحط پڑ گیا ایک شخص قبر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آیا اور عرض کیا یَا رَسُولَ اللّٰهِ اُسْتَسْقِ لِامْتِنَتْ فَانْهَضْ قَدْ هَلَکُوْا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے لئے بارش طلب فرمائیں تحقیق وہ ہلاک ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے خواب میں فرمایا کہ عمر کو خوش خبری دے کہ بارش ہو گی یہ نوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل طلب دعا ہے۔ حدیث سابقہ میں دعا کے جو الفاظ

یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ لِتَقْضٰی اِلَیَّ مَشْرَعِیْ بعد وفات بھی میں فافہم اور ابن جوزی نے روایت کی ہے کہ ایک زمانہ میں اہل مدینہ پر بڑا قحط پڑا تو لوگ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی طرف شکایت لے گئے آپ نے فرمایا کہ قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آجاؤ اور اس سے آسمان کی طرف ایک دریچہ کھولو فنا کہ آسمان اور آپ کی قبر کے درمیان کوئی آڑ حاصل نہ ہو لوگوں نے ایسا کیا جس طرح بی بی صاحبہؓ نے ارشاد فرمایا تھا سخت بارش ہوئی۔ آپ کا اہر باہوت کشادگی دریچہ میں ایک مرد واقع ہے جو موجب فتح مطلوب دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گاہ رب العالمین جل جلالہ

سے ہے اور سوال سائل آپ کی ذات والا صفات کا بھی اسی قسم سے ہے کہ کہا اَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ
فِي الْجَنَّةِ۔ یعنی آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ اپنے پروردگار سے درخواست کریں اور شفاعت
فرمائیں کہ مجھے سعادت رفاقت آنجناب کی جنت میں حاصل ہو۔

چوتھا مواطن: سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل حاصل کرنا عرصہ قیامت میں وسیلہ
شفاعت سے تعلق رکھتا ہے۔ اس بارہ میں احادیث متواتر آچکی ہیں اور اجماع علماء اس پر متفق ہو
چکا ہے اور دوبارہ توسل صالحین باعتبار ان کے تعلق بجناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی
آچکے ہیں چنانچہ قصہ استغاثہ عمر ذکات شریف حضرت عباس رضی اللہ عنہما اس امر کو ثابت کرتا ہے اور
یصح فیہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے آیا ہے کہ کبھی قحط ہو جاتا اور بارش نہ ہوتی تو عمر رضی اللہ عنہ
بارش کے لئے حضرت عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا توسل کرتے اور کہتے خداوند احب اس
سے پہلے قحط ہونا تو ہم تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل کرنے تھے اور تو بارش بھیج دیتا۔
اب تم تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا سے توسل کرتے ہیں پس تو ہمارے لئے پانی بھیج اور ایک
روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا خداوند امین تیرے پیغمبر صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے چچا کے ذریعہ طلب کرتا ہوں اور ان کی پیروی کا صدقہ شفاعت طلب کرتا ہوں اور حضرت
عباس رضی اللہ عنہ اپنی دعا میں کہتے تھے خداوند اس قوم نے میری طرف توجہ کی ہے صرف اس وجہ سے
کہ مجھے تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت ہے۔ خداوند! مجھے ان کے سامنے شرمسار نہ کر اور اسی
معنی میں عباس بن عقبہ بن ابی لہب نے کہا ہے۔ بیت۔

بعمی سقی اللہ الحجاز واهله عشیته بتستقی بشیمة عمر
اور حصول مطالب میں کہ استغاثہ اور طلب کے وقت مقررہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
محتاجوں اور مسکینوں کو جو مطالب حاصل ہوئے ہیں ان کے متعلق اخبار و آثار ہیئت آئے ہیں محمد
بن مکندر کہتے ہیں کہ ایک شخص میرے پاس اسی دینار امانت رکھ کر جہاد کو چلا گیا اور اجازت دے
گیا کہ اگر تم کو حاجت پڑے تو اس میں سے خنجر کرنا میرے باپ نے وہ سب اپنی حاجت میں خرچ
کر دیئے جب وہ شخص آیا تو اس نے اپنے دینار طلب کئے اور میرا باپ اس کے ادا کرنے سے عاجز
ہوا تو میرے باپ نے اس سے کہا کہ تو کل میرے پاس آنا میں اس کا جواب تجھے دوں گا اور رات کو

میرے باپ نے مسجد شریف نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سب گزاری اور ان کا یہ حال تھا کہ غایت
 اضطراب کبھی حضور شریف میں جاتے تھے اور کبھی منبر شریف کے پاس آکر استغاثہ فرما دیتے۔ ناگاہ
 تاریکی شب میں ایک مرد ظاہر ہوا اور اسی دینار کی تنخیلی ان کے ہاتھ میں دے کر چلا گیا۔ انہوں نے
 صبح کو یہ اسی دینار اس کو دیئے اور زحمت مطالبہ سے خلاصی حاصل کی اور امام ابو بکر بن مقرری کہتے
 ہیں کہ میں اور طبرانی اور ابوالشیخ تینوں آدمی حرم شریف نبوی میں تھے کہ بھوک نے ہم پر غلبہ کیا
 اور اسی حال میں دو دن گزر گئے۔ جب عشاء کا وقت آیا تو میں قبر شریف کے سامنے حاضر ہو کر کہا
 یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَلْجُوعُ عَلَیَّ۔ بس اس کے سوا اور کچھ کلمہ نہیں کہا اور پھر واپس چلا آیا میں
 اور ابوالشیخ سو رہے اور طبرانی بیٹھے ہوئے کسی چیز کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ ناگاہ ایک
 مرد علوی نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا اور اس کے ساتھ دو غلام تھے ہر ایک کے ساتھ ایک زنبیل
 کھانے سے پُر تھی ہم نے دروازہ کھول دیا وہ آکر بیٹھ گئے ہمارے ساتھ اس نے کھانا کھایا اور
 جو کچھ اس سے بچا وہ ہمارے پاس چھوڑ کر چل دیا اور کہا اے قوم شاید تم نے اپنی بھوک کی شکایت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کی ہے کہ اس وقت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب
 میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ ان کو کھانا کھلاؤ اور ابن الجلاء کہتے ہیں کہ میں مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم میں آیا اور مجھ پر ایک دو فلف گئے ہیں۔ قبر شریف پر حاضر ہوا اور عرض کیا اَنَا خَائِفٌ
 یَا رَسُولَ اللہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کا مہمان ہوں مجھے نیند آگئی پیغمبر خدا صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ نے مجھے ایک روٹی غنایت کی ہے۔ ادھی کو تو میں نے
 خواب میں کھا لیا جب میں بیدار ہوا تو دوسری نصف میرے ہاتھ میں باقی تھی اور ابو بکر اقطع کہتے
 ہیں کہ میں مدینہ منورہ کو آیا اور پانچ دن مجھ پر گزر گئے کہ میں نے طعام نہ چکھا چھٹے روز میں
 قبر شریف پر حاضر ہوا اور کچھ کہا اَنَا خَائِفٌ یَا رَسُولَ اللہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 میں آپ کا مہمان ہوں اس کے بعد میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ سرور انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف
 فرما ہو رہے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی دائیں جانب اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ
 آپ کی بائیں جانب اور حضرت علی ابن ابی طالب کہم اللہ وجہہ سامنے ہیں اور حضرت علی کہم اللہ وجہہ
 مجھے فرماتے ہیں کہ اُمّہ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہو رہے ہیں میں چلا اور آپ کے

وواکھوں کے درمیان بوسہ دیا آپ نے مجھے روٹی غنایت فرمائی میں نے کھائی حب بیدار ہوا ابھی تک اس کا ایک ٹکڑا میرے ہاتھ میں باقی تھا اور احمد بن محمد صوفی کہتے ہیں کہ میں تین مہینے تک جنگلوں میں بھڑنا رہا اور میرے جسم کی پوست ساری گل گئی تھی۔ پھر میں مدینہ منورہ میں آیا اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے دوستوں پر سلام عرض کیا اور سو گیا۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں احمد تو اگیا دیکھ تیرا کیا حال ہے میں نے کہا انا جائع " اَنَا فِي ضَيْفِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ " میں بھوکا ہوں میں آپ کا مہمان ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا ہاتھ کھول جب میں نے کھولا تو اس میں چند درہم تھے۔ بیدار ہوا تو بھی میرے ہاتھ میں تھے میں بازار گیا۔ فطیرہ اور فالودہ خریدا اور کھایا اور پھر بستی کو چل دیا۔ ایسی بہت سی حکایات ہیں اور اکثر مشائخ صوفیہ سے منقول ہیں جو حرمانِ ارادہ و مقربانِ درگاہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ورنہ اللہ غنیم اور اکثر ان حکایات کا جو کھانے پینے سے تعلق رکھتے ہیں یا تو آپ بنفس نفیس اس کے مشغل ہوتے ہیں یا اہل بیت میں سے کسی کو اس کا حکم دیا ہے اور بیگانے کو نہیں بھیجا۔ یہ مقتضائے کرم ہے۔ شعر

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری !
بدرگاہِ شش بیا و ہرچہ میخواستی تمنا کن

بیت:

حَاشَا أَنْ تَكْرُمَ الرَّاحِيَّ مَكَارِبَهُ أَوْ يَدْجِعَ الْجَائِسُ مِنْهُ غَيْرُ حَتَمٍ

ترجمہ: خبردار ایسا نہیں کہ امیدوار ان کی غایتوں سے محروم چلا جائے۔ و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و بارک و سلم۔

تعمیم یہ امر قرار دابے کہ ان چار مواظن سے جن میں توسل و طلب امداد و ات والا صفات سید السادات اصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے پہلا مواظن کہ توسل بروح مقدس آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کے خلعتِ جہانیت اختیار کرنے سے قبل کے متعلق ہے جو خاص بذاتِ شریف آنجناب فیض باب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور کسی ایک نبی و ولی کو اس منقبتِ غلّی میں مشارکت و مسابقت کی گنجائش نہیں ہے نہ کسی شخص کا وارد ہونا اس باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

سو کسی اور کے لئے کفایت کرتا ہے مگر توسل انجناب کی ذات سے حیات و نبوی میں ظاہر ہے کہ وہ
 آپ کے خصائص سے نہیں ہے بلکہ آپ کے بعض تعین غلام بھی بوجہ شرف کثرت نسبت و قربت۔
 آپ کے مشرف میں چنانچہ اصحاب کرام و دیگر اولیائے امت رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی ثابت ہے
 اور ثبوت کرامت و تصرف ان حضرات کا مکتوبات میں اس کے اثبات میں کافی ہے اور توسل عمر
 بن الخطاب رضی اللہ عنہ، عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاملہ طلب بارش کے متعلق سے
 بھی ظاہر ثبوت توسل معلوم ہوتا ہے اور کسی عالم کا اس میں خلاف معلوم و متفق نہیں ہے اور اسی
 طرح توسل اور طلب مدد بوسیۃ شاعت قیامت کے روز انبیاء اولیاء امت کو بھی جائز ہے چنانچہ
 کتب عقائد میں موجود ہے اب رہا تبرک و توسل عالم برزخ اور موطن قبر میں وہ بھی حضرات انبیاء
 علیہم السلام کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اولیاء صلحائے امت کے ساتھ جائز ہے۔ واللہ اعلم اس حجت
 سے کہ حالت حیات میں تو جواز توسل عام ہے اور یہ مقرر ہے کہ بعد موت روح میت باقی رہتی ہے
 اور بسبب ایمان و عمل صالح و شرف اتباع حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس کو شعور
 ادراک و قرب و منزلت خدا سے تعالیٰ کے نزدیک ماحصل ہوتا ہے تو بعد موت بھی ان سے توسل
 کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں اس لئے کہ حقیقت معنی توسل و طلب امداد سوال و دعا ہے جناب باری
 تعالیٰ سے بواسطہ اس محبت و اکرام کے جو وہ اس بندہ خاص کے ساتھ رکھتا ہے یا اس بندہ کی روح
 سے طلب و التماس ہے کہ وہ حضرت حق تعالیٰ کی جناب میں بوسیۃ اپنے قرب و کرامت کے ہمارے واسطے
 یہ دعا کرے اور اس میں نفس مرتجع کے وارد ہونے کی حاجت نہیں کیونکہ جس کو وسیلہ ٹھہرایا گیا اس کی
 ذات باقی ہے بخلاف پہلے موطن کے بلکہ نفس کا نہ وارد ہونا اس کی منع پر کافی ہے والفاظہم الذیل المذکور
 اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ صاحب وسیلہ آدمی کی موت پر ایمان و حصول قرب الہی و معصومیت تو معلوم
 نہیں تو پھر یہ کیونکر جائز ہوگا تو ہم کہیں گے کہ بقا اس کا ان لوگوں میں جو پیش میں خصوصاً و عمومًا یقینی
 ہے پس ان کے ساتھ توسل جائز ہوگا اور اس میں تفرقہ کا فائل کوئی نہیں کیونکہ آثار و نقول اخبار شریح
 کبار سے جو مالک کشف و محرمان اسرار عالم مثل ہیں اس مرض شبہ کی سیخ کنی کے لئے کافی و دافی
 میں ہاں بعض فقہاء کو اس مسئلہ میں کچھ اختلاف ہے لیکن حق زیادہ مستحق اس بات کا ہے کہ اس کی
 اتباع کی جائے۔ واللہ اعلم!

آداب زیارت فیض بشارت حضرت سید الکائنات علیہا افضل

الصَّلَاةُ وَالْبَرَكَاتُ مِیں اور مدینہ منورہ کی اقامت اور مع النحر

اپنے وطن میں پہنچنے کے بیان میں *

جب قصد زیارت ایک مخصوص سفر ہے تو اس کے آداب متعلقہ بھی ضروری ہیں جن میں سے بعض مطلق سفر کے متعلق ہیں جیسے استنارہ کرنا، تجذیبہ توبہ، رد مظالم، مفاہندی اہل حقوق، نفقہ عیال، زار واد کی آمادگی، طلب رفیق، بھائیوں سے وداع، دعائیں اپنے ساتھ لینا جن کا پڑھنا سیکھنا سفر کے وقت اور منزل پر اُترتے وقت مسنون و مانور ہے اور تمام آداب کہ ابتداء کے سفر اور وسط راہ میں وصول مقصد تک اور وطن کو پھر آنے تک مستحب و مسنون ہیں بہ تمام باتیں ہم نے اپنی کتاب ”آداب الصالحین“ میں ذکر کی ہیں جو درحقیقت چوتھائی حصہ ترجمہ کتاب احیاء العلوم ہے۔ اس وجہ سے جو باتیں مخصوص اس سفر سے ہیں ان پر اختصار کرتے ہیں ان تمام آداب سے جو اس سفر میں نہایت ہی اہم و اقدم ہے اخلاص نیت ہے کیونکہ جمیع افعال و اعمال کا دار و مدار اس پر ہے فَكُنْ كَأَنَّ هِجْرَتَكَ إِلَى اللَّهِ فَهَاجِرٌ شَدَّ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ پس جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرے پس اس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف ہوگی۔ زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیت کرنا اور اصل تقرب الی اللہ عز و جل ہے۔ وصول حبیب رب العالمین سے اور زیادہ کونسا تقرب الی اللہ ہے وَمَنْ يَطْلُعَ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ۔ وَإِنَّ الَّذِينَ يَبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی اور بیشک وہ لوگ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں بیشک وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اور مستحب ہے کہ باوجود نیت زیارت سرور کائنات کے مسجد تریف کی بھی نیت کرے چنانچہ ابن صلاح و نووی رحمۃ اللہ علیہما نے اس کی تصریح کی ہے۔ اسی لئے بوجہ خدا تعالیٰ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اور اس میں نماز ادا کرنے کی بابت احادیث کثیرہ واقع ہوئی ہیں اور شیخ
 الحنفیہ کمال الدین البہام نے بھی اپنے مشائخ سے اس طرح نقل کیا ہے لیکن اس کے بعد کتباً ہے کہ
 اولیٰ تجربہ نیت ہے فقط یعنی پہلے نیت زیارت کی کرے یا دو نیتیں کرے۔ اس صحت میں شبہ
 زیارت کی تعظیم و اجلال بہت ہے اور زیادہ موافق مطابق فرمان سرور انس و جن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 كَوْلَا تَحْمِلُهُ حَاجَةً اَلَا تَرِيَارِيْ يَعْنِي اَسْوَءُ مِيْرِيْ زِيَارَتِ كے اور کوئی ضرورت نہ ہو
 اور سنی یہ ہے کہ نیت مسجد شریف کو نیت زیارت میں شریک کر دینا منافی اخلاص نیت زیارت سرور عالم
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہے کیونکہ مسجد شریف کی نیت کرنا اور اس میں نماز ادا کرنا اور دعا مانگنا مطابق
 عین حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور آپ کی نسبت کا عین ملاحظہ و مشاہدہ ہے بیٹھل ان حاجات
 سے نہیں کہ جس کا حصول سعادت و شفاعت حاصل کرنے میں خلل ڈال دے بلکہ زیارت کے متمم امورات
 سے ہے جہاں تک ہو سکے مسجد شریف میں نہایت احتکاف سے رہے اگرچہ ایک ساعت
 ہی کیوں نہ ہو اور تعلیم و تعلم خیر و ذکر الہی اور کثرت صلوٰۃ و سلام ذات بابرکات سبب السادات
 علیہ الصلوٰۃ والسلام و متم قرآن میں مشغول رہے اور اگر مدینہ منورہ میں پہنچنے سے پہلے ارادہ تبت
 ان اعمال کا کرے تو علاوہ عمل کے ثواب کے ثواب نیت بھی حاصل کرے گا۔ اِنشَاءَ اللہ تعالیٰ !
 ان جملہ آداب سے ایک یہ بھی ہے کہ اس راہ عظیم کو ہاشیہ جوش و غروش اور کمال شوق
 زیارت حبیب رب العالمین میں مستغرق اور غریبانہ محبت میں محو اور طاعت الہی میں
 مشغول شوق و صل میں فرح و سرور سے معمور حسن اخلاق و کثرت خیرات میں ڈوبا ہوا ذکر
 شافل فرحان و شاداں بے کسل و ملال طے کرے تاکہ قابل انعکاس انوار محمدی و اسرار احمدی ہو جائے
 اور ابچشم پاک توں دید چوں ہلال

ہر دیدہ جائے منظر آں ماہ پارہ نیت

ع۔ پاک شواوّل و پس دیدہ براں پاک انداز!

مبملہ آداب مدینہ منورہ سے ایک یہ بھی ہے کہ راہ سفر مدینہ مبارک میں اکثر بلکہ تمام اوقات
 سوائے ادائیگی فرائض و قضاء ضروریات کے مشغول بصلوٰۃ و سلام بر حضرت پیدانام علیہ افضل
 الصلوٰۃ والسلام و نعت شوق و حضور و طہارت و لطافت سے رطب السنان رہے شرط آداب خاتمہ

کتاب میں تحریر ہوں گے کیونکہ زیادہ قریب طریقہ اور زیادہ قوی وسیلہ اس باب میں ہی ہے اور البتہ
 قریبی زمانہ یا کچھ بعدی وقت میں تیرا یہی شغل وصال و رویت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
 انشاء اللہ العزیز ثمر آور اور منتج ہو گا۔ خصوصاً اوقات مجروحہ و حالات تنہا کہ مثل وقت سحر بعد از
 نماز اور خصوصاً قرب مدینہ منورہ اور اماکن مقدسہ میں تو اپنے عمل مذکور کو زیادہ توسیع دے۔ حیث
 میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے ایک گروہ کو پیدا اس لئے فرمایا ہے کہ وہ صلوٰۃ کے تحائف
 فاضلان زیارت سے حضرت نبوت میں لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلان بن فلان آپ کی زیارت
 کے لئے آ رہا ہے اور اس تحفہ کو اس نے پہلے عرض خدمت کیا ہے اور اس سے اور کونسی سعادت
 زیادہ ہوگی کہ اس کا اور اس کے باپ کا نام مجلس پُر نور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مذکور ہو
 بمثلہ آداب مدینہ سے ایک یہ بھی ہے کہ زیارت مساجد نبویہ و متبع آثار محمدیہ جو راستہ میں واقع
 ہوں جو پہلے بیان ہو چکے ہیں لازمی خیال کرے۔

مبطلہ آداب مدینہ منورہ سے ایک یہ بھی ہے کہ جب مدینہ منورہ طیبہ مطیبہ مطہرہ راہ اللہ
 شرفاً و نظماً و تکریماً کے قریب پہنچے اور علامات شہر مشاہدہ کرے تو خضوع و خشوع و تضرع و
 حضور بڑھاوے اور بتصور مقصود وصول بلوغ بنایت مطلوب و محبوب کمال فرحت و سرور نشاط
 پیدا کرے۔ شعر۔

وعدہ وصل چوں شود نزدیک

آتش شوق تیسز تر گردد

شعر: وَأَعْظَمُ مَا يَكُونُ الشَّوْقُ يَنْعَا إِذَا دَنْتَ الْحَيَاةُ مِنَ الْحَيَاةِ

حدیث میں آیا ہے کہ جب زیارت کی نیت سے آئے والا آدمی مدینہ منورہ کے قریب آ
 جاتا ہے ملائکہ رحمت کے تحفوں سے اس کے استقبال کو آتے ہیں اور انواع و اقسام کے بشارات
 و سعادت سے اسے سرفراز کرتے ہیں اور اہل باقی انوار حضور سرور اس کے شمار وقت کرتے ہیں
 شعر:

ہر دم از دل سرورے تازہ سر سبزینہ بد

قابلاً روز وصال یار نزدیک آمدہ است

اور چاہیے کہ بعد مجاورت منزل شریف کے ایسا تصور کرے کہ گویا سلطان عالم کے دربار میں حاضر

ہوا ہے اور مشاہدہ آثار مدینہ مطہرہ سے مثل ان پہاڑوں وغیرہ کے جو قریب اس کے واقع ہیں اور علیہ شوق زیارت و عظمت پیغمبر سے کہ باطن سے منبث ہے ایک حالت عظیم پیدا ہو جائے اور عمدہ اس باب میں محافظت دل اور شوق باطن ہے ساتھ محافظت اعضائے ظاہری کے گناہوں سے اور جاری رکھنا ہے زبان کا صلوٰۃ و سلام میں ساتھ تفکر کرنے کے ملاحظہ غفلت و جلال میں نہ یہ کہ فقط زبان پر درود جاری رہے اور دل میں غفلت طاری ہو اور باند رہے آواز بلند سے کہ طریق عوام ہے لیکن اگر کمال مراقبہ کسی کو نصیب ہو تو خضوع ظاہر کو ساتھ سعی کرنے کے طریقہ تشبیہ اہل دل ہاتھ سے نہ دے کہ وہ بھی حجب و دام و استقامت قبول کرے گا تو البتہ اس حالت تک یا اس حالت کے قریب تک پہنچا دیکھا انشاء اللہ تعالیٰ! چنانچہ بعضوں نے کہا ہے شعر

یا صاحبیٰ ہذا العقیق ففہ بہ متوالہا ان گنت لست بوالہ

یعنی اے میرے رفیق مقام عقیق یہی ہے پس شہر جا یہاں اس حال میں کہ سرگرداں ہے اگرچہ نہیں ہے تو سرگشتہ۔

اور جملہ آداب زیارت سے یہ ہے کہ جب جبل مفرح تک پہنچے تو اس کے اوپر نہ چڑھے اگر جانے کہ اوپر چڑھنے میں لوگوں کو اس فعل کے واجب یا سنت ہونے کا توہم ہو گا یا یہ موجب ایذا ہو گا اپنے یا غیر کے لئے اور اگر ان باتوں سے خالی ہو اور جانے کہ جمال جان افرا کے مدینہ کے مشاہدہ کرنے سے ولولہ اور تعظیم و سبیت بڑھ جائے گی تو اوپر چڑھنے کی ممانعت کی کوئی وجہ نہیں بلکہ موافق قواعد و دلائل کے چڑھنا مستحب اور مستحسن معلوم ہوتا ہے۔

کسی نے جو یہ کہا ہے کہ مشاہدہ مدینہ کے واسطے اس پہاڑ پر چڑھنا بدعت سنیہ ہے یہ قول پایا تحقیق سے گرا ہوا ہے بلکہ بہت تشبیہ ہے اور انصاف سے بہت دور ہے کیونکہ مشاہدہ کہنا درود و یوار آرام گاہ حبیب کا موجب زیارتی شوق اور امر محبوب ہے اور یہ بھی فیصل شدہ ہے کہ وسائل کو مقاصد کا حکم دیا کرنے ہیں۔ قطعہ۔

قرب الدیار یزید شوق الوالہ لا سیما ان لاح نور جمالہ

اوشبہا لمحادی بان لاح القتا و بدت علی رؤس جبالہ

فہناک عیل الصبر من ولی صبرۃ و بد الذی یحفیہ من احوالہ

ترجمہ: شہر محبوب کا قرب عاشق حیران کے شوق کو بڑھا دیتا ہے خصوصاً جب نور اس کے جمال کا چمک رہا ہو۔

یا بشارت دے رہائی کرنے والا ملاقات کی اور وہاں کے پہاڑوں کی چوٹیاں ظاہر ہوں۔

پس یہاں صبر کنیوالوں کا صبر بھی جواب دے جاتا ہے اور چھپا حال بھی کھل جاتا ہے۔

بیت

چنیں کہ رقص کنائ گم میرود مجنوں

مگر ز دور نگاہش محل اقتادہ است

اس مشتاق ثقائے حبیب سے یہ کس طرح ہو سکے گا جس نے شوق میں منازل طے کر کے سرحد منزل قرب تک پہنچا ہوا اور مقام وصل پر پہنچنے سے پہلے کسی طور پر مشاہدہ درد و دیوار آرام گاہ محبوب ممکن ہوا ورنہ دیکھے میر و قتل کر جائے۔ بیت۔

و لیکہ عاشق صابر بود مگر سنگ ست

ز عشق تا بصوری ہزار سنگ ست

یہ کس کو اعتماد ہے کہ شاید حرم شریف تک پہنچنے سے پہلے ہی مر جائے۔ بیت۔

بانئیکہ کعبہ نمایاں شود ز پامنتشیں!

کہ نیم گام جدائے ہزار فرسنگ ست

بارے کہ اس کے مشاہدے اور نظر سے محروم نہ ہو اور مسجد ذوالحلیفہ کو پہنچے کہ آبار علی کے پاس واقع ہے توازن اور دو رکعت نماز ادا کر بشرطیکہ تو اپنے نفس اور مال سے بے فکر ہو۔ یہ کنوئیں جس علی سے منسوب ہیں یہ زمانہ سابق میں ایک شخص تھا اس سے مراد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نہیں ہیں اسی طرح داؤدی فاطمہ جو مکتے کے قریب ہے اس سے بھی فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا مراد نہیں ہیں۔

مجموعہ آداب میں سے یہ ہے کہ جب مدینہ منورہ کے منارے اور تہ نظر آتے ہیں تو احلال اور تعلیم سے جو خاصہ باطن ہے اپنی سواری سے اُترے اور اگر تجھ سے ہو سکے تو مسجد شریف تک پہنچ کر پیادہ پا حیل!

نظم

هذی قباب هذی میثری البشر فقد حصل الهنا والمطلب
 البشر فقد حصل التواصل والنقص نمن الجفا والوقت وقت طیب
 والبیح قد اهدت لنا من طلیه عرفا کنشر المسک بل هو اطنیب
 وادخل بحجره احمد فلبا به یاوی الفقیر ویستجیر المذنب

ترجمہ

یہ قباب میں یہ دین ہے خوش ہو کہ مطلب حاصل ہو گیا — خوش ہو کہ وصل حاصل ہوا
 اور زمانہ ظلم کا ختم ہو گیا اور وقت بہت اچھا وقت ہے — ہوا نے میں مشک کی طرح
 خوشبو پہنچا دی بلکہ اس سے بھی زیادہ خوشبودار — اور داخل ہو مجھ احمد صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم میں کیونکہ ان کے دروازے پر فقیر گنہگار اور بے نوا پناہ لیتا ہے۔
 حدیث میں آیا ہے کہ جب وفد عبدالقیس کی نظر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال پر پڑی تو
 قبل اونٹ بٹھانے کے فوراً سب نے اپنے تئیں زمین پر گر ادیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
 ان کو اس سے منع نہ فرمایا۔ بیت۔

وَإِذَا لَطُفَ بِنَا بِلِقْنِ مُحَمَّدًا فظہورہن علی رحال حرام

ترجمہ: جب سوار یوں نے ہم کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچایا۔ ان کی پیشیں ان کے
 پہنچوں پر حرام ہیں۔ شعر۔

گوشتِ آنم کہ بایں سیاؤیہ شوق

نخسار ترا بینم و بے تاب نگر دم

از نحمدہ اطاب زیارت۔ یہ ہے کہ قاصد زیارت جب حرم شریف مدینہ سے مشرف ہو تو
 بعد از سلام سید الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ هَذَا أَحَدُ جَنَبِكَ فَاجْعَلْهُ لِيْ
 وَقَايَةً مِنَ النَّارِ وَآمَانًا مِنَ الْعَذَابِ وَسُوءِ الْحِسَابِ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ الْاَبْوَابَ
 مَرَحْمَتِكَ وَارْزُقْنِيْ فِيْ زِيَارَةِ نَبِيِّكَ مَا سَرَّ رَقَّتْ اَفْلِيَاءُكَ وَاهْل طَاعَتِكَ
 اِنْ رَحِمْتَنِيْ يَا حَيُّرَ مَسْئُوْلٍ۔ اور اس وقت عمدہ استغراق ظاہر و باطن ہے۔

صلوٰۃ و سلام میں اور عظمت و جلالت عقبہ عالیہ محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اس وقت کے لازم سے ہے۔ فرحت و سرور اور شکر گزاری حق تعالیٰ و تقدس کی کہ اس مفصل منعام جلّت نعمائہ و نعمات الالٰہیہ نے اپنے فضل و کرم سے یہ دن دکھایا اور نجات حقّہ کو جگایا۔ - شعر -

حسبنا روز سعادۃ حسبنا روز وصال
باغ من گل میکند امروز بعد از چند سال

اناجملہ آداب زیارت سے کہ اس بلدہ طیبہ مطہرہ مظہرہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کامل بجالائے اور مسواک کرے اور پوشاک لطیف پہنے۔ اگر سفید موٹو بہتر ہے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب کپڑوں سے سفید کپڑے زیادہ دوست تھے اور زیور علم و وقار سے آراستہ ہوا اور لباس احرام سے جیسا کہ بعض غلام کرتے ہیں پرہیز کرے کیونکہ وہ خصوصیات مکہ مظہرہ اور خواص حج و عمرہ سے ہے۔ اس کے بعد عظمت و جلالت شان نبوی کو ملحوظ رکھتے اور کمال خشوع و خضوع ظاہری باطنی کے ساتھ داخل بلدہ مظہرہ ہوا اور اس بات کو یہ وہ مکان ہے کہ پروردگار جہاں نے جیسے اپنے حبیب و صفی سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے اختیار کیا ہے اور جتنے فتوحات و برکات عالم میں تھالی و ظاہر ہیں ان سب کا منبع و مقنا بھی مکان مبارک ہے - شعر -

ہر گل و سبزہ کہ در باغ نمودے وارو
آخراے باد صبا این ہمہ آوردہ تست

اور اس تصور سے غافل نہ ہو کہ زمین وہ زمین ہے کہ جس نے حضرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم مبارک چوڑے ہیں اور پائے مبارک اس پر رکھنے گئے ہیں اور اس زمین مقدس پہ پاؤں رکھنے اور اٹھانے میں ہیبت و سبکدوشی کو دخل دے جو صفت لازمہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی اور یہ جانے کہ یہ درگاہ عالم پناہ اتنی بزرگ ہے کہ یہاں ادنیٰ سوء ادب مثل بلند آوازی وغیرہ کے موجب حبط عمل ہو جاتا ہے۔

نظم

طابت بطیبک یثرب و ثراھا
میں اجل خالک طیبۃ سماھا
ملاء الوجود و عبیر عنبر عطاھا
و علا علی الافاق طیب شذاھا

وذهب لوامع نورها مع نورہ
وہبت سرباض قباہا و قباہا
انا وفودک یا ختام الانبیاء
جئنا بفاقتنا و انت غناہا
جئنا الیک بضاعة قد انجبت
فا قبل بضاعتنا ولا تخفها

ترجمہ

آپ کی خوشبو سے شرب کی می خوشبودار ہو گئی اس وجہ سے اس کا نام طیبہ ہوا اور اس کی خوشبو نے تمام عالم کو معطر کر دیا اور لوامع نور اس کے ساتھ ساتھ روشن ہو گئیں۔ اور اس کے قبوں کے پھول تروتازہ ہو گئے اے خاتم الانبیاء ہم منتج آئے ہیں اور آپ ہمارے غنی ہیں ہم آپ کے پاس کھوٹی پونجی لائے ہیں پس آپ ہماری پونجی کو قبول کر لیجئے اور اس کو پورے شیدہ نہ کیجئے۔

از انجملہ آداب زیارت سے یہ ہے کہ دروانہ شہر کے قریب پہنچنے پر یہ پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْکَ بِحَقِّ قَمَشِیْکَیْ هَذَا اِلَیْکَ فَاِنِّیْ لَمَّا اَخْرَجْتُ بَطْرًا وَلَا اَسَدًا وَلَا سِیَّاءَ وَلَا سَمْعَةً اَخْرَجْتُ اِلِقَاءَ سَخَطِکَ اِنْتِقَاعَ مَرْضَانِکَ اَسْأَلُکَ اَنْ تَبْعَدَ بَنِیَ النَّارِ وَاَنْ تَقْبَلْ بَنِیَ الدُّوْنِ اِنَّہُ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوبَ اِلَّا اَنْتَ اور یہ دعا ہر وقت مسجد شریف جاتے پڑھنا مستحب ہے۔ حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ میں آیا ہے کہ جو شخص اس دعا کو مسجد شریف کے راستے میں پڑھے ستر ہزار فرشتگان اس کی مغفرت کے لئے موکل کئے جاتے ہیں اور اسے اللہ جل جلالہ کے حضور میں اپنی عزیزیت کی وجہ سے پیش کرتے ہیں۔

از انجملہ آداب مدینہ طیبہ یہ ہے کہ مسجد شریف میں داخل ہونے سے پہلے خیرات کرے زمانہ صدر اسلام یہ قاعدہ تھا کہ جو کوئی ارادہ مناجات حضرت سید انام کا کرتا تو اس پر واجب تھا کہ کوئی نہ کوئی ضرور خیرات کرے اس کے بعد خدمت اقدس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو چنانچہ آیہ شریفہ اِذَا نَا جِئْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدْ مَوَّابِیْنِ یَدَیْ نَحْوَکُمْ صَدَقَاتٌ جس وقت کانوں میں باتیں کہ وہم رسول سے پس بات کرنے کے پہلے تم صدقہ لے آؤ اس پر ولایت کرتا ہے کتنے ہیں کہ اول اول چہ شینس نے اس پر عمل کیا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ

اس کے بعد اس کا وجوب منسوخ ہو گیا مگر استنباب مطلق صدقہ کی صفت لازمہ ہے اپنی حالت پر رہ گیا اور زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم بعد از وصال بھی مانند حکم حیات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح ہے تمام اشیاء میں ہر کام پر اس کو مقدم رکھا جائے اور ہرگز کسی دوسرے کام کو بالکل پہلے نہ کیا جائے مگر اس کام کے علاوہ جو ضروری ہو اور اس کا ترک موجب تفرقہ بالمین ہے اور حجب حاضر ہو تو تصور میں غفلت و ابہت مکان و ملاحظہ شرف و عزت اس عالیشان سے غافل نہ ہو اور یہ جانے کہ یہ مکان مبسط وحی و منزل رحمت و مقام و عزت ہے اور یہ مسجد خاتم الانبیاء اور مقام سید المرسلین و حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ و آلہ و صحابہ و زریاتہ و اتباعہ اجمعین ہے۔ از انجملہ آداب مدینہ منورہ سے یہ ہے کہ مسجد شریف میں آنے پر تھوڑی دیر توقف کرے گویا داخل ہونے کی اجازت طلب کر رہا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا اصل نہیں ہے۔ واللہ اعلم اور داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں رکھے اور یہ دُعا پڑھے جو ہر بار داخل ہونے میں مستحب ہے۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ وَلَوْحِهِ الْكَرِيمِ وَبُيُوتِهِ الْقُدِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ سُبْحَانَكَ رَبَّنَا رَبِّكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَفَتِّحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اللَّهُمَّ اقْنِ عَيْنِي عَلَى كُلِّ مَا يُدْرِيكَ وَمِنْ عَلَى حَسَنِ الْأَدَبِ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ۔ اس دعا کو مسجد میں آنے اور نکلنے کے وقت ترک نہ کرے لیکن نکلتے وقت یہ کہے

وَأَفْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ كَيْ بَجَائِ رَحْمَتِكَ يَرْحَمُكَ اس سے اقل اس باب میں کفایت کرنے کے لئے یہ کلمات میں اَعُوذُ بِاللّٰهِ بِسْمِ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ السَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ حدیث میں آیا ہے وَإِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَسْلِمْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ وَسَلَّمَ یعنی جب تم میں سے کوئی مسجد کو داخل ہو تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سلام عرض کرے۔ چاہیے کہ دخول مسجد شریف کے وقت نہایت ہی مشغوع و متوجع کرے اور وقار و ہیبت و تعظیم ان قبور شریفہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے آنکھیں بیت مسجد چرائی ہوئی لے کر اور اپنے اعضا کو فعل عبث سے بچا سکا کر اور دل میں غیر شوائع کو

وخل نہ دیتے ہوئے اور نہایت ہی ادب و حسب جہد و طاقت سے غفلت مٹھتی صلی اللہ علیہ
 و آلہ وسلم کو ملاحظہ کرے اور یہ اعتقاد کرے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں میں
 حاضر نہیں اور آپ کے دیدار سے مشرف اور آپ کی کلام سے بہرہ ور ہو رہا ہوں اگر کوئی سامنے
 آجائے تو اس پر تہنیت و سلام کرے جہاں تک ہو سکے پیچی آنکھیں کر کے احتراز کر جائے اور
 اگر ضرورت پڑ جائے تو قدر ضرورت سے تجاوز نہ کرے اور باطن سے اس شغل سے شاغل رہے
 از انجملہ ادابِ مذہبہ منورہ سے یہ ہے کہ جب مسجد شریف میں داخل ہو نیت اعتکاف کی کرے
 اگرچہ مدت قلیل ہی کیوں نہ ہو کیونکہ یہ بعض کے مذہب میں جائز اور صحیح ہے اور فضیلت و
 زیادتی ثواب کا موجب ہے اور اس کی رعایت جمیع مساجد کے داخلہ کے وقت ملحوظ رکھتے اور
 اس کی سعی پر راضی نہ ہو۔ اگرچہ یہ عمل آسان ہے لیکن اس کا اثر کافی ہے۔ اس کے بعد وضو
 شریفہ پڑائے اور آنحضرت کے مسئلے جس پر آجکل محرابِ نبی سے تھوڑا دایئیں جانب
 پر دو رکعت نماز بانیۃ تہنیت المسجد ادا کرے اور اس کی قرأت میں طوالت نہ کرے فاتحہ کے
 بعد بطور قرأت قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور سورہ اخلاص پڑھ کر پڑھ کرے۔ اگر مسئلے شریف پر
 جگہ نہ مل سکے تو اس کے قریب ہی پڑھ لے مگر بقدر امکان حصول مکان کی کوشش کرے اور
 اگر برائے فرض نماز تکبیر ہو چکی ہو یا خوف فوتیدگی نماز ہو تو تہنیت المسجد کو ترک کر دے اور صلوٰۃ
 فرض میں شامل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا حمد و تسبیح کا وظیفہ جاری رکھے کہ اس نے ایسی نعمت سے
 مشرف فرمایا ہے اور زیادہ نعمت غفلت رضائے توفیق اور دایرین کی سعادت کے حصول کی استدعا
 کرے کہ یہ ایسی درگاہ ہے کہ اس سے کوئی طالب صادق اور فقیر سائل مردود اور ناامید ہو کر واپس
 نہیں لوٹا۔ بیت۔

کاشا ان تجرم الساجی مکارمہ
 اوفید جمع الحجار مند غیر محترم

نظم

علی بابک العالی مددت بدیر الدجی
 اعیش بها شکرا وافقی بها وجدا
 تدری ما سر الوجد فینا وما ابدا

وَمَنْ جَاءَ هَذَا الْبَابَ لَا يَخْشَى اللَّهَ
 سَلَامٌ عَلَى الْوَارِثِ طَلَعْتَكَ الْتَقَى
 الْمَلِكُ أَنْ تَعْلَفَ عَلَيْنَا بِنَظَرَةٍ

وانت ملاذ العبد یا غایۃ المنی ویاسیدا قد ساد من جاءه عبدا

وانت امداتی وانت وسیلق فیا حبذا انت الوسيلة والقصد

ترجمہ: جو شخص آپ کے دروازہ پر آیا وہ سوال کے رو سے نہیں ڈرتا میں نے بھی آپ کے عالی دروازے پر امید کا ہاتھ پھیلا دیا ہے۔

آپ کے انوار طلعت پر ایسا سلام ہو کہ میں اس کی شکر یہ سے زندگی بسر کرتا ہوں اور اس کے عشق میں جان دیتا ہوں۔ شاید آپ کوئی نگاہ پھیر کر ہماری طرف دیکھ لیں ہم میں وجد چھپا ہے۔ آپ غلاموں کی پناہ میں نہایت حالت امید میں۔ اور ایسے سرور میں ہو کہ جو غلام آیا سرور ہو گیا

آپ امدادہ اور میرے وسیلہ میں کیا خوشی کی بات ہے کہ آپ وسیلہ اور قصد میں۔

علماء کا زیارت روضہ اقدس سے قبل تحیتہ المسجد ادا کرنے میں اختلاف ہے۔ بعض مالکیہ زیارت کو تحیتہ المسجد پر مقدم رکھتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر سُبْحُ النور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے گزرنے کا اتفاق ہو تو زیارت کو مقدم کرنا مستحب ہے اور اکثر علماء کے نزدیک ہر سال میں تحیتہ المسجد مقدم ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک دفعہ میں سفر سے آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا مسجد میں داخل ہوا ہے اور نماز پڑھی ہے۔ میں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ فرمایا: مسجد میں داخل ہو نماز ادا کر اور پھر ہم سے سلام کر۔ اختلاف اس سلام کے خلاف میں ہے جو آداب مسجد و دخول مسجد میں ہے اس لئے کہ وہ تحیتہ المسجد سے مقدم ہے بالاتفاق جیسا کہ بیان ہو چکا اور جواز سجدہ شکر میں بھی تحیتہ المسجد کے پہلے ہو یا پیچھے اختلاف ہے۔ شافعیہ کے نزدیک اگر نعمت متوالیہ دائرہ کے سوا کوئی اور نازہ نعمت حاصل ہو تو جائز ہے اور اس کے جواز میں علمائے حنفیہ کے روایات بھی آئے ہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل شریف سے بھی منقول ہے۔ واللہ اعلم!

تحیتہ المسجد گزارنے کے بعد زیارت کی طرف متوجہ ہوا اور اپنا منہ قبر شریف کی طرف کرے **فعل** اور درگاہ عزت جل جلالہ سے طلب مدد اور امداد کرے۔ اس مقام ضیف اور موقف شریف میں بغیر اعانت و امداد الہی کے قیام ممکن نہیں ہے

فلما اتينا قبر احمد لاح من سناه ضياء نجل الشمس والبدرا
 قمنا مقاما اشهد الله ان الله يذكرنا من فرط هيبته المحشرا
 وجئنا له في شدة من نفوسنا فجئنا العسير او يسرنا اليسرا
 هو البحر لكن سلسيل وان ترو ترو سلسيلك انه لم يزل برا
 فيهديك في سبيل العناية واصلا اليه حتى ترى ذات جها
 هو الكثر كنز الله بيت علومه ومن اودع الرحمن في قلبه سرا

ترجمہ

جب ہم قبر تریف احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہوئے تو ظاہر ہوئی ان کی روشنی سے
 ایک چمک کثیر جس نے سورج اور چاند کو ماند کر دیا۔
 ہم ایسی جگہ کھڑے ہوئے کہ ہمیں نے اللہ کو گواہ کیا کہ وہ یاد دلاتا ہے ہم کو فرط بیت
 سے حشر کو۔

ہم شدت کے درمیان آگے اپنے نفوس سے آگے ہم سب نے سختیوں کو جھیل کر
 انہیں آسان کر دیا۔

وہ ایک دریا میں بلکہ سلسیل میں اور اگر تو بہاں وارد ہوا تو سلسیل کو وارو
 ہوگا۔

پس راہ عنایت کے درمیان ہدایت کرتا ہے۔ اس کی طرف پہنچنے والے ہیں یہاں تک
 کہ تو ان کی ذات دیکھ لے گا۔

وہ اللہ کا خزانہ ہیں اور مرکز علوم الہیہ ہیں۔ آپ وہ ہیں کہ اللہ نے ان کے دل
 میں رازِ امانت رکھ دی ہے۔

حتی الوسع حتی الامکان ظاہر اور باطن میں خشوع و خضوع و وقار و ذات انکار مدینہ بلقہ
 کے درہ درہ سے بدلتے۔ سوائے سجدہ اور مٹی مدینہ کو منہ پر ملتا اور جالی مبارک کو بوسہ دینا وغیرہ
 وغیرہ جن کی شریعت رخصت نہیں دیتی اور ظاہر بیہوش کے نزدیک ادب میں شمار ہے ایسے امور سے

پرسوز کرنا چاہیے بلکہ یقین رکھنا چاہیے کہ درحقیقت ادب رعایت اتباع اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے جو امر اس کے خلاف ہے تو تم باطل ہے۔ ہاں اگر کوئی امر علیہ حال و شوق سے پیدا ہو تو وہ اگر لوگوں کے سامنے نہ کرے تو بہتر ہے اور بعض علما کو اس باب میں اختلاف ہے لیکن مفتی علیہ و منار وہی ہے جو بیان ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلام کے وقت آپ کے حضور میں عظمت سے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر باندھے جس طرح نماز میں کرتا ہے۔ کہ مائی جو علمائے حنفیہ سے ہیں اس مسئلہ کی تصریح کرتے ہیں اور قبیلہ کو بیٹھ کر سمار فصد (چاندی کی کیل) جو دیوار حجرہ شریف میں مقابل مواجرہ شریف کے ہے کے نزدیک اور قبیل کے نیچے کھڑا ہو۔ حجرات شریفہ کو داخل مسجد کرنے سے پہلے سلف اسی مقام پر کھڑے ہوتے تھے کہ اب جس جگہ شباک شریف ہے اور یہ قبر شریف کے موازی تین چار گز کے فاصلہ پر ہوگی سلف سے اسی جگہ وقوف منقول ہے۔ اور منجملہ آداب مدینہ منورہ سے ہے کہ قبر شریف کے سامنے ٹھہرنا اس طرح ہو کہ حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائق طریقہ ادب ہو۔ اب زائرین شباک شریف سے باہر ٹھہرتے ہیں۔ اگر اس کے متصل ٹھہرے یا دور دونوں جائز ہیں اور یقین رکھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی حاضری اور قیام و زیارت سے حاضر و آگاہ ہیں نہ بہت بلندی سے اور نہ بہت پستی سے بلکہ اعتدال سے حیار و وقار سے سلام عرض کرے اور کہے اَسْلَامٌ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ یَا اَسْلَامُ عَلَیْكَ یَا سُوْلَ اللّٰهِ اَسْلَامٌ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ اَسْلَامٌ عَلَیْكَ یَا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ اَسْلَامٌ عَلَیْكَ یَا خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ آخر عبارت تک جو رساں زیارت میں لکھی گئی ہے اور معلم لوگ بوقت زیارت وہ سکھاتے ہیں بعض سلف بزرگان مثلاً ابن عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم اختصار اختیار کیا ہے اور اختصار بھی بمقدار اَسْلَامٌ عَلَیْكَ یَا سُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کیا ہے نقل ہے کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما زیارت کو آتے تھے تو کہتے تھے اَسْلَامٌ عَلَیْكَ یَا سُوْلَ اللّٰهِ اَسْلَامٌ عَلَیْكَ یَا اَبَا بَکْرٍ اَسْلَامٌ عَلَیْكَ یَا اَبَاہُ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ کہتے اَسْلَامٌ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ اور غالب بھی یہی ہے واللہ اعلم!

زیارت میں روزانہ یا بضرورت و تنگی وقت میں کم از کم مقدار اقامت نماز اور اس کے مثل ہوگا

ورنہ وہ مشتاق جس کے دل پر اشتیاق اور سیدہ مدت کے فراق سے پڑھکھکایت ہو جس نے بیابانوں کو قطع کیا اور حضرت حبیب میں پہنچے وہ اتنی مقدار قیام کب اختیار کر سکتا ہے۔ بیت۔

مے لسانے از خدا خواہم در روزِ محشرے

پیش نو تائیاں کنم حالِ شبِ دراز را

اکثر علمائے وقوفِ طویل و بکثیر اختیار کیا ہے کیونکہ حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حضور

میں قیام ایک اعظم سعادت والزم مسئلہات سے ہے۔ حکما قال الشاعر

حمامة جرعی حومة الجندل اصحی فانت بمری من سعاد و مسجع

اے کبوتر وطن خشک حومتہ الجندل کی آواز کر اس لئے کہ وہ ہے کہ سعادت تجھ کو

دیکھتی ہے اور تیری آواز سنتی ہے۔

اگر زائر کو کسی دوست نے اپنی جانب سے سلام عرض کرنے کو کہا ہو تو اس طرح عرض کرے

السَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا رَسُولَ اللہِ مِنْ فُلانِ بْنِ فُلانٍ فُلانِ بْنِ فُلانٍ کی طرف سے سلام ہو آپ پر

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یا لوں عرض کرے۔ فُلانِ بْنِ فُلانٍ یُسَلِّمُ عَلَیْکَ یَا رَسُولَ اللہِ

فُلانِ بْنِ فُلانٍ آپ پر سلام عرض کرتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اس کے بعد دوسری طرف

ایک گز شرعی کے قدر سہ کر کھڑا ہوا اور کہے السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا أَبَا بکرٍ الصِّدِّیقِ یَا صَفِّیُّ

رَسُولَ اللہِ وَتَابِعِیۃً فِی الْفَارِجِ ذَاکَ عَنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرًا السَّلَامُ

عَلَیْکَ عُمَہَ الْفَارُوقِ الَّذِیْ أَعَدَّ اللہُ بِہِ الْإِسْلَامَ ذَاکَ اللہُ عَنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٌ

صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرًا السَّلَامُ عَلَیْکَ مِنْ فُلانِ بْنِ فُلانٍ۔

اگر کسی نے وصیت کی ہو تو مواہب شریف حضرت سید المرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا اور

بطریق سابق پھر سلام عرض کرے اور توسل و تشفع استمداد و استغاثت میں نہایت تذلل و انکسار و

مخضوع و خشوع بجالائے آثارِ سلف سے ثابت ہے کہ جو شخص قبر شریف کے نزدیک یہ آیت پڑھے

إِنَّ أَوْلَیَّہُ وَمَلَائِکَتَہُ یُصَلُّونَ عَلَی النَّبِیِّ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْمًا اس کے بعد

ستبرار کے صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ تو فرشتہ آسمان سے ندا دیتا ہے کہ
 صَلَّی اللہُ عَلَیْکَ یَا قَلَانِ تیری کوئی حاجت نہیں جو آج بر نہ لائی گئی ہو بعض علماء نے کہا کہ آنحضرت
 صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو نام کے ساتھ ندا کرنے کو منع کیا گیا ہے۔ اس طرح کہتا ہے کہ کہے صَلَّی اللہُ
 عَلَیْہِ وَسَلَّم عَلَیْکَ یَا رَسُولَ اللہِ تو مبتدع ہے میں کہتا ہوں کہ یا نبی اللہ کہے تو اچھا ہے کیونکہ نظم
 قرآنی میں توافق ہو گا اس کے بعد اوپر کی طرف آوے درمیان قبر مبارک اور درمیان اسطونہ کے اس
 طور پر کہ سر مبارک کی طرف پیٹھ نہ ہو قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جائے حمد و ثناء و دعا و رود و
 سلام میں مشغول ہو پھر روضہ مبارک میں آئے منبر شریف کے پاس دعا مانگے اس جگہ دعا مستجاب ہوتی
 ہے۔

آداب اقامت مدینہ منورہ میں

فصل

مبطلہ اقامت آداب مدینہ منورہ میں سے ایک یہ ہے۔ غصہ رہائش اس بلدہ شریف کو
 غنیمت جانے، اقامت مسجد و اعکاف کی بابت بہت اور حرص ہی حرص کرے اور حاضری حضور صَلَّی اللہُ
 عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں قساقسم کی خیرات، صدقات، تعمیر اوقات میں صلوة، قیام و صیام اور درود سید انام
 صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو لازم کرے اس بات پر شک نہیں کہ مسجد شریف جس قدر زمان برکت نشان سید
 انس و جان صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں متقی طاعات اس میں بجالانا افضل و اکمل ہے۔

مبطلہ آداب اقامت مدینہ میں سے ہے کہ اگر تو مسجد میں ہو تو تیری نظر حجرہ شریف سے نہ ہٹے
 اور اگر باہر ہو تو اپنی نظریہ شریف پر لگائے رکھے اور نہایت ہی بیعت، تعظیم، تهنوع و تهنوع کی آنکھوں
 سے نگاہ ڈالے کیونکہ قبہ مبارک نگاہ استعجاب میں نگاہ کعبہ کے حکم میں ہے اور نظر بجانب قبہ مبارک
 ڈالنے سے جس قدر نورانیت و ذوق ظہور پذیر ہوتا ہے اور بیرون شہر نظر بقبہ مبارک سے متاقلان
 و الہامان درگاہ کو ذوق حاصل ہوتا ہے اس کا بیان اسی حالت پر موقوف ہے۔ اب اس کی شرح بیان
 میں نہیں آسکتی۔ مصرع۔

ذوق ایں مئے نشناسی بخدا تا پنجشی

اور از نجلہ اقامت مدینہ منورہ سے یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے اگر ایک رات بھی میسر ہو
 اچانکے بیل مسجد شریف میں بسر کرنے کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دے کیونکہ اس رات کی قدر شب قدر

سے کم نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ شعر۔

آں شب قدر گویند اہل خلوت اشبست

شعر

وکل اللیالی لیلۃ القدر ان دنت کما کان یوم اللقا لیوم جمعة

یعنی اگر تو قریب ہو تو سیرات بیل القدر ہے جس طرح یوم ملاقات یوم جمعہ ہے۔

شعر

نَحْنُ فِي حَضْرَتِ الْحَبِيبِ جُلُوسٌ لِقَظْ هَذَا وَلَا مَنَاهُ

يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي مُحِبٌ فَيْدُكَ وَاللَّهُ عَاشِقُ مُسْتَهَامُ

يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي نَذِيلٌ وَنَزِيلُ الْكِتَابِ لَنْسَ يُصَامُ

يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْتَ سَجَائِي وَإِمَامِي نِعْمَ السَّجَّاءُ وَالْإِمَامُ

ترجمہ

ہم درگاہ حبیب میں بیٹھے ہیں۔ بیداری ہے خواب نہیں ہے اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

علیہ وآلہ وسلم میں آپ کو دوست رکھتا ہوں خدا کی قسم ہے میں عاشق شیدا ہوں۔

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے ہاں اگر اتنا ہوں اور سینوں کے ہاں

اثر نہ والا روزہ میں نہیں رہ سکتا۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ میری

امید ہیں۔ آپ میرے امام بہترین امید اور امام ہیں۔

اگر وہاں کی شب باشی میں کچھ تردد ہو اور حکام کے پاس دوڑ دھوپ کا اتفاق پڑے۔

اس کو بھی سعادت وقت اور شرف روزگار سمجھنا۔ حواسی اور خواجہ سرا سے تعظیم و تکریم سے پیش

آنا کیونکہ وہ آنجناب عرش مآب کے خدام ہیں۔ اس کو ایک باوجود شرف اور عظمت شام تصور کرے

اور یہ دوسرا ادب ہے۔

از: بلہ آداب اقامت مدینہ منورہ سے یہ ہے کہ ساکنان و ایالیان مدینہ منورہ کو خواہ وہ

ادنیٰ یا عالی ہوں ہمیشہ نظر عظمت و عزت سے دیکھے کیونکہ انہیں اس سرور ایں وآں صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم سے ایک نسبت و اضافت ہے۔ بیت۔

کفا شرفاً فی مضامین الکیفہ وانی بکرم ادعی دارعی واعرف
یعنی یہ شرف بہت ہی کافی ہے کہ میری انصاف آپ کی طرف ہے اور میں آپ کے
سبب پکارا گیا۔ رعایت کیا گیا اور پہچانا گیا ہوں۔

اور تمہارے لئے ضروری ہے کہ اجل اعمال اور اس رات شریف کا تیرا اسلام عمل کیونکہ تیری
تمام ہی وہی رات ہے تحفہ جات صلوٰۃ بر سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ و اھل التلیات ہی ہو
اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ صَلَوَاتُ اَنْتَ لَہَا اَھْلٌ وَّ سَلَّمَ عَلَیْہِہٖہٗ هُوَ لَہَا اَھْلٌ صَلَوٰۃ نَاشِیۃ
مِنْ عَیْنِ السِّرِّ الَّذِیْ بَیِّنَکَ وَ بَیِّنَہٗ لَا یَخِیْطُ قَدَرُہَا اِلَّا اَنْتَ وَاَلَا هُوَ صَلَوٰۃ هِیَ مِعْرَاجٌ
قُدْسِہٖ وَ سَمِیۡتَہُ السُّبْحَ لَدَیْکَ۔ اور اگر نوم و نعلاس غلبہ کرے تو اس کو دُور کر۔ اس قدر کیفیت
و وجد بہم پہنچا کہ بنید پاس ہی نہ پہنکنے پائے۔ وحاشا و کلا کہ مشتاق جمال بالکل حبیب ربّ تمنا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیر آل کو اس درگاہ با عظمت و عزت و بلال میں بنید آئے۔ مصرعہ۔
قرار چسیت صبوری کلام و خواب کیا

شعر

گفتی ام در خواب اوتا بینش اندر خیال
ایں سخن بیگانہ را گو آشنایا خواب نیست

اور اس صاحب دولت کی خدمت میں جو سعادت و اقبال اس شب وصال کا پاوے میری التماس یہ
ہے کہ اس فریقہ جمال محمّدی و شفیعہ کمال احمدی بیمار فراق متر یا اشتیاق کو فراموش نہ کرے اور اگر
اپنے سے خبر باقی رہے تو اس دیوانہ کو ضرور یاد فرمائے۔ شعر۔

چو با حبیب نشینی و بادہ ہمیالی بیاد آر محبان بادہ پیارا

اگر تو اعتقاد کرے تو تجھے بھی اس فقیر نے اپنے وقت (حاضریٰ روضہ اقدس) میں یاد کیا ہے۔ اگر
تمہیں شک ہو تو اس جناب سے دریافت کر لو ممکن ہے تمہارا شک رفع ہو۔ سبحان اللہ کہاں تھے
اور کہاں آگئے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَا فِیْ بَعْدِ مَا اَمَاتَ نَبِیُّہِ الشُّوْر۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔

از انجملہ آداب اقامت مدینہ منورہ سے یہ ہے کہ دل و اعضا و زبان کو مسجد شریف

میں نے سے باہر جانے تک ان پر مکروہ و ملامت اولیٰ و افضل امور کو نگاہ میں رکھتے اور ہمیشہ تصور و ملاحظہ یہ رکھے کہ کس حضرت کے حضور میں حاضر ہے اپنے ظاہر و باطن کو اس کا نصب العین بنائے اگر کوئی شخص اس کے حال میں مزاحم ہو کہ اس کے ساتھ بیٹھنا اور ہم کلامی موجب فحور نسبت حضور می کا باعث ہو تو اپنے آپ کو نہایت ہی لطیف حیلوں سے اس سے چھڑائے اور بقدر ضرورت ہم کلامی و حصول مقصد پر اکتفا کرے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَتَقَبَّلْ مِنَّا مَا عَمَلْنَا بِفَضْلِكَ وَكَرَمِكَ وَاجْبُرْ مَا قَاتَ عَنَّا بَعْفُكَ وَجَلْبِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ۔

از انجملہ آداب اقامت روضہ اقدس کے یہ ہے کہ بعض غوام الناس کجھو رصیانی مسجد شریف میں کھاتے ہیں اور گھنٹیوں کو بھی مسجد میں ڈال دیتے ہیں اس سے باز رہ۔ کیونکہ یہ فعل رعایت تنظیم نگاہ داشت ادب مسجد سے دور ہے اور بیشک وارد ہوا ہے کہ مسجد کو تھوڑی سی چیز سے ایذا جوتی ہے جو اس میں پڑ جائے جس طرح آنکھ معمولی خس کے پڑنے سے دکھنے لگی ہے اور اس ادب کا ذکر تصنیفات کتب آداب زیارت میں ملاحظہ ہو۔ شاید قدیم زمانہ میں مخلوق کی عادت ہو مگر اب یہ دیکھنے میں نہیں آئی۔ شاید اگلے لوگ اصحاب حقہ کے فعل کو اپنے فعل کی سند ٹھہرانے ہوں کہ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقیمان بارگاہ تھے۔ مسجد ہی میں رہتے تھے اور مسجد ہی میں کجھو ر وغیرہ فروش فرمایا کرتے تھے۔ واللہ اعلم!

از انجملہ آداب اقامت روضہ اقدس سے یہ ہے کہ پہلے مسجد شریف میں اگر ایک مخصوص جگہ پر قریب روضہ شریف کے اپنا مصلے بچھا کر مخصوص کر کے لوگوں پر چکر نہ تنگ کرے بلکہ اگر فضیلت اور ثواب حاصل کرنے کا حرص ہو تو سب سے پہلے آئے اور بیٹھ رہ۔ علماء کو اس فعل کے منع اور کراہت میں بہت سخن ہے اور وہ اس فعل کی کراہت کا فتویٰ دیتے ہیں اور یہ بھی اسی حکم میں ہے کہ پہلے دروازہ مسجد شریف کھلتے ہی کچھ لوگ جو باہر دروازے پر آکر پہلے ہی منتظر بیٹھتے ہیں وہ وقتہ "دور پڑتے ہیں اور پہلی صف میں جگہ گھیر کر اپنی اپنی جگہاں میں ڈال کر زیارت شریف کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور آداب اور سکینہ و وقار کو کہ خصوصاً اس مسجد شریف میں داخل ہونے کا ہے چھوڑ دیتے ہیں بلکہ بعض تو بہت غایت حرم تعین مکان اور اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے تار میں رہتے ہیں قریب

کے مقید بھی نہیں ہوتے اگر ہوتے بھی میں تو بہت جلدی اور عجلت ہے۔ شعر
 اَدْبُوا النَّفْسَ اَيْهَا الْاَلْحَمَابُ فَاِنَّ طُغْرَى الْعِشْقِ كُلَّهَا آدَابُ
 لوگو اپنی جانوں کو ادب سکھلاؤ۔ حالانکہ عشق کے تمام طریقے ہی ادب پر منحصر ہیں۔
 نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْهَفْوَةِ وَالْخَفْلَةِ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْغَافِلِينَ۔

از انجملہ آداب مسجد شریف میں سے یہ بھی ہے کہ اس میں نہ تھوکے۔ اس کے حرام پر فتویٰ ہو
 چکا ہے یہ جو کتب میں ہے کہ تھوک کو دفن کر دینا اس کا کفارہ ہے۔ بسکی جو علمائے شافعیہ کے
 اعظم علماء میں سے ہیں کہتے ہیں کہ اس سے یہ مراد ہے کہ دفن قاطع گناہ و مانع اس کی ہمیشگی کا ابتداء
 سے اس وقت تک کا ہے رافع و ماحی (مٹانے والا) گناہ کا ابتداء نہیں۔

رسالہ قشیریہ میں جو روایت حضرت سلطان بایزید بسطامی قدس سرہ کی ہے کہ آپ ایک آدمی
 کو ملنے گئے اچانک اس آدمی نے مسجد میں تھوک ڈال دی۔ آپ فوراً واپس چلے آئے اور اس کی
 ملاقات نہ فرمائی۔ یہ حکم نام مسجد کے لئے ہے۔ مسجد شریف ختم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تو ذکر ہی
 جدا ہے کہ وہ اعظم المساجد ہے جمیع احوال میں تھوک کا حکم یہی ہے کہ اسے بائیں پاؤں کی طرف نیچے
 ڈالنا چاہیئے قبلہ رخ اور بائیں طرف تھوکنے سے پرہیز کرے۔

از انجملہ آداب قیام مدینہ منورہ میں سے یہ بھی ہے کہ ختم قرآن مجید میں تفسیر نہ کرے کیونکہ مدینہ
 منورہ اس کے نازل ہونے کا مقام ہے اور جبریل امین علیہ السلام کے اترنے کا درجہ بھی ہے ختم
 قرآن کم از کم ایک تو ضرور ہو اگر ہو سکے تو ایسی کتاب کا مطالعہ جس میں ذکر شمائل و فضائل حضرت
 سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ و الکرل التعلیمات مندرج ہو ضرور کرے کیونکہ ایسی کتاب کے مطالعہ
 سے فضائل نبویہ کا علم اور شوق لقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی تعظیم کا مادہ زیادہ قوی
 ہوتا ہے

از انجملہ آداب قیام مدینہ منورہ سے یہ بھی ہے کہ مدت اقامت مدینہ منورہ جہاں تک ہو سکے
 قیام عبادت و صیام سے گزارے خصوصاً موسم گرما ہو تو گرم آب و ہوا کا ذوق بھی جو اہل ایمان کے
 لئے دل آرائی کا باعث ہے حاصل کرے۔

از انجملہ آداب اقامت مدینہ منورہ سے بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت تشریف

کے بعد جنت البقیع جہاں مزارات آل و اصحاب کرام و اہل بیت المؤمنین و اتباع و دیگر علماء و صلحاء امت کے ہیں اور مزار شہداء رحمہم اللہ البقیہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم اجمعین زیارت مسجد قبا و دیگر مساجد شریفہ اور تمام مکانات و آثار شہداء ابراہیم علیہ وآلہ وسلم کی زیارت مقدسہ کو غنیمت جانے۔ ان کے متعلق ہم نے اسی کتاب میں کچھ نہ کچھ تحریر کیا ہے۔ لیکن

اب سوال یہ ہے کہ آیا زیارت سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتعلیمات کے بعد روزانہ زیارت البقیع کو فی چاہیے یا جمعہ کے روز جس طرح آجکل رسم ہے امام نووی اور ان کے تابعین اس پر ہیں کہ ہر روز کرے اور بعض علماء دین اس مسئلہ میں مناقشہ میں ہیں کہ اس کی کوئی مستند دلیل نہیں ہے شیخ ابوالحسن بکرمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ زیارت قبور سنت مؤکدہ ہے اور یہ ہر روز کو شامل ہے اس کی غایت یہ ہے کہ جمعہ اوکد و افضل ہے۔

ازانجلہ آداب اقامت مدینہ منورہ سے یہ بھی ہے کہ جتنی بار قبر شریف گزرنے کا اتفاق ہوا اگرچہ یہ اتفاق مسجد شریف سے باہر کا بھی کیوں نہ ہو کھڑا ہو سلام کرے اور صلوٰۃ پڑھے اگرچہ ایک دن میں اس کا گزرنہ کئی بار ہی کیوں نہ واقع ہو۔ کہتے ہیں کہ سلف سے ایک آدمی اس ادب کے ترک کی وجہ سے خواب میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عتاب میں آگیا تھا اور صوفی داخل مسجد شریف میں ہر حاضری کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام عرض کرے اور اس کے بعد بیٹھے اور مواجہہ شریف سے مشرف ہو کر طریق زیارت بجالائے تو افضل و اکمل ہوگا۔ جمیع مذاہب ثلاثہ میں سوائے مذہب حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے کثرت زیارت کو مستحب نہیں رکھتے چنانچہ ہم نے اس کے متعلق پہلے بیان کر دیا ہے۔ بااصل اور خلاصہ جمیع آداب کا یہ ہے کہ رعایت تعظیم و مہابت استغراق و حضور و شوق و محبت و طاعت و عبادت اور خیرات حفاظت قلب و جوارح ظاہر و باطن میں اور مدت اقامت کو غنیمت جاننے کا اعتقاد ملحوظ رکھنے کہ خلاصہ عمر صرف یہی ایک مدت ہے اسے نہایت سے مکمل اور اتم وجہ پر افضل طریق سے گذارے اور ایک لمحہ بھی توجہ و حضور سے غافل نہ ہو اور پیاس طلب و تردد و طریق ادب سے فارغ نہ بیٹھے چنانچہ کسی نے کہا ہے۔ بیت۔

تاویدہ رخت عمری سو دای تو در زیدہ ام فارغ ز تو کے باشم انوں کہ ترا دیدہ ام

اور اگر تیری طرف سے جذبہ محبت قوتی ہے تو تجھے اور تیرے خیالات کو غیر کی طرف ہرگز نہ جانے دے گا۔ بیت۔

بآنجہ دلم قرار گیر دے تو ! آتش بمن اندر زن و آنم بستان
اور تمام آداب سے ایک نہایت اہم ادب ہے کہ جس کو بعض عوارضات کی وجہ سے اس کی رعایت میں قصور واقع ہوتا ہے۔ یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے رہنے والوں کے ساتھ محبت و رعایت تعلیم پر عمل حسب مراتب کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرے تا بعد یکہ نسبت جوار صوری پر کوئی مرتبہ و تفصیل زیادہ نہ رکھتا ہو بلکہ ہر چند فنی و فجور و بدعت اور سارے اقسام گناہ سے مطعون بھی ہو اس واسطے کہ شرف جوار حضرت سیدالابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی ہے اور یہ شرف کسی مصیبت و بدعت سے زائل نہیں ہوتا۔ اور حسن خاتمہ اور عفو تقصیرات و مقصرت سے محروم نہیں کرتا۔ بیت۔

فَيَا سَاكِنَ الْكَثَافِ طَيِّبَةَ كَلْكُلُ إِلَى الْقَلْبِ مِنْ أَجْلِ الْمَيْبِ حَيْبِ
اے مدینہ کے گرد و پیش رہنے والو تم تمام کے تمام میرے دل کو حبیب کی وجہ سے محبوب ہو۔ نظم۔

سأرى المجنون في البیداء كلها فمدله من الاحسان ذیلا
فلا موه علی ما كان منذ وقالوا له مسحت الکلب نیلا
نقال دعوا الملامة ان عینی سأتد مدرة فی حی نیلا

ترجمہ

مجنون نے بیابان میں ایک کتے کو دیکھا۔ پس اس کے واسطے احسان کی خاطر دام بچھایا
وہ لوگوں نے اسے اس فعل پر ملامت کی۔ وہ بولے تو نے کتے تو کیوں چھوڑا
پس اس نے کہا کہ ملامت چھوڑو۔ میں نے اس کتے کو ایک دفعہ کو پھر نیلا میں اپنی
آنکھوں سے دیکھا تھا۔

شعری

بوا افسو لی گفت اے مجنون خام
پور سگ دائم پلیدی سے خورد
ایں چر شیدا است ایں کہ می آری مدام
مقصد خود را بلب می استرو

عیبہائے سنگ پسے او بہر شمر
عیب داں از عیب اولوے نبرد
گفت مجنوں تو ہمہ نقشی و تن
اندر آبنگر شبے از چشم من
کیں طلم بستہ مولا ست این
پاس بان کوئے یللی است این

اور جو اس ادب واجب الاحرام کی رعایت میں قدم پھیلنے کی جگہ ہے بعض شریعوں اور خادمانِ حرم کا حال ہے کہ بعض بدعات اور تقصیرات کے ساتھ منسوب ہیں۔ ضروری ہے کہ ان کی طرف بھی نسبت قرب جوارِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر حقارت سے نہ دیکھے اور اعتقاد کرے کہ نیکوں میں بد بھی چھپ جایا کرنے میں ملاحظہ سرشار قول حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شانِ بدر میں باوجود صدور بعض تقصیرات کے۔ مخالفت کے وقت بشارت اور نرمی کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور گالی گلوٹھ اور سخت کلامی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتے۔ اس لئے کہ دنیا باوجود دالین کے عاق (نافران) ہونے کے بھی استحقاقِ ورثہ اور صحبتِ نسبت سے باہر نہیں نکل سکتا اور گمانِ نیک حضرت صدیق و فاروق اور دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں یہ ہے کہ ہر اس چیز میں کہ ان کے حق میں متعلق ہے سوائے عفو کر دینے کے اولادِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہائے نہیں رکھتے تو گمانِ نیک رکھ اور حق کو اہل حق پر چھوڑ اور شفاعتِ محمدیہ اگر گنہگارِ اہل بیت نبوت و رسالت میں درکار نہ ہو کہ جن کے ظاہر کرنے کی طرف ارادہ الہی جل جلالہ متوجہ ہے تو پھر اس سے زیادہ اور کونسا محل ہوگا اور بعض مشائخ رحمہم اللہ نے اس آیت سے ایسا سمجھا ہے کہ اہل بیت نبوت میں سے کوئی شخص دنیا سے انتقال اس وقت نہ کرے گا جب تک نجاستِ منہوی سے پاک نہ ہوگا۔ خواہ اس کا سبب حقوقِ مرض ہو خواہ کوئی اور صعب امر کفرِ سیئات یہ تو ترجمہ ہے کلام بعض علمائے مکہ معظمہ کا اس کتاب کے جو آداب زیارت میں تصنیف ہوئی ہے۔ بعبارة کلام سہمی وغیرہ اس ادب کے محل رعایت ہیں اس کے ساتھ موافق ہے۔ واللہ اعلم!

زیارت سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام و زیارت مساجد و مشہدہ عظام سے
فصل فراغت کے بعد تیرا رجوع دہن مالوف کو اپنے خویشاں کی طرف ہوگا۔ اب تہیں وداع
مسجد شریف نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و نماز دو عام صلائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا جو جگہ
اس کے قریب ہے سے کرنی چاہیئے اس کے بعد زیارتِ قبر مقدس مطابق آداب زیارت سے وداع

کرے۔ اپنی اور اپنے دوستانِ زمان کے حصولِ سعادت کے لئے دُعا کرے اور اللہ جل شانہ سے قبولیتِ حج و زیارت کی دعا طلب کرے اور دُعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور اپنے حبیب کے طفیل سے بہ صحت و سلامت واپس وطنِ ہنپائے اور بال بچوں کو اچھی طرح دکھائے اور یہ دُعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هَذَا الْبَرِّ وَالتَّقْوَى وَمِنْ الْعَمَلِ مَا نَحِبُّ وَتَرْفَعُنِي اِلَيْهِمْ لَا تَجْعَلْ هَذَا الْخَرَاءَ الْعَهْدَ بَيْنِيْكَ وَمَسْجِدٍ وَحَرَمٍ وَكَيْسَرٍ اِلَى الْعَوْدِ اِلَيْهِ وَالْعُكُوفَ لَدَيْهِ وَارْزُقْنِي الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَرِدِّ اِلَى اَهْلِنَا سَالِمِيْنَ عَافِيْنَ اٰمِيْنَ ! اور آثارِ قبولیت و علامت حصولِ دعا کی گریہ و غلبہِ الحاح اس وقت ہے بلکہ گریہ و زاری جمیع اوقات میں باعثِ ذوق و نشانِ امید واری ہے۔ بیت۔

ایں لم باغِ ست و چشمِ ابرو ش امیرِ گریہ باغِ خند و شاد و خوش
ذوقِ خند و دیدہ اے خیرِ خند ذوقِ گریہ بین کہ بہتِ ایں کانِ قند
بوشنی مانہ باشی بھچو شمع گرفت و باری تو بھچو شمع و صبح

تاناگہ دیداہہ کے خند و چمن

تاناگہ یہ طفل کے یا بد لبں !

اگر گریہ غلبہ نہ کرے تو اپنے آپ کو رولانے کی کوشش کرے کچھ دردِ انگیزِ فضا میں یاد کرے اور بے اس مقام پر فرمانِ وجہ سے علامتِ قبولیت ہے اگر تھوڑا سا سرِ رشتہ محبت اور علاقہ دوستی رکھتا ہو گا تو رولانے کی تجھے احتیاج نہ پڑے گی۔ بیت۔

وہلے از سنگ بیاید بر راہ و دل کہ تحمل کن دآن لحظہ کہ محملِ بود

نظم

احسن اِلَى زِيَارَةٍ حَتَّى كَيْسَلِي وَعَهْدِي مِنْ نِيَّاسٍ تَهَامِيَّتِي
وَكُنْتُ اَعْلَى قُرْبِ النَّارِ لُطْفِي لِهَيْبِ الشُّوقِ فَارْتَوَا وَاللَّهْيَبِ
میں کوچہ یلی کی زیارت کی طرح "الہ کرتا ہوں اور میرا عہد اس کی زیارت کے قریب
ہے میں گمان کرتا ہوں کہ قربِ الدارِ آتشِ شوق کو بجھا دے گا مگر محبت کے شعلوں
نے تو بجھ کر اور ہی زیادہ کر دیا۔

اس کے بعد نہایت غمناکی حسرت اور حزن میں مالی میں مناسرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی اس طرح وداع کرے مگر وداع کے وقت جہاں تک ہو سکے تصدیق تفسیر کرے اور اللہ علما اس بات پر ہیں کہ خاکِ پاک مکہ و مدینہ سے خشت و ٹھیکریاں اور کنکر و پتھر نہ اٹھائے مگر خاک سے تنفیہ اور بعض شافعیہ کے نزدیک جائز ہے۔ بہر تقدیر بدیہ جات مثلاً پھل اور پانی کہ موجب سرور اہل و اخوان ہے جمع کرے اور بہتر ہے کہ بغیر اس کے اس میں تکلف کو دخل نہ دے اور سفر سے آنے والے کو اہل و عیال اولاد کے لئے تحائف لے جانے کی بابت آثارِ موکدہ و اخبارِ صحیحہ وارد ہوئی ہیں اور وقتِ رجوع ان تمام آداب کو ضرور ملحوظ رکھے جو آمد کے وقت کے لئے ہم نے بیان کئے ہیں جب اپنے شہر کو مشرف ہو تو یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ خَیْرَ حَاوِیْ خَیْرَ اَهْلَیْہَا وَخَیْرَ مَا فِیْہَا وَاعُوْذُبُکَ مِنْ شَرِّہَا وَشَرِّ اَهْلَیْہَا مَا فِیْہَا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لَنَا بِہَا قَرًا وَاَسْرًا قَاسًا اور جب شہر میں آئے تو پڑھے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِیْکَ لَہٗ کُلُّ الْمُلْکِ وَکُلُّ الْحَمْدِ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اٰمِنُوْنَ تَاٰمِنُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِذِیْہِ الْحَمْدُ وَاَلَا اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ وَحْدَیْ وَوَعْدُہٗ وَکَصْرِ عِبْدُہٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ وَاعَزَّ جُنْدُہٗ فَلَا شَیْءَ بَعْدَہٗ چاہیے کہ اپنے صبح پہنچنے کی خبر مالِ بچوں کو پہلے سے پہنچوا دے اور یکایک نہ آجائے اور رات کو بھی نہ آئے اور بہتر بن اوقات و وقتِ پاشت ہے یا سہ پہر کو رات ہونے سے پہلے پہنچے گھر آنے سے پہلے مسجد میں جائے اور دو رکعت نماز ادا کرے مگر وقتِ مکروہ نہ ہو اور دعا مانگے اور سلامتی سے پہنچنے کی نعمت کا شکر ادا کرے اور پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ رَزَقَنَا مِنْہٗ وَجَلَّلَہٗ ثُمَّ الصَّالِحَاتِ اور جو جو بھی سامنے آئے اس سے مصافحہ کرے اور اگر معاف کرے تو بھی جائز ہے جب تک ملاقات کرنے والا سیر نہ ہو بغل گیر رہے۔ نقل ہے کہ سفیان بن عیینہ جو شیخِ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مصافحہ کیا اور کہا میں معاف بھی کرتا اگر بدعت نہ ہوتی۔ سفیان نے کہا معاف ہے اس ذات نے کیا جو ہم اور تم دونوں سے بہتر ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معاف حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا اور ان کا بوسہ لیا جس زمانہ میں وہ حبش سے آئے تھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ مخصوص ہے جعفر کے ساتھ حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہیں۔ عام ہے ہمارا اور

جعفر کا حکم ایک ہے اگر ہم صالحین سے ہوں اور فرمایا کہ تم مجھے اذن دیتے ہو کہ تمہاری مجلس میں حدیث بیان کروں، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہاں بیان کرو، میں نے تمہیں اذن دیا۔ پس حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث بیان کی اس سند سے جو آپ کی مثنیٰ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سکوت فرمایا یہاں حضرت قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا سکوت قول حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی تصویب ہے جب تک کوئی دلیل تخصیص جعفر رضی اللہ عنہ کی قلم نہ ہو یہ مختص نہیں ہو سکتا۔ انتہی کلام قاضی اور حضرت جعفر کی عدم خصوصیت پر دلیل حدیث ترمذی قائم ہے۔ روایت ہے کہ زید بن عارثہ سفر سے واپس ہوئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے اور اپنی چادر مبارک کھینچتے ہوئے چل کر ان کو ملے اور معاف فرمایا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ بعض مالکیہ اس طرح کہتے ہیں کہ اگر کوئی مرد عالم یا صالح یا ثلث آجائے تو اس کے ہاتھوں کو چومنا بھی درست ہے۔ چھو لے لڑکے یا رُک کی مانند اور سارے اعضا کو چومنا اگرچہ وہ سرے کا پتہ بھی کیوں نہ ہو سنت ہے اور جب گھر آئے دو رکعت نماز ادا کرے اور اللہ تعالیٰ کا شکر حمد و ثناء بجالائے۔ اپنے اہل و عیال اولاد و اطفال کی فراغت کے بعد باہر آئے۔ محلہ کی اس مسجد میں جو اس کے گھر کے قریب ہو بیٹھ جائے اگر کوئی دوسرا مکان ہو تو بھی جائز ہے تاکہ لوگ اس کے سلام و زیارت کو آئیں اور جو بھی سامنے آئے اس سے بشاشت اکرام لطف و شفقت تواضع سے پیش آئے اور دعا کرے خصوصاً شہر میں داخل ہونے سے پہلے۔ مسافر اور خاص طور پر حجاج کی دعا گھر پہنچنے سے پہلے مستجاب ہے۔ اگر قفل منکثر مثلاً "دُفوف یا مدامیر کا بچنا تو انہیں منع کر دے خلاصہ جمیع آداب و رُوح مناسک و عمدہ افعال و افضل اوضاع کا یہ ہے کہ بعد از یُوح اس سفر مبارک میں عزم تہجد توبہ اور احتیاط تقویٰ کرے اور تحصیل محاسن میں نہار و باطناً کوشش کرے جس طرح کہتے ہیں کہ

حج مقبول کی علامت یہ ہے کہ جیسے گیا تھا اس سے بہتر ہو کہ پھر اس کی دلیل علامت یہ ہے کہ اس کا حرص اتباع سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہو اور محبت دنیا و اہل دنیا سے اس کا دل ہر دو ہوا کے اور محبت آخرت میں سرگرمی حاصل ہو اور خدا بچائے۔ خدا محفوظ رکھے کہ حاجی ہو کر گناہ کرے اور گناہوں کے قریب پھٹے اور یقینی کرے **كَانَ الشُّكُّ أَشَدَّ مِنْ الْمَرَضِ وَ** **أَعْوَدُ بِاللَّهِ مِنَ الْخَوَافِ بَعْدَ الْكَوْفِ**۔ اس لئے کہ عود مرض سے اشد ہوتا اور ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ

مانگتے ہیں نقصان سے بعد نیا دتی کے، اگر بعض ابواب خیر میں اپنے پروردگار سے عہد کرے تو اس کے وفا کو لازم سمجھے کیونکہ خدا سے نقص عہد کار کا انجام اچھا نہیں۔ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَمُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا پس جس نے عہد کو توڑا اس نے اپنی جان کو توڑا اور جس نے عہد کو پورا کیا جو اس نے خدا سے کیا تھا غنیمت اللہ اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ وَمِنَ الْمُتَوَفِّيْنَ اور توفیق اللہ تعالیٰ کے بس ہے۔

سترہواں باب

فضائل درود شریف اور اس کے متعلقات کے بیان میں

تمہیں جاننا چاہیے کہ حصول برکات و بلند می مراتب کے واسطے درود شریف سے اعظم وسیلہ کوئی نہیں ہے۔ دن ہویا رات صلوٰۃ و سلام سید الانام کی ذات بابرکات پر بھیجا ضروری ہیں۔ اس لئے کہ ثمرات و احکام و اذقات کے متعلق ضروری عرضداشت صورت فصول میں بیان کرنے میں تو جان کہ فوائد و نتائج صلوٰۃ نبویہ علیہا کمل الصلوٰۃ و التعمیۃ خارج از حد و حصر ہیں۔ ان کو **فصل** احاطہ بیان میں لانا بہت مشکل ہے بعض علماء و حفاظ حدیث نے ان تمام کو جو احادیث صحیحہ و روایات حسنہ سے ثابت ہوئے ہیں ضبط کر کے ضمیمہ بیان کی ہیں بعض ان فوائد میں سے نتیجہ اصل درود نہیں۔ اور بعض ایک عدد خاص پر مرتب ہیں۔ بعض کا اثر و کیفیت خاص ہے۔ بعض وقت معین پر مخصوص ہیں بعض کے لئے حالت معین ہے اور بعض ایک حالت خاص کو لازم ہیں۔ ان میں سے کچھ ان سطور میں تحریر کئے جاتے ہیں۔

فوائد صلوٰۃ سید الکائنات علیہ افضل الصلوٰۃ امتثال امر الہی ہے عزہ اسمہ اور ذات سبحانہ کی موافقت ہے اور موافقت ملائکہ ہے اور صلوٰۃ و سلام بر سید الانام منطوق آیہ کریم اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَاٰ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔ اے ایمان والو!

تم بھی درود بھیجوان پر اور سلام حق سلام بھیجنے کا ہے ایک درود کے بدلے میں وہ ذات
 واسب الطیات جل و علا دس بار درود دس بلند مرتبہ جات دس حسنت اور محد دس گناہ اور بعض
 احادیث میں دس بندگان خدا کے آزاد کرنے کا ثواب اور میں غزوات کی شمولیت کا ثواب بھی واقع
 ہوا ہے اور بعض احادیث میں درود موجب اجابت دعا شہادت شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کا وجوب قرب سید الانبیاء باب جنت پر شرف شانہ بشانہ ہونا محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم دوسروں کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لاحق و قریب ہونے کا فخر روز قیامت میں
 اور روز قیامت آپ کا اس شخص کے جمیع امور کا متولی ہونے کا شرف ہی درود شریف پڑھنے
 والے کو حاصل ہے۔ بعض احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ درود جمیع بہات کو کافی اور جمیع مآبیا
 کی تکمیل جمیع ذنوب کی مغفرت جمیع سنیات کا کفارہ درود ہی ہے اور ایک قول کے مطابق قضا فرلین
 کا کفارہ بھی درود شریف ہے۔ تمام مقام صدقہ بلکہ صدقہ سے افضل درود ہے۔ درود شریف سے
 مستحیائے ملتی ہیں بیماریوں سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ خوف مبتلا ہے ظلم سے نجات حاصل ہوتی
 ہے۔ دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی اور اس کی محبت دل میں پیدا
 ہوتی ہے ملائکہ اس کا ذکر کرتے ہیں اعمال کی تکمیل ہوتی ہے دل و جان ذات و مال کی پاکیزگی حاصل
 ہوتی ہے۔ انسان مفرح الحال ہو جاتا ہے۔ برکتیں حاصل ہوتی ہے۔ اولاد در اولادنا طیفہ چہام تک
 برکت ہوتی ہے۔ احوال قیامت سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ سکرات موت میں آسانی ہوتی ہے۔ دنیا
 کے مہملات سے خلاصی ملتی ہے۔ بیونگام کی تنگی دفع ہوتی ہے۔ بھولی ہوئی چیزیں یاد آتی ہیں۔ فقر اور
 حاجتیں دور ہوتی ہیں۔ نخل وجفا اور دعارغم الف سے نخلیص ہوتی ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے
 جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہ پڑے وہ نخل ہے اور گویا اس نے مجھ پر جفا کیا ہے اور
 اس پر دُعا کی جاتی ہے۔ رُغم الف کا معنی ناک کا خاک میں مل جانا۔ مجلس پاک ہوتی ہے۔ ملائکہ
 قاریین درود شریف کو گھیر لیتے ہیں۔ اہل درود کے پہل حراط پر گزرنے کی وقت نور پھیل جاتا ہے
 اور وہ اس بول میں ثابت قدم ہو کر نجات آنکھ چھپکنے میں پا۔ مہاتا ہے۔ بخلاف تارک صلوة
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ائمہ واعظم رعایت یہ ہے کہ درود شریف پڑھنے والے
 کا نام حضور فالض الثور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لیا جاتا ہے۔ شعر۔

لَكَ الْبَشَارَةُ فَاتْلَعْ مَا عَلَيْكَ لَقَدْ
تجھے خوشخبری ہو تیرا بوجھ نہج سے اتر گیا اور بیشک تو ذکر کیا گیا اس دبارِ عالی
میں اس کے باوجود اس کچھ دی کے جو تجھ میں ہے۔ بیت۔

جانِ می دہم در آرزوئے قاصدِ آخر باز گو
در مجلسِ آن نازنین حرفے کہ اندامی رود

حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت زیادہ موقی ہے محاسنِ نبویہ دل میں گھر کر جاتی
میں اور کثرتِ درود شریف سے خیالِ پاک صاحبِ لواک اٹھ میں متخیل ہو جاتا ہے اور درودِ برصفت
حضورِ ماسل ہو جاتا ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ۔

شعری

هَوَ شَوْقَ عَنْ قَلْبِي تَدْرِي فِي وَسْطِهِمْ
ذِكْرُكَ فِي سَطْرِهَا وَالتَّوْحِيدُ فِي سَطْرِهَا

اگر میرا دل پیادِ اجائے تو تو اس میں ایک سطر پر تیرا ذکر اور ایک سطر میں توحید ہوگی

نہ محبتِ مسلمانانِ حاصل ہوتی ہے اور روزِ قیامت آپ کی ذات سے مصافحہ حاصل ہوتا ہے۔
خواب میں روئے جمالِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل ہوتا ہے۔ فرشتے اس کو مر جہا کہتے ہیں اور محبت
رکھنے میں فرشتے اس کے درود شریف کو سونے کی قلموں سے چاندی کے تختوں پر رکھیں گے اور درود
شریف پڑھتے والے کے لئے دعا اور مغفرت چاہتے ہیں اور فرشتگانِ سیاحین اس کے درود شریف
کو حضرت رسالتِ پیادہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں پڑھتے والے اور اس کے باپ کے نام
سے درود شریف پیش کرتے ہیں مثلاً یوں عرض کرتے ہیں کہ عبدالحق بن سیف الدین یتیم علیہ
یَا تَرَسُوْنَ اَللّٰہُ اور درود شریف کے اعظم فوائد والم رغائب سے یہ ہے کہ جوابِ سلام سے حضورِ سرور
کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود مشرف فرماتے ہیں جواب کی سنتِ مستمرہ اور دائمی ہے ایک ادنیٰ غلام
کے لئے اس سے بالاتر سعادت اور کونسی ہو سکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عکسِ خیر و سلام
اس کے شامل مال ہو۔ اگر تمام عمر میں صرف ایک بار بھی یہ شرف حاصل ہو جائے تو سزاوارہ یا گونہ کرامت
ونہیر و سلامت کا موجب ہے۔ بیت۔

بہر سلام ممکن زبیر در جوابِ آل لب
کہ صد سلام مرا بس یکے جواب تو

اس سعادت کا حصول یقینی ہے جہاں شک و شبہ کو دخل نہیں کیونکہ بعد ثبوت تحقیق حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ثبوت مسنونیت بلکہ فرضیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے چنانچہ آپ کے شمائلِ کرمیہ میں سے ہے کہ **كَانَ يُبَادِرُ بِالْتَّلَهِرِ** آپ سلام فرمانے میں سبقت کرتے تھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ضرور آپ مبارک و مبالغہ تر ہوں گے اور اس سخن سے ایک دوسرا نکتہ و دقیقہ معلوم ہوا ہے کہ نادر اوقات زیارت اپنے سلام کے عوض کرنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے مشرف بسلام ہو چکا ہے اور بعد عرض سلام کے اور بھی زیادہ جواب سلام کی سعادت سے مشرف ہو گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف بھیجنے کے فوائد میں سے ہے کہ فرشتگان اس کے گناہ کھنہ سے تین دن تک رُکے رہتے ہیں اور وہ آدمیوں کو اس کی غیبت سے باز رکھتے ہیں اور وہ قیامت کے روز عرشِ معلیٰ کے سایہ میں ہو گا اور اس کے اعمال کا پلڑا درود شریف کی برکت سے بھاری ہو گا۔ روز قیامت پیاس قیامت سے محفوظ ہو گا۔ پیمشت میں اس کو بہت سی حوریں بیاسی جائیں گی۔ دنیا و آخرت میں اسے رشد و ہدایت حاصل ہو گی۔ درود شریف بھی ذکر الہی پر مشتمل ہے۔ اس کے شکر کا متعین و معرفت حق کی اسے نعمت حاصل ہوتی ہے کیونکہ اس میں بھی اطہارِ عجز و ادائیگی حق رسالت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تولیت اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ثابت درود ہی سے ہوتا ہے اور آپ کی زیارت شریف و رفعت شان کا بیان واضح ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سوال و طلب کو جو آپ کے غلام سے ظہور پذیر ہوا ہے بہت دوست رکھتے ہیں اور جب بندے نے اپنی رغبت و سوال و طلب کو خدا و رسول کی خوشی کے امر میں صرف کیا اور اپنے نفس کی خوشی کے امور پر غالب رکھا تو ضرور ہے کہ مستحقِ جزائے کامل اور فضلِ خاص کے قابل ہو گا اور ساجد بر لانے اور مشکلاتِ آسان ہونے کا سبب یہی ہے جو ذکر کیا گیا **فَاَفْهَمَ دُبَالَهُ التَّوْفِيقُ !** اور مکرر حاصل ہونا ذکر خدا کا امن و مدد میں ظاہر ہے کیونکہ اکثر صیغے درود کے مشتمل ہیں اسم مبارک **اَللّٰهُمَّ** پر ہیں جو برکتِ ملاحظہ جمیع اسماء و صفات الہی ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے جو ان کے علاوہ دوسرے سلف سے بھی منقول ہے کہ جس نے رب العزت جل شانہ کو **اَللّٰهُمَّ** سے یاد کیا۔ گویا اس نے اسے جمیع اسمائے الہیہ سے یاد کیا۔ اب مومن صادق اور محبِ مشاق کو لازم ہے کہ اس عبادت

میں کثرت کرے اور دوسرے اعمال پر اسے مقدم جانے میں کمی نہ کرے اور جس قدر مخصوص کرے اس پر دوام و مواظبت کر کے اپنا روزانہ کا ورد بنائے **قَوْلُهُ خَيْرُ الْعَمَلِ أَوْ دُونَهُ قَلِيلٌ كَالْخَيْرِ مِنْ كَثِيرٍ مُنْقَطِعٌ** اچھے عمل کا ورد اگرچہ مختور ہو مگر روزانہ اس زیادہ منقطع عمل سے بہتر ہے اور چاہیے کہ کم از کم ایک ہزار درود شریف روزانہ سے کم نہ ہو۔ ورنہ پانچو پر اکتفا کرے اور اگر اتنا بھی نہ ہو سکے تو سو عدد سے کمی نہ کرے۔ بعض نے تین سو اختیار کیا ہے اور بعض نے دوسو نماز صبح کے بعد اور دوسو نماز شام کے بعد اختیار کیا ہے اور کچھ سوتے وقت بھی پڑھنے کی عادت ڈالے اور جو مومن ہر روز بہت درود پڑھنے کی عادت ڈالتا ہے تو اس پر وہ آسان ہو جاتا ہے۔ بعض درود شریف میں ایسے صیغے بھی ہیں جن سے عدد ہزار کی تکمیل نہایت ہی آسان ہے غرضیکہ درود شریف کے پڑھنے سے ضرور لذت و شیرینی جانِ طالب کو حاصل ہوتی ہے جو باعث قوت روح و مہلک **هَذِكْرُ الْحَسْبِ لِلْمُحْسِنِ طَلِبِ** (حسب کا ذکر مریض دل کے لئے معالج ہے) ہوگا اس مومن کے لئے نہایت تعجب ہے کہ وہ اپنے دن اور رات کی ساعات میں سے ایک گھڑی بھی اس عبادت پر جو منبع الثواب و برکات اور مفتاح البواب جمیع خیر و سعادات ہے پر صرف نہ کرے اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کو جس نے کہا تھا **لَا تَجْعَلْ لَكَ صَلَواتِي كُلَّهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے درود شریف کو اپنا سازِ عمل بناؤں گا (اجازت آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی تھا کہ تیرے غم کو کفایت کرے گا۔ و قول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہ آپ نے فرمایا ہے **لَا أَجِدُ مَا فِي ذِكْرِ اللَّهِ كَجَعَلْتُ الصَّلَاةَ النَّبَوِيَّةَ عِبَادَتِي كُلَّهَا**۔ یعنی اگر میں ذکر خدا میں وہ کچھ نہ پاتا جو اس میں ہے تو ضرور میں صلوٰۃ النبوة کو اپنی ساری عبادت بنا لیتا) اس باب میں کافی ہے۔ اہل سلوک کو اس دروازے سے آنے میں فتوحات عظیمہ حاصل ہوتے ہیں اور بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ شیخ کامل نہ ملنے کی صورت میں کہ مکمل تربیت کرے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف کا التزام کر لینا ہی طالب کے لئے موجب موصول ہے۔ اس کی یہی صلوٰۃ اور توجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات سے اور احسن آداب نبویہ اسے اخلافِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف کو دے گی اور اس کی ترقی اعلیٰ مقام کمال اور اسی مقام حضرت رب متعال تک پہنچا دے گی اور درگاہ مولیٰ تعالیٰ تک پہنچے اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب حاصل ہوگا اور بعض مشائخ فرماتے ہیں **هُوَ اللَّهُ**

اَحَدٌ اور کثرت درود شریف کی وصیت بھی فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ قرأتِ قل ہو اللہ احد ہے ہم خداوندِ تعالیٰ کو واحد واحد سمجھتے ہیں اور کثرت درود شریف سے ہمیں صحبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل ہوتی ہے اور فرماتے ہیں کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود شریف بھیجتا ہے تو اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت شریف خواب اور بیداری میں حاصل ہوگی۔ اسی طرح الشیخ کامل امام علی نقیؑ نے حکم الکبیر میں شیخ احمد بن موسیٰ القشیرہ الصوفی سے نقل کیا ہے اور بعض متاخرین مشائخ شاذلیہ قدس اللہ اسرارہم نے فرمایا ہے کہ طریق سلوک و تحصیل معرفت قرب الہی زمانہ فقدان وجود اولیاء مرشد متصرف ظاہر شریعت مقدسہ کو لازمی ٹھہرا لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنا ہی کافی ہے کیونکہ کثرت صلوٰۃ سے باطن میں ایک نور عظیم پیدا ہو جاتا ہے جو موجب رہبری بنتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس سے اُسے فیض بے واسطہ پہنچتا ہے اور خلاصہ طریقہ شاذلیہ جو طریقہ عالیہ قادریہ کا ایک شعبہ ہے یہی ہے کہ بوسیۃ التزام متابعت اور دوام حضور و حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے واسطہ استفادہ کرتے ہیں۔ فجدوا واجتہدوا من اللہ الاغاثۃ والتوفیق!

امام سخاوی اور دیگر محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ محمد بن سعد بن مطرف ہمیشہ

فصل سونے سے پہلے ایک میٹن تعداد میں درود شریف پڑھا کرتے تھے انہوں نے ایک

رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے میرے گھر کو منور فرمایا ہے اور مجھ سے فرماتے ہیں کہ اپنا منہ قریب کر جس سے تو مجھ پر درود بھیجا کرتا ہے تاکہ ہم اس پر بوسہ دیں کہتے ہیں کہ میں نے شرم محسوس کیا کہ میں اپنے منہ کو منہ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب کروں پس میں اپنا رخسار آپ کے دہن مبارک کے قریب لے گیا۔ پس آپ نے اس پر بوسہ دیا جب میں بیدار ہوا تو میرا سارا گھر مشک کی خوشبو سے معطر تھا اور آٹھ روز تک معطر رہا اور میرا رخسار بھی بدستور آٹھ روز تک معطر رہا۔

اور شیخ احمد بن ابی بکر رواصوفی محدث اپنی کتاب میں کہ شیخ محمد الدین فیروز آبادی جن اسانید سے بیان کرتے ہیں روایت کرتے ہیں کہ اقصیٰ نے کہا ہے کہ ایک دن شبلی البکر مجاہد کے پاس آئے البکر ان کی عزت و اکرام کی وجہ سے اپنے پاؤں کے بل کھڑے ہو گئے اور معاقلہ اور

دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے کہا یا تیری آپ شبلی سے ایسا کہہ رہے ہیں اور حالانکہ آپ اور اہل بغداد تمام اس کو محبوں کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا میں خود اپنی جانب سے ایسا نہیں کہہ رہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ شبلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور ان کے آنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو گئے اور ان کو بغل میں لیا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ شبلی سے ایسا کہہ رہے ہیں آپ نے فرمایا ہاں! کیونکہ یہ نماز کے بعد اَلْعَدَا جَاءَ كُمْ سَمْعًا وَمِنْ الْفَيْسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ پڑھا کرتا ہے اور اس کے بعد مجھ پر درود بھیجتا ہے اور اسی کتاب میں مذکور ہے جو شبلی قدس سرہ سے منقول ہے کہ میرے ہمسایوں سے ایک آدمی مرگیا میں نے اسے خواب میں دیکھا میں نے اس سے پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے تجھ سے کیا کیا اس نے کہا مجھ سے تو کیا پوچھتا ہے کہ مجھ پر بڑے عظیم ہول گزرے اور سوال مشکروں کے وقت مجھ پر سخت تنگی آئی۔ دل میں نے میں نے کہا کہ شاید میں دین اسلام پر نہیں مرا، خدا آئی کہ یہ حقوت بلوہ تیرے بیمار رکھنے زبان کے بے دنیا میں جب فرشتگان عذاب نے میرا قصد کیا ایک خوب صورت آدمی طبیب الہامیہ میرے اور ان کے درمیان حائل ہو گیا اور حجت ایمان مجھے یاد دلائی، میں نے کہا خداوند تعالیٰ تجھ پر رحمت کرے تو کہ تو کون؟ اس نے کہا میں وہ شخص ہوں کہ تیری کثرت درود کی برکت سے پیدا ہوا ہوں۔ اور مجھے تیری ہر شدت و کرب میں اعانت اور امداد پر مامور کیا گیا ہے اور یہ حکایت مصباح الظلوم میں بھی ہے ذکر شبلی اور ان کے ہمسایہ کے علی سبیل الاجمال منقول ہے اسی کتاب میں حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ حق تعالیٰ نے موسیٰ علی نبینا و علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے موسیٰ اگر میرے حمد کر نواے دنیا میں نہ ہوں تو میں بارش کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہ بھاتا اور ایک دانہ بھی زمین پر نہ اگاتا۔ اسی طرح بہت سی چیزیں بیان کیں یہاں تک کہ فرمایا اے موسیٰ کیا تو جانتا ہے کہ میں تجھ سے تیری کلام سے بھی زیادہ قریب ہوں نسبت تیری زبان کے ہے اور تیرے خطرات کو تیرے دل سے ہے اور تیری رُوح تیرے جسم سے ہے۔ تیری بینائی کو تیری آنکھ سے ہے انہوں نے کہا ہاں یا اللہ۔ پس فرمایا تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہت درود بھیج تاکہ تجھے یہ نسبت حاصل ہو جائے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ایک روایت میں ہے کہ اے موسیٰ علیہ السلام اگر تو چاہے کہ پیاس روز قیامت سے محفوظ رہے تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہت درود بھیجنا کر۔ رواہ الحافظ ابو نعیم فی الحلیۃ۔

اسی کتاب میں یہ بھی مذکور ہے جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آتش کو بجھا دیتا ہے اور حضور علیہ السلام پر سلام بھیجنا افضل ہے گروہوں کو خدا کی راہ میں آزاد کرنے سے اور آپ سے محبت و عشق رکھنا خدا کے راستہ میں تلوار چلانے سے افضل ہے۔ رواہ ابو القاسم الاصبہانی۔

اور بھی وہی روایت حضرت انس مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ فرمایا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دو مسلمان کہ بوقت ملاقات ایک دوسرے سے مصافحہ کریں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجیں تو پہلے اس سے کہ ایک دوسرے سے جدا ہوں دونوں کے سارے گناہ اگلے پچھلے بخشے جاتے ہیں۔ رواہ الحافظ بن علی بشکوال۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حجۃ الاسلام سے مشرف ہو اور بعد اس کے ایک غزوہ کرے تو چار سو حج کے برابر ہوگا پس جو لوگ ایسے تھے کہ ان کو استطاعت حج اور قوت جہاد نہ تھی اس بات کے سننے سے ان کے دل ٹوٹ گئے حضرت سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی بھیجی کہ جو شخص تم پر درود بھیجے گا اس کو چار سو غزوات کا ثواب ملے گا۔ اور ہر غزوہ چار سو حج کے برابر ہوگا اس کو ابو حفص بن عبد المجید میانسی نے مجالس مکیہ میں بیان کیا۔ اور بھی اسی کتاب میں فضل آتش حضرت ابیاس علیہ السلام میں لاتے ہیں۔ شیخ محمد الدین فیروز آبادی سے متصل قصۃ ابوالمظفر محمد بن عبد اللہ خیام سمرقندی کے کہ انہوں نے کہ میں نے ایک روز راہ گم کی ناگاہ ایک مرد کو دیکھا میں نے کہ کہتا ہے آؤ! پس میں اس کے ساتھ ہولیا اور مجھے گمان ہوا کہ یہ خضر علیہ السلام ہیں میں نے پچھا کہ آپ کا نام کیا ہے، انہوں نے فرمایا کہ ابیاس بن ہشام۔ پھر میں نے ان دونوں صاحبوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم پر خدا تعالیٰ رحمت کرے۔ آیا تم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا وہ بولے کہ ہاں۔

میں نے کہا کہ خدا کے واسطے جو کچھ تم نے ان کی زبان مبارک سے سنا ہو مجھ سے بیان کرو۔

گم نہیں روایت کروں تم سے فرمانے لگے کہ ہم نے سنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کبھی کوئی کہے "صَلَّى اللہُ عَلَی مُحَمَّدٍ وَآلِہِ وَسَلَّم" تو اس کا دل نفاق سے پاک کیا جاتا ہے جیسے کپڑا پانی سے پاک کیا جاتا ہے اور انہی اسناد سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو کوئی کہے "صَلَّى اللہُ عَلَی مُحَمَّدٍ" بہ تحقیق کہ اس کے منہ پر کھول دیئے جاتے ہیں ستر دروازے رحمت کے اور ساتھ انہیں اسناد کے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب تم بیٹھو کسی مجلس میں اور کہو **بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** وَصَلَّى اللہُ عَلَی مُحَمَّدٍ تو حق تعالیٰ ایک فرشتے کو موقوف کرتا ہے کہ تم کو غیبت سے باز رکھے اور جب مجلس سے اٹھو اور کہو **بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** وَصَلَّى اللہُ عَلَی مُحَمَّدٍ تو اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے لوگوں کو تمہاری غیبت کریں اور انہی اسناد سے فرمایا حضرت خضر الیاس علیہما السلام نے کہ ایک شخص شام سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا۔ اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا باپ درست رکھتا ہے کہ آپ کی زیارت کرے لیکن بہت بڑھا اور نابینا ہے اور آنے کی قدرت نہیں رکھتا آپ نے فرمایا اپنے باپ سے کہہ سات ہفتے میں یعنی سات شب میں کہے صَلَّى اللہُ عَلَی مُحَمَّدٍ مجھے وہ خواب میں دیکھ گیا گا اور کہہ روایت کرے محمد سے حدیث کی۔ اس نے ایسا ہی کیا جیسا آپ فرمایا تھا پس دیکھا اس نے آپ کو خواب میں اور روایت کی اس نے آپ سے حدیث اور اسی کتاب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت لاتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ درود بھیجو خدا تعالیٰ کے انبیاء و رسل پر کیونکہ حق تعالیٰ نے جیسا مجھے رسول کر کے بھیجا ہے ان کو بھی رسول کر کے بھیجا ہے۔ **اُخْرِجْہِ البَیْہَقِیْ فِی شَعْبِ الْاِیْمَانِ وَفِی کِتَابِ الدَّحٰوٰتِ الْکَبِیْرِ** اور حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے **اِذَا سَلَّمْتُمْ عَلَیَّ فَاَسَلِّمْ عَلَیْکُمْ اَوْ عَلَیْکُمْ اَسَلِّمْ عَلَیْکُمْ** یعنی جب تم مجھ پر سلام کرو پس وہ تم سے رسولوں پر بھی سلام کرو۔ **اُخْرِجْہِ اِبْنِ اَبِی مَاضِمٍ** اور حضرت کعب بن الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مجلس میں ذکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چلا۔ اس پر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ آفتاب طلوع کرے مگر یہ کہ اترتے ہیں ستر دروازے فرشتے اور گھیر لیتے ہیں قبر مطہر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور اپنے بازو سمیٹتے ہیں اور

اپ پر درود بھیجتے ہیں اور جب شام ہوتی ہے تو وہ عروج کر جاتے ہیں اور دوسرا عدد گمراہ اسی قدر کے ساتھ اترتا ہے اور جو کچھ وہ کر گئے ہیں یہ بھی ویسا ہی کرتے ہیں یہ حالت اس دن تک رہے گی کہ جب تک آپ قبر معنی سے برآمد ہوں گے اور برآمد ہونے کے وقت شتر بڑا فرشتے آپ کے گرد آگے دہوں گے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ وبارک وسلم۔ اس کو دارمی نے روایت کیا ہے اور روایت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ فرمایا الصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ تَذْرِيكُ الرَّجُلِ وَوَلَدَهُ ذَوَكَدًا وَوَلَدَهُ ذَوَكَدًا۔ یعنی درود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاتا ہے آدمی کو اور اس کی اولاد کو اور اس کی اولاد کی اولاد کو۔ روایت کیا ابن بشکوال نے نیچے ان احادیث کے جنہیں نقل کیا ہے کتاب الرواۃ سے اصل پر بڑھا کہ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے نقل کیا اور انتشار کیا ہے کتاب اصل سے مدینہ مطہرہ میں ہفتے کے روز دس ماہ جمادی الاول ۹۹۷ھ میں اور ان اوراق یعنی بذب القلوب کے لکھنے کی تاریخ بھی وہی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

حکایت: کہتے ہیں کہ ایام حج میں لوگوں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ حالت طواف سعی اور تمام مناسک حج و موافق پر بجائے ادعیہ ماثورہ کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجتا تھا لوگوں نے اس سے پوچھا کہ ماثورہ دعائیں تو کیوں نہیں پڑھتا۔ اس نے کہا میں نے عہد کیا ہوا ہے کہ صلوٰۃ نبویہ میں کسی چیز کو شریک نہیں کروں گا اور اس کا سبب یہ ہے کہ جب میرے والد صاحب نے وفات پائی میں نے اس کا چہرہ دیکھا جو گدھے کی شکل میں تبدیل ہو چکا تھا۔ اس حال کے مشاہدہ سے مجھ پر غم و اندوہ نے غلبہ کیا پس اسی حالت میں سو گیا۔ میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا میں نے بھاگ کر آپ کے دامن مبارک کو جاتھاما اور اپنے باپ کی شفاعت کرائی اور اس حال کا موجب و سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ وہ سود خوار تھا اور جو شخص سود خوار ہوگا اس کی دنیا آخرت میں جناسی ہوگی لیکن تیرا باپ سوتے وقت مجھ پر سو بار درود شریف کرتا تھا اسی وجہ سے میں نے اس کی شفاعت فرمائی جو قبول ہو گئی ہے پس میں بیدار ہوا باپ کے چہرے کو دیکھا وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہو چکا تھا اس کے دفن کے وقت بھی میں نے ہاتھ سے سنا کہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کی وجہ

سے اس کی بخشش ہو چکی ہے۔

کہتے ہیں کہ بعض طلبائے علم حدیث کو لوگوں نے خواب میں دیکھا جو کہتے ہیں کہ رب العزت جل جلالہ نے مجھے اور تمام سامعین حدیث شریف کو پوجہ ذکر و روضہ شریف ذات بابرکات سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو لازم قرأت اس علم شریف ہے بخش دیا ہے۔

اور شیخ بلال القین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ویماچہ کتاب جمع الجوامع میں بیان کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ اپنی تاریخ میں حفص بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو ذرؓ رضی اللہ عنہ کو ان کی موت کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ آسمان دنیا میں فرشتوں کی امامت کر رہے ہیں میں نے پوچھا کہ آپ نے یہ رتبہ کس طرح حاصل کیا؟ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے ہزار بار حدیث لکھی ہیں اور حدیث شریف میں عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ مَنْ صَلَّى عَلَىَّ هَذِهِ صَلَاتِي عَلَيْهِ عَشْرًا (یعنی جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے)۔

اور بعض صلحا سے بھی منقول ہے کہ تین ہزار دینار کا مجھ پر قرض ہو گیا۔ قرض خواہ نے قاضی کے ہاں مقدمہ کر دیا۔ قاضی نے ایک ماہ کی مہلت دی۔ وہ مرد صالح قاضی کے پاس سے واپس آکر محراب میں جا کر درگاہ پر دروکار میں تضرع و انکسار اور درود شریف نبی مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شروع کر دیا۔ تالیسویں شب کو خواب میں دیکھا کہ کہنے والا کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرا قرض ادا کرے گا تو علی بن حلیف وزیر کے پاس جا۔ اس کو کہہ دو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے قرض کی ادائیگی میں تین ہزار دینار ہم ادا کر دے۔ مرد صالح کہتے ہیں کہ جب میں خواب سے بیدار ہوا میں اپنے وجود میں خوشحالی کے آثار معلوم کرتا تھا میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر وہ پوچھے کہ اس کے صدق کی علامت کیا ہے پس میں کیا کہوں۔ اس روز تو اسی وجہ سے میں رُکنا رہا۔ دوسری رات میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ میرے نہ جانے کا سبب دریافت فرمے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس واقعے کے صدق کی علامت کے تردد میں ہوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میری اس بات کو پسند فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر اس علامت صدق تجھ سے دریافت کئے تو کہیں تاکہ ہر روز بعد نماز صبح مجھ پر پانچ ہزار بار درود شریف بھیجتے ہو اور ہر کسی سے بات چیت کرتے ہو اور میرے اس عمل کو سوائے

خداوند تعالیٰ اور کلاماً کاتبین کے اور کوئی نہیں جانتا جب میں وزیر کے پاس گیا اور اس کو قصہ خواب بیان کیا اور آپ کی فرمائی ہوئی علامت کو بیان کیا وہ بہت خوش ہوا اور ہمارے حجاب پر سُورۃ اٰلِہٖ حَقًّا اس کے بعد تین ہزار دینار لاکر مجھے دیئے اور کہا جاؤ اپنے قرضہ کو ادا کرو۔ تین ہزار اور بھی لایا کہ ان کو اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو۔ تین ہزار اور دیئے کہ اس سے تجارت شروع کرو اور مجھے قسم بھی دی کہ مجھ سے دوستی کا تعلق نہ توڑے اور جو حاجت تمہیں پڑ جائے میرے پاس آجائے پس میں وہ تین ہزار دینار قاضی کے پاس لے گیا تاکہ صاحب قرض کو حوالہ کروں میں نے قرض خواہ کو قاضی کے حضور میں مہووف و مبہووف آتے دیکھا دنیاروں کو گنا اور قصہ کو ان سے بھی بیان کیا۔ قاضی نے کہا کہ یہ ساری کرامت وزیر کو کیوں حاصل ہو میں تیرے اس قرض کا متوتی ہوتا ہوں۔ پس قرض خواہ نے بھی کہا کہ یہ نعمت تمہیں کیوں ملے میں بھی شامل کیوں نہ ہوں میں نے اپنا قرض اسے بخش دیا اللہ و رسولہ۔ پس قاضی نے کہا کہ میں جو کچھ اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہا ہنر نکال لایا ہوں وہ تیرے حوالہ کرتا ہے میں اس تمام مال کو واپس گھر لاکر خداوند تعالیٰ کا شکر بجالایا۔ وَلِلّٰہِ الْمُنۡعۃُ وَحَیۡرُ رَسُوْلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّحِیۡۃُ !

فضیلت و استحباب صلوٰۃ پر سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شامل کل احوال اور تمام فصل اوقات کو ہے لیکن شب جمعہ اور روز جمعہ میں افضل واجب ہے اس دن اور اس کی بزرگی کی وجہ سے وجوب و فضیلت ہے ان دو وقتوں کی فضیلت اخبار و آثار سے ثابت ہے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے نقل ہے کہ شب جمعہ شب قدر سے افضل ہے اس لئے کہ نطفہ طابرہ نے جو اصل کل خیرات و مادہ تمام برکات کا ہے بی بی آمنہ کے بطن مبارک میں اسی رات قرار پایا اور خصوصیات بھی ان وقتوں کے شان میں وارد ہوئی ہیں۔ واللہ اعلم !

حدیث شریف میں آیا ہے اَفْضَلُ اَیَّامِکُمْ یَوْمُ الْجُمُعَةِ فِیْہِ خَلِقَ اٰدَمُ وَفِیْہِ قُبِضَ وَفِیْہِ النَّفْخَةُ وَفِیْہِ الصَّاعِقَةُ فَاکْثَرُ نَفَا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوۃِ فَاَنْ صَلَّوْا تُکْمَلُ عَلَیَّ فَادْعُوْا لَکُمْ وَاسْتَغْفِرُوْا رَوٰہُ الْبُخَارِیُّ وَصَحَّحَ النَّوَوِیُّ۔ یعنی تمہارے ايام سے دن جمعہ افضل ہے اس میں آدم علیہ السلام پیدا فرمے گئے اسی دن ان کی روح قبض کی گئی اسی دن صور بھونکا جائے گا اور اسی میں صغقہ ہوگا۔ پس تم مجھ پر بہت درود بھیجا کرو۔ بیشک تمہارا

دُرود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ میں تمہارے لئے دعا مانگتا ہوں اور تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا تو وہی نے صحیح کہا۔

دوسری روایت میں آیا ہے فَاتَّكُ يَوْمَ مَشْهُودٌ تَشْهَدُ الْمَلَائِكَةُ بِنِي رُوحِ جَمْعِهِ
ایسا روز ہے کہ فرشتگان مقرب درگاہ رب العزت حاضر ہوتے ہیں اور درود شریف پڑھنے
والے کا درود سنتے ہیں اور مجھے پہنچاتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ جو شخص مجھ پر جمعہ کے دن
درود بھیجتا ہے وہ درود عرش کے نیچے نہیں پہنچتا مگر جس فرشتہ کے پاس پہنچتا ہے وہ مالک
سے کہتا ہے کہ صَلُّوا عَلَيَّ قَائِلًا بِهَا یعنی اس درود بھیجنے والے پر درود بھیجو۔ ایک دوسری حدیث
میں ہے أَكْثَرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِي النَّبِيِّ الْخَرَاءِ وَالْيَوْمِ الْخَرَاءِ مَا فِي رَأْيَةِ فِي
النَّبِيِّ النَّهْلِ وَالْيَوْمِ الْخَرَاءِ یعنی اور روزوں کی نسبت شب روشن اور روز روشن
میں مجھ پر زیادہ درود بھیجا کرو اور بعض علما نے کہا ہے کہ شب جمعہ کی خصوصیات سے ہے
کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بنفس نفیس جواب صلوٰۃ و سلام دیتے ہیں صلوٰۃ و سلام کرنے
والے کو اس شب میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فِي كُلِّ لَحْظَةٍ وَلَحْظَةٍ
مفادہ اسلام میں ایک حدیث ہے کہ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ مِائَةً صَلَّوْهُ قَضَى
اَللّٰهُ لَهُ مِائَةَ حَاجَةٍ سَبْعِينَ حَاجَةً فِي الدُّنْيَا وَتَلْتِينَ مِنْ اُمُورِ الْآخِرَةِ جو شخص
مجھ پر رات جمعہ سو بار درود شریف بھیجے اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا جس میں
سے ستر امور دنیا کے اور تیس امور آخرت کے ہونگے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص
جمعہ کیلئے ہزار بار اس درود شریف کو پڑھے گا جب تک وہ اپنی جگہ بہشت میں نہ دیکھے گا ہرگز
نہیں مرے گا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ اَلْفَ اَلْفِ حَرَّةٍ اور امام سناوی نے حدیث
مرفوعہ میں نقل کیا ہے کہ جو شخص سات جمعوں تک ہر روز سات بار یہ درود شریف پڑھیں اس کے
حق میں میری شفاعت واجب ہو جائے گی اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ اَلْحَمْدُ صَلَّوْهُ
تَكُوْنُ لَكَ رِضَاءٌ وَحَقْدٌ اَدَاءٌ وَآلِهِمُ الْوَسِيْلَةُ وَالْمَقَامُ الْحَمْدُ الَّذِي وَعَدْتَهُ
وَاجَزِهِ عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهُ وَاجْزِهِ عَنَّا اَفْضَلُ مَا جَاءَتْكَ بِكَتَابٍ عَنَّا اَتَمُّ وَصَلٍ
عَلَى جَمِيعِ اِخْوَانِهِ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِيْنَ وَالشَّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

اور ابن مسعود نے یزید بن وہب سے کہا کہ جمعہ کے دن درود شریف ترک نہ کر ہزار بار پڑھا
 كَرَّ اللَّهُ صَلَّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ كِتَابُ مَفَاخِرِ الْإِسْلَامِ میں حضرت سعید بن المسیب
 رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ صَلَّاهُ عَلَى يَوْمِ
 الْجُمُعَةِ ثَمَانِينَ مَرَّةً غُفِرَتْ ذُنُوبُهُ ثَمَانِينَ سَنَةً یعنی جو شخص مجھ پر جمعہ کے
 دن اسی دفعہ درود شریف پڑھے گا اس کے اسی سال کے گناہ بخشے جائیں گے اور دوسری شرح
 منہاج میں حدیث حسن سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف
 بِصِيغَةِ اللَّهِ صَلَّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَ عَلَى آلِهِ وَ أَفْلَحَ
 وَ سَلَّمَ تَسْلِيماً پڑھے اس کے اسی سال کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور مفاخر الاسلام میں ہے کہ جو
 شخص روز جمعہ کے بعد نماز عصر اس جگہ سے اٹھنے سے پہلے جس جگہ یہ نماز پڑھی ہے اسی بار
 پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھے اس کے اسی سال کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور حدیث
 میں ہے کہ خالد بن کثیر کے سر ہانے سے اس کے دم توڑنے سے پہلے ایک پرچہ کافذ ہلایا گیا
 اس میں لکھا تھا مَبْرَاءٌ مِّنَ النَّارِ لِخَالِدِ بْنِ كَثِيرٍ۔ ان کے گھروالوں سے پوچھا گیا کہ یہ ایسا
 کیا کام کرتے تھے کہ اس کرامت سے مشرف ہوئے انہوں نے کہا کہ وہ ہر جمعہ کو ہزار بار درود
 حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھیجا کرتے تھے۔

جس طرح شب جمعہ کو کثرتِ صلوٰۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھیجنے
فصل کے فضائل بیان کئے گئے ہیں شب سوموار بھی اس حکم میں اس کے ساتھ شریک ہے
 کیونکہ دو شنبہ بزرگ ایام سے ہے کہ اس میں بندوں کے اعمال درگاہ رب العزت میں پیش کئے جاتے
 ہیں ولہذا سید کائنات صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ اکثر اس روز روزہ رکھا کرتے تھے اور فرماتے تھے
 کہ اسی دن اعمال بندگان درگاہ ذوالنہان میں پیش کئے جاتے ہیں اور میں دوست رکھتا ہوں کہ میرے
 اعمال اس حالت میں پیش ہوں کہ میں روزہ دار ہوں۔ احیاء العلوم میں ہے کہ جو شخص رات دو شنبہ کو چار
 رکعت نماز پڑھے اور پہلی رکعت میں بعد فاتحہ سورہ اخلاص گیارہ بار اور دوسری رکعت میں اکیس بار
 تیسری رکعت میں بار اور چوتھی رکعت میں چالیس بار پڑھے۔ اور سلام کے بعد بھی چھیتر بار پڑھے
 اور استغفار کرے اپنے لئے اور اپنے والدین کے لئے اور پچھتر بار درود شریف حضرت محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھیجے اور پچیس بار پھر اور جو حاجت اللہ تعالیٰ سے طلب کرے حاصل ہو جائے گی اور فضیلت صلوٰۃ روزِ پنجشنبہ بھی حدیث میں واقع ہوئی ہے۔ مفاد اسلام میں ہے کہ حدیث میں ہے کہ مَنِ صَلَّى عَلَى يَوْمِ الْخَمِيسِ رَأَتْهُ مَرَّةً كَمْ يَفْتَقِرُ أَبَدًا بِوَشْطِ يَوْمِ الْخَمِيسِ کے دن سو بار درود شریف پڑھے کبھی فقیر (بھوکا) نہ ہوگا۔

اس میں شک نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف پڑھنا جمع مواعظ و اماکن میں **فصل** موجب خیر و برکت مستحسن و مستحب ہے و لیکن علماء نے چند مواضع پر اس اعتبار کو فضیلت دے کر موکد و فاضل کر دیا ہے اور ان تمام میں سے جو بھی میری نظر سے گزرے ہیں چند ایک یہ ہیں (۱) طہارت کے بعد اگرچہ تیمم ہی کیوں نہ ہو (۲) نماز میں تشہد کے بعد امام شافعی کے نزدیک بعد قنوت کے بھی (۳) نماز تہجد کے بعد (۴) بعد اذان و اقامت کے (۵) رات کو تہجد کے واسطے اٹھنے کے وقت (۶) وضو کے بعد (۷) مسجد سے گزرنے کے وقت (۸) مسجد میں داخل ہونے کے وقت (۹) مسجد سے نکلنے کے وقت بطور خاص روز جمعہ کو اور شب جمعہ کو (۱۰) بعد نماز جمعہ (۱۱) روزِ پنجشنبہ کو (۱۲) روزِ دوشنبہ (۱۳) روزِ یکشنبہ کو (۱۴) خطبوں میں (۱۵) اول روز کو (۱۶) آخر روز کو (۱۷) وقتِ سحر کو (۱۸) خطبوں میں بعد بسم اللہ کے (۱۹) شافعیہ کے نزدیک تکبیراتِ عیدین میں (۲۰) اذانِ جنازہ میں (۲۱) احرام میں لبتیک کہتے وقت (۲۲) صفا اور مروہ پر (۲۳) بیت اللہ شریف زاد با اللہ شرفاً و تعظیماً کی زیارت کے وقت (۲۴) حجرِ اسود کے بوسہ لینے کے وقت اور طواف میں (۲۵) ملتزم کے پاس کہ اخص و اقرب مواضع اور مستحباب الوار و برکات ہے۔ (۲۶) مشاہدہ آثارِ نبویہ کے وقت مثلاً مسجدِ قبا اور مدینہ منورہ معطرہ و منظرہ مکرمہ زاد با اللہ شرفاً و تعظیماً (۲۷) وادی بدر پر (۲۸) جبلِ احد پر (۲۹) فروخت کے وقت (۳۰) خرید کے وقت (۳۱) وصیت نامہ لکھنے کے وقت (۳۲) ارادہ سفر کے وقت (۳۳) سواری پر سوار ہوتے وقت (۳۴) منزل پر اترتے وقت (۳۵) بازار جانے کے وقت (۳۶) بازار میں داخل ہوتے وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بازار میں کثرتِ مشغل بیع و شرا کی وجہ سے لوگوں کو خدا تعالیٰ سے غافل پانے تھے۔ تشریف لاتے تھے اور حمد و ثناء کہتے تھے (۳۷) دعوت میں جاتے وقت (۳۸) دعوت سے پھرتے وقت (۳۹) گھر میں آنے کی وقت۔

(۴۰) نزول حاجت کے وقت (۴۱) خوف کے وقت (۴۲) احتیاج کے وقت (۴۳) غلام کے بھاگ جانے کے وقت (۴۴) جانور کے بھاگنے کے وقت (۴۵) غم کے وقت (۴۶) شدت کے وقت (۴۷) طاعون کے وقت (۴۸) خوف غرق کے وقت (۴۹) کان بولنے کے وقت: اس قول کے ضمیمہ کے ساتھ ذکر اللہ مَنْ ذَکَرْنِیْ بِخَیْرِ جِسْنِیْ نے خدا کو یاد کیا اس نے مجھے بھلائی سے یاد کیا (۵۰) پاؤں کے سوج جانے کے وقت (۵۱) بھولی چیز یاد کرنے کے وقت (۵۲) خوف نینان کے وقت (۵۳) مولیٰ کھانے کے وقت جو بوجہ درد کے کھائی جائے (۵۴) پانی پینے کے وقت بتن سے (۵۵) گدھے کی آواز کرنے کے وقت (۵۶) گناہ کرنے کے بعد تاکہ اس کا کفارہ بن جائے۔ (۵۷) دعا کے اہل و آخر میں (۵۸) ملاقات برادر مسلمان یا روم صاحب کے وقت (۵۹) اجتماع قوم کے وقت ان کے متفرق ہونے سے پہلے (۶۰) مجلس سے اٹھنے کے وقت تاکہ غیبت سے مامون رہے (۶۱) ہر اجتماع میں جو خدا یا شعار اسلام کے واسطے ہو (۶۲) حقم قرآن کے نزدیک (۶۳) دعاے حفظ قرآن میں (۶۴) غیر منشی عنہ کلام کے اقتراح کے وقت (۶۵) ابتداء سے درس و نشر علم و وعظ و قرأت و حدیث اول و آخر (۶۶) اچھی چیز کے وقت بعض علماے مالکیہ درود شریف کے ذکر کو مقام تعجب سے وقت مکروہ کہتے ہیں چنانچہ تبیح و تبلیل کسی امر حرام کے نزدیک یا نزدیک عرض اسباب اور کھونے متناع کے مکروہ ہے (۶۷) اور بڑی ضروری جگہ یہ ہے کہ جب آپ کا نام مبارک زبان پر آئے یا لکھا جائے تو درود شریف پڑھا جائے۔ حدیث میں آیا ہے مَنْ صَلَّى عَلَیْ نَبِیِّ کِتَابٍ لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِکَةُ تَسْتَغْفِرُ لَهُ مَا دَامَ اِسْمُنِیْ فِی الْکِتَابِ جو شخص درود بھیجے مجھ پر کتابت میں تو ہمیشہ رستے میں فرشتے اس کے واسطے استغفار کرتے جب تک میرا نام کتاب میں رہے گا اور اس حدیث کو بہت سے علماء حدیث نے بیان کیا ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے اور ابن جوزی نے اس کے وضع کا حکم دیا ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ !

کہتے ہیں کہ ایک شخص بخل کی وجہ سے وقف پر لفظ صلوة بر سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ لکھتا تھا اس کا ہاتھ جل کر گر گیا۔ ایک دوسرا تھا کہ صرف "صلی اللہ علیہ" لکھتا تھا اور وسلم اس کے ساتھ نہیں لکھتا تھا اس نے خواب میں دیکھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر عتاب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تو چالیس نیکیوں سے کیوں محروم رہتا ہے یعنی لفظ وسلم میں جا۔

حروف ہیں اور ہر حرف کے بدلے دس دس نیکیاں ہیں پس اس حساب سے چالیس نیکیاں ہوں گی اور رمز اور اشارات پر اکتفا کرنا بھی اسی قسم سے ہے چنانچہ بعض کاتب علامت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صوم یا صلعم" لکھ دیتے ہیں اور علیہ السلام کے لئے "عین ومیم" لکھتے ہیں وعلیٰ ہذا القیاس۔

کہتے ہیں کہ ایک آدمی سے خواب میں پوچھا گیا کہ حق تعالیٰ نے تجھ سے کیا معاملہ کیا اور تجھے کس عمل سے بخش دیا اس نے کہا کہ جب کبھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہم مبارک لکھتا تھا تو اس کے ساتھ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ضرور لکھتا تھا کسی نے امام شافعی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا حق تعالیٰ نے تجھ سے کیا معاملہ کیا انہوں نے کہا مجھ پر رحمت فرمائی ہے اور مجھے بخش دیا ہے اور مجھے بہشت میں دولہا کی طرح لے گئے اور مجھ پر موتی اور یاقوت تیار کئے گئے جس طرح دولہا پہننے لگے جاتے ہیں اور اس کا سبب یہ ہوا کہ رسالہ لکھنے میں میں نے کہا کرتا تھا صلی اللہ علی محمد عَدَدَ مَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُونَ وَعَدَدَ مَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْخَافِلُونَ۔

فصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرف زیارت حاصل کرنے کے اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ ہمیشہ آپ پر طہارت سے تحائف صلوة یسعید اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باعث ہے اللہ صلی علی روح محمد فی الارواح اللہ صلی علی جسدہ فی الاجساد اللہ صلی علی قبرہ فی القُبُور۔ مفاخر الاسلام میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن اس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہزار بار درود بھیجے اللہ صلی علی محمدین النبی الامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو وہ آپ کو خواب میں دیکھے گا یا وہ شخص بہشت میں اپنی منزل دیکھے گا اگر نہ دیکھے تو پھر اس کو پڑھے یہاں تک کہ پانچ جمعوں تک خداوند تعالیٰ کے فضل سے زیارت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرفراز ہو گا اور جو شخص شب جمعہ کو پڑھے اس کو لازمی ہے کہ دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں بعد فاتحہ کے آیت الکرسی گیارہ بار اور گیارہ بار سورہ اخلاص اور سلام کے بعد یہ درود شریف پڑھے۔

بار پڑھے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلِّمْ اِنَّشاء اللہ بنی جمعہ نہیں گزریں گے
 کہ زیارت فیض بشارت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرفراز ہوگا اس کا بعض فقرائے نے تجربہ کیا ہے واللہ
 نیز یہ بھی روایت ہے کہ جو شخص دو رکعت نماز شب جمعہ میں پڑھے اور اس میں ہر رکعت میں
 فاتحہ کے بعد قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پچیس بار اور سلام کے بعد یہ درود شریف ہزار بار پڑھے
 صلی اللہ علی اللہ علی النبی و آلہ وہ ضرور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے خواب میں مشرف
 ہوگا اور سعید بن عطاء سے مروی ہے کہ جو شخص پاک بستر پر سوتے اور سوتے وقت یہ دعا
 پڑھے اور اپنے دائیں ہاتھ کا سر لٹکا کر بنا کر نیند کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں
 دیکھے گا۔ اور یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِجَلَالِ وَجْهِکَ الْکَرِیْمِ اَنْ تَدْرِیْنِیْ
 فِیْ مَنَاجِیْ وَجْہِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَتْ رُؤِیَۃً لِّقَدْرِ بِہَا عِیْنِیْ
 وَتَشْرِحْ بِہَا صَدْرِیْ وَتَجْمَعُ بِہَا شَمْلِیْ وَتَفْدِجْ بِہَا کُذْبِیْ وَتَجْمَعُ بِہَا
 یَلِیْنِیْ وَیَمِیْنِیْ یَوْمَ اَقْیَامَةِ فِی الدَّرَجَاتِ الْعُلٰی ثُمَّ لَا تُفَرِّقْ بَیْنِیْ وَیَمِیْنِیْ
 اَبَدًا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۝ اگرچہ اس طریقہ میں تسبیح درود شریف کا ذکر نہیں کیا گیا
 اگر طالب اس دعا کے بعد سعادت کو حاصل کرنے کے لئے درود شریف پڑھ لے تو شک
 نہیں کہ وظیفہ اتم و اکل ہو جائیگا۔ اس سعادت کے حاصل کرنے کے لئے اور طریقہ بھی بیان
 کئے گئے ہیں جن کا خلاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر میں استغراق اور کثرت درود
 شریف اور ہمیشگی کی توجہ لازمی ہے۔ واللہ الموفق !

درود شریف کے جو صیغے اہادیث نبویہ میں وارد ہوئے ہیں ان کو پڑھنا بیشک
فصل افضل و اکل ہوگا کیونکہ وہ درود شامل الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 پر ہے بعض علما کہتے ہیں کہ ان سب میں وہ صیغہ جو بعد تشہد کے پڑھا جاتا ہے سب سے
 افضل ہے اور وہ اہادیث صحیحہ میں کیفیات مخصوصہ پر وارد ہوا ہے چنانچہ ان کا ذکر آئیگا
 اور ایک اصول مقصود میں کافی و دافی ہے اس باب میں سب سے ظاہر تر و مشہور تر صیغہ یہ ہے
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ عَلَى اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلَى اِبْرٰہِیْمَ وَ عَلَى اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ
 وَ بَارِکْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ عَلَى اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلَى اِبْرٰہِیْمَ وَ عَلَى اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ۔ سبکی رحمت اللہ علیہ جو علمائے شافعیہ سے ہیں کہتے ہیں کہ جس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود ان صیغوں سے بھیجا جو تشہد میں پڑھا جاتا ہے بیشک اس نے اس طرح درود بھیجا جس طرح وہ مامور کیا گیا ہے یقیناً اور اس نے وہ ثواب حاصل کر لیا جو صلوٰۃ نبویہ پر وعدہ دیا گیا ہے لہذا اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افضل درود شریف بھیجے گا اگر وہ تشہد والا درود پڑھے تو عہدہ اس قسم سے بری ہو جائے گا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ درود بھیجنے والے کو چاہیے کہ جو کچھ احادیث شریفہ میں کیفیات مخصوصہ سے وارد ہوا ہے وہ سب جمع کرے اور پڑھے تاکہ سارے مانورہ صیغوں کا ثواب حاصل کر سکے اور وہ سب یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الرَّحْمٰنِ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
وَ اَنَّا وَاجِبُ اُمَمَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ ذُرِّيَّتِهِمْ وَ اَهْلِ بَيْتِهِمْ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ
وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ هَبْ لَكَ
وَ رَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الرَّحْمٰنِ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ اَنَّا وَاجِبُ اُمَمَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ ذُرِّيَّتِهِمْ
وَ اَهْلِ بَيْتِهِمْ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ
مُجِيْدٌ وَ كَمَا يَلِيْقُ بِعَظَمِ شَرَفِهِمْ وَ كَمَالِهِمْ وَ بِرَمَاكَ عَنْهُ وَ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی
لَهُ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِكَ وَ مِدَادَ كَلِمَاتِكَ وَ رِجْلِيْ كَفَايَكَ وَ نَزْدَةَ عَمْرِئِكَ اَفْضَلُ
صَلُوٰتٍ وَ اَكْمَلُهَا وَ اَتْمَمُهَا كَلَمًا ذَكَرَكَ الذَّاكِرُوْنَ وَ عَقَلَ عَنْ ذِكْرِكَ الْغَافِلُوْنَ
وَ سَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَذٰلِكَ وَ عَلَيْنَا مَعَهُمْ ؕ اور شیخ کمال الدین بن ہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ
کہتے ہیں کہ جمیع کیفیات واروہ سنت ان صیغوں میں موجود ہیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ اَبَدًا اَفْضَلُ
صَلُوٰتِكَ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ نَبِيِّكَ وَ رَسُوْلِكَ مُحَمَّدٍ وَ اِلٰهِ وَسَلَّمَ
تَسْلِيْمًا وَ نَزْدَةً تَشْرِيفًا وَ تَكْرِيمًا وَ اَنْزِلْ لَهُ الْمَنْزِلَةَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ
اور ابن قیم حنبلی المذہب جوہزی اور بعض علمائے شافعیہ کہتے ہیں کہ اولیٰ وہ ہے کہ جو
صیغہ واروہ ہوئے ہیں جدا جدا ایک ایک وقت میں پڑھے تاکہ سب کے پڑھنے سے
مشرف ہو اور سب کا اکٹھا کرنا ایک نئے صیغہ کے بننے کو مستلزم ہے اس کی ہدیت نبوی

یسی حدیث میں وارد نہیں ہوئی۔ انتہی! بہر تقدیر بعض صیغے جو احادیث میں مذکور ہیں اور
 اخبار الثور سے پہنچے ہیں ان کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔ واللہ الموفق۔

پہلا صیغہ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ
 وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى
 آلِ إِبْرَاهِيمَ فِي الْعَالَمِينَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ ۞ رواہ مسلم لیکن بعض صیغہ حدیث میں
 دوسرا حصہ زیادہ ہے۔

دوسرا صیغہ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ
 إِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى
 إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ ۞ رواہ البخاری و مسلم۔

تیسرا صیغہ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
 عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ ۞ رواہ احمد
 چوتھا صیغہ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ كَمَا صَلَّيْتَ
 عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ كَمَا
 بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ ۞ رواہ الشیخان
 فی صحیحہما والنسائی وابن ماجہ۔

پانچواں صیغہ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ كَمَا صَلَّيْتَ
 عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَ
 عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ ۞ رواہ الشیخان والنسائی۔

چھٹا صیغہ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَكَ وَبَرَكَاتَكَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ
 كَمَا جَعَلْتَهَا عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ
 وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ ۞

رواہ ابوالقاسم۔

ساتواں صیغہ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ - اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَيْنَا مَعَظْمَ صَلَوةِ اللّٰهِ وَصَلَوةِ الْمُؤْمِنِيْنَ
عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاَوْحٰى السَّلَامَ عَلَيْنَا وَرَحْمَةً اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ
عَلَيْنَا مَعَظْمَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ
مُّجِيْدٌ - رواه دارقطنی۔

آمھوال صیغہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاَوْحٰى وَاَنَا وَاجِبُ اَمْعَابِ
الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهِمْ وَاَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ
رواہ الضیاء البوداؤد عن ابی ہریرۃ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ
سَرَّ اَنْ يَّكُنَالَ بِالْمَكِّيَالِ اَذْفٰى اِذَا صَلَّی عَلَیْنَا اَهْلَ الْبَيْتِ فَلْيُفْلْ هَذَا۔

نالوال صیغہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اَلِ مُحَمَّدٍ - رواه البوداؤد

وسوال صیغہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اَلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى
مُحَمَّدٍ وَكَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اَلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ
گیارہواں صیغہ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوةَكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتَكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ
اَلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ - رواه احمد

بارہواں صیغہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُصَلِّيَ عَلَیْهِ وَصَلِّ
عَلَیْهِ كَمَا يَلْبِغُنِيْ اَنْ يُصَلِّيَ عَلَیْهِ ذَكَرَ صاحب شرف المصطفیٰ۔

تیرہواں صیغہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ النَّبِيِّ الْاَوْحٰى
الَّذِيْ اٰمَنَ بِكَ وَبِكِتَابِكَ وَاعْطَاهُ اَفْضَلَ رَحْمَتِكَ وَاَتٰهُ الشُّرُفَ عَلٰى خَلْقِكَ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاجْزِهِ خَيْرَ الْخَيْرِ وَالسَّلَامَ عَلَیْهِ وَرَحْمَتَهُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

تبیین: جاننا چاہیے کہ ہر صیغہ کے بعد ان صیغوں سے کہ جن میں ذکر سلام نہیں

ہے یہ کلمہ پڑھاوے اَلسَّلَامَ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

کیونکہ اکثر علماء کے نزدیک درود بغیر سلام کے مکروہ ہے یہ ظاہر آیات شریفیہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ

اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْمًا سے لیا گیا ہے اگرچہ بعض علماء اس کرامت میں سخن

کہتے ہیں لیکن درود بغیر سلام متفق علیہ مکروہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح

صلوٰۃ میں سلام کا ذکر نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کو اس کا علم پہلے تھا چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ صحابہ حاضر بارگاہ رسالت ہوتے تھے اور کہتے تھے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے تحقیق یہ جان لیا ہے کہ کیفیت سلام کو کہ آپ پر صلوٰۃ کس طرح بھیجی جائے فرمایا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ الحدیث۔ اور اس قیاس پر اختصار کرتا بھی مکروہ ہے فقط سلام پر بھی مکروہ یا خلاف اولیٰ نہ ہو گا اور اکثر عجم والوں کی عادت ہے کہ ذکر نام مبارک کے ساتھ علیہ السلام پر اختصار کرتے ہیں لیکن عرب والوں کی کتابوں میں یہ بات بہت کم ہے اور نہایت حسن اختصار اور بقائے مقصود میں واقع ہے، وہ جو اگلے پچھلے مصنفوں نے اپنی کتب میں ذکر نام مبارک کے ساتھ صیغہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لکھنے کا التزام کیا ہے اور شاید کہ قصد اقتصار باعث ہوا ہو علی آلہ ذکر نہ کرنے کا ورنہ اس کلمہ کا بڑھانا ناغظ اور کتابت میں احسن و ادلیٰ ہے چنانچہ بعض نسخوں میں دیکھا ہے اگرچہ عطف ضمیر مجرور پر بغیر اعادہ چار کے اکثر نحوویوں کے نزدیک درست نہیں اور اگرچہ دعائے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متضمن ہے دعائے آل و اصحاب اور جمیع مومنین کو کم اقل و نہ ادعاؤ شامللہ۔ علماء کوثین افضلیت صلوٰۃ میں اختلاف ہے میں نہیں جانتا کہ اختلاف بہت اثر

فصل

بر صیغہ کی وجہ سے ہے یا بسبب شمولیت کیفیت و کمیت فاضلہ کے ہے اور جو کچھ بعض رسائل زیارت میں منقول ہے وہ صرف یہ دس اقوال ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ تمام درودوں سے افضل صلوٰۃ تشہد ہے چنانچہ اس کی بابت کچھ پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے۔

دوسرا قول اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُونَ وَ کَلَّمَا سَهَّلَى عَنْهُ الْغَافِلُونَ۔

تیسرا قول اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُونَ وَ کَلَّمَا سَهَّلَى عَنْهُ الْغَافِلُونَ۔

چوتھا قول اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا اَنْتَ اَهْلُهُ۔

پانچواں قول اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اَفْضَلُ صَلَوَاتِكَ

عَدَدَ مَعْلُومَاتِكَ -

چھٹا قول اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰمِلِیْ نَبِیِّ وَ مَلَائِکَہِ
وَلِیِّ عَدَدِ کَلِمَاتِکَ الثَّمَانِ الْمُبَارِکَاتِ :

سَأَلُوا قَوْلَ اللَّهِ صَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَفِيكَ وَسَأَلِكَ الْيَقِي
الْأَحْيَ وَ عَلَى أَرْضٍ وَاحِيَةٍ وَ ذُرِّيَّتٍ يَا تَبَّ عَدَدُ خَلْقِكَ وَ مَرْضَى لَفْيِكَ وَ نِسَاء
عَدُ شَجَرَةٍ وَ مِدَادُ كُلِّ مَاتِلَةٍ .

آمَنُوا قَوْلَ اللَّهِ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ صَلِّ دَائِمَةً
بِئَدَايِكَ

نَوَاسِ قَوْلِ اللَّهِ يَا رَبِّ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ
مُحَمَّدٍ وَاجْزِ مُحَمَّدٍ مَا هُوَ أَهْلُهُ -

وَسَوَاءٌ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ عَلَى الْخَمْدِ وَآتَوْا جِبَاهُ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ وَ
ذُرِّيَّتِهِمْ وَأَهْلَ بَيْتِهِمْ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلٰی فَاَحْسِنُوا الصَّلَاةَ یعنی

فصل جب تم مجھ پر درود پڑھو تو اُسے خوبصورت بنا کر پڑھو۔ یعنی مفسرین نے

اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا کہ ناس سے مُراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور قول احسن سے مراد آپ کا وہ شریف ہے اور سدی جو علمائے تفسیر سے ہیں جماعت صحابہ وغیرہم رضی اللہ عنہم سے نقل کرتے ہیں کہ جس کو حق تعالیٰ نے بیان ثانی و قوت تعبیر معانی پیچیدہ الفاظ معیبر کی عطا کی ہے۔ وہ آیات شریفہ و غلت کو صلوات و تسلیات

تصنیف و ایجاد کر کے ظاہر کرے اور اس راہ کے چلنے والوں اور اس نعمت کی قدر جاننے والوں میں داخل ہو اس حکم عالی کے بجا لانے والوں میں سے ہو گا اور بعض صیغوں کی فضیلت میں جو اختلاف ہے تو غالب ہے کہ معتقد اس کا یہی حدیث ہوگی اور اسی بنا پر اکابر ملت و خلف نے صیغہ بلیغہ اور کلمات بالغہ مطابق اس کے جو ناظر میں تصنیف کئے ہیں اور بعض ان میں سے یہاں مذکور کئے جاتے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدَا

مُحَمَّدٍ السَّالِقِ الْخَلْقِ لُؤْمِهِ وَرَحْمَتِهِ لِلْعَالَمِينَ ظُهُورِهِ عَدَدَ مَا مَضَى مِنْ خَلْقِكَ
 وَمَا بَقِيَ وَمَنْ سَعِدَ مِنْهُمْ وَمَنْ شَقِيَ صَلَوةٌ تَسْتَعْرِقُ الْعَدَدَ تُحِيطُ بِالْحَدِ
 صَلَوةٌ لَا غَايَةَ لَهَا وَلَا انْتِهَاءَ وَلَا اَمْدَ لَهَا وَلَا انْقِصَاءَ صَلَوةٌ ذَاتُ امْتِنَانٍ
 بَدَ وَابِكَ وَ عَلَى الْاِلهِ وَاضْحَابِهِ كَذَلِكَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى ذَلِكَ سَمَاوِي نَقْل
 کیا ہے کہ ثواب اس درود شریف کا دس ہزار درود شریف کا ہے اس کا قصہ عجیب و غریب ہے
 ان میں سے ایک یہ ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَفْضَلُ مَا صَلَّيْتَ عَلَى
 اَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ صَلَوةٌ دَائِمَةٌ بَدَ وَابِكَ بَاقِيَةٌ بِبَقَائِكَ صَلَوةٌ تَكُونُ لَكَ
 بِرِضَاءٍ وَحَقٍّ اَدَاءَ صَلَوةٍ مَقْبُولَةٌ كَدَيْكَ مَحْرُوضَةٌ عَلَيْهِ وَ عَلَى الْاِلهِ وَصَحْبِهِ
 وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ۔ یہ صیغہ درود شریف مہربان عشرہ سے مشہور ہے نہایت ہی متبرک و
 ثاثر ہے نہایت تابعین سے معمول مشائخ چلا آ رہا ہے اور حضرت شیخ اجل اکرم علی المتقی
 نے اپنے بعض رسائل میں اس صیغہ درود شریف کی وصیت فرمائی ہے اور جس صیغہ کی فقیر کو
 حضرت شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ بوقت وواع مدینہ مطہرہ اجازت بخشی ہے وہ
 بھی یہی ہے اور خاصیت اجازت و نفس مبارک مشائخ رحمہم اللہ سے جو کچھ اس بندہ کو
 ان فاضلوں میں نور و سرور و خضوع و خشوع حاصل ہوا ہے اور دیگر صیغوں سے قطع نظر مراعات
 سے جو کیفیت و کمیت میں ہیں کم حاصل ہوتا ہے اور جب پھر ایسے صیغے کی طرف مچھ نہیں
 آنے وال کو آرام حاصل نہیں ہوتا۔ یہ بات اجازت مشائخ کے خواص و امراء سے ہے واللہ اعلم
 اور ایک یہ ہے اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ بِحَدِّ مَنْ حَمَدَكَ وَلَكَ الْحَمْدُ بِعَدِّ
 مَنْ كَمَّ يَحْمَدُكَ وَلَكَ الْحَمْدُ كَمَا تُحِبُّ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ بِعَدِّ مَنْ صَلَّيَ
 عَلَيْهِ وَ صَلِّ اَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ مَنْ كَمَّ يُصَلِّي عَلَيْهِ وَ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ اَنْ
 تُصَلِّيَ عَلَيْهِ اس صیغہ کو طبرانی سے انشاء کیا ہے جو اکابر علماء حدیث سے ہیں کہ اس
 درود شریف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پڑھایا ہے اور حضور پُر نور صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم نے سُن کر تبسم فرمایا یہاں تک کہ دندان مبارک ظہور پذیر ہو گئے۔
 اور اس سے ایک یہ ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ مَلَأَ الدُّنْيَا وَمَلَأَ الْاٰخِرَةَ

وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ مَلَاءَ الدُّنْيَا وَمَلَاءَ الْآخِرَةِ وَسَلِّمْ عَلَى مُحَمَّدٍ مَلَاءَ الدُّنْيَا وَمَلَاءَ الْآخِرَةِ !

اور ان میں سے ایک یہ ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ وَآذِلَادِهِ
وَأَنْوَارِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ وَأَهْلِ بَيْتِهِمْ وَأَصْهَارِهِمْ وَأَنْصَارِهِمْ وَأَشْيَاعِهِمْ وَمُجَنِّدِهِمْ
وَأُمَمِهِمْ وَعَلَيْنَا مَدْعُهُمْ أَجْمَعِينَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔ اسے امام سخاوی کتاب الشفا
سے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کر کے کہا کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوض
مبارک سے پیالے بھر بھر کر پینے کا خواہاں ہو وہ اس کا در در رکھے۔

ان میں سے ایک یہ ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ فِي الْأَوَّلِينَ وَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ
فِي الْآخِرِينَ وَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ فِي النَّبِيِّينَ وَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ فِي الْمُرْسَلِينَ وَصَلِّ عَلَى
مُحَمَّدٍ فِي الْمَلَأَ الْأَعْلَى إِلَى يَوْمِ الدِّينِ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُحَمَّدًا وَآلَهُ سُبُلَةَ الْفَضِيلَةِ
وَالشَّرَفِ وَاللَّسَّاجَةِ الرَّفِيعَةِ وَابْعَثْ مُقَامًا مُخَوَّصًا۔ اَللّٰهُمَّ اَمْنْتُ بِحَمْدِكَ وَ
كَمَّ اَسْرَهُ فَلَا تُخْرِمْنِي فِي الْحَيَاةِ رُؤْيَا رُبِّيَّةً وَاسْمُ رُبِّي مُحَمَّدٌ وَكُوْنِي عَلَى لَبَّتِهِ وَاسْقِنِي
مِنْ حَوْضِهِ شَرَابًا مُزِيًّا سَالِفًا هَانِيًّا لَا اَظْلَمَ بَعْدَهُ اَبَدًا اِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ رُوحَ مُحَمَّدٍ مِنِّي وَآلِهِ وَمَنَّا حَيَّةً وَسَلَامًا اَللّٰهُمَّ كَمَا اَمْنْتُ بِكَ وَكَمَّ
اَسْرَهُ فَلَا تُخْرِمْنِي فِي الْجَنَّةِ رُؤْيَا رُبِّيَّةً۔ تلمسانی نے نیشاپوری سے نقل کیا ہے کہ عطا نے
کہا ہے کہ جو کوئی اس درود شریف کو تین بار صبح اور تین بار شام کو پڑھے اس کے گناہوں
کی بنا کر جائے گی اور اس کے نقش خطا محو ہو جائیں گے۔ اس کا سرور ہمیشہ کا ہو جائے گا
اس کی دعائیں مستجاب ہوں گی۔ اس کی امتیاز پوری ہوں گی اور دشمنوں پر اس کی امداد کی
جائے گی اور اسباب خیر کی اسے توفیق عطا کی جائے گی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہشت
اعلیٰ میں رفیق ہو جائے گا۔

ان میں سے ایک یہ ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ وَعَظِّمْ وَكَبِّرْ
فِي الدُّنْيَا بِأَعْلَى دِينِهِ وَإِظْهَارِ دَعْوَتِهِ وَإِعْظَامِ ذِكْرِهِ وَإِنْفَاءِ شَرِّعَتِهِ وَ
فِي الْآخِرَةِ بِقَبُولِ شَفَاعَتِهِ فِي أُمَّتِهِ وَتَضَعِيفِ ثَوَابِهِ وَإِظْهَارِ فَضْلِهِ عَلَى الْأَوَّلِينَ

وَالْآخِرِينَ وَتَقْدِيمِهِمْ عَلَى كَافَّةِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ فِي الشَّفَاعَةِ وَالْعِلَاءِ وَدَجَّتِهِ
فِي الْجَنَّةِ وَعَلَى إِلَهٍ وَأَصْحَابِهِم وَإِتْبَاعِهِمُ أَجْمَعِينَ -

ان میں سے ایک یہ بھی ہے صَلَّی اللہُ عَلَیْ مُحَمَّدٍ وَآلِہِ وَسَلَّم صَلَوةٌ وَ
أَهْلُهَا اس درود شریف کا صبح کے وقت پڑھنا واقعہ مؤید ہے۔

ان میں سے ایک یہ بھی ہے اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَیْ مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَوةً أَنْتَ
لَهَا أَهْلٌ فَهَوَ لَهَا أَهْلٌ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ - یہ درود خاصان کو حسن قبول ہوا ہے اور
قبول و اجابت کا باعث ہے کہتے ہیں کہ زائرین سے ایک مقبول درگاہ تھا اور اس درود
شریف کے تحفے بھیجا کرتا تھا جب اس کے سفر کا وقت آیا تو حکم آیا کہ چند روز اور اقامت
کر کہ تمہارا یہ درود ہمیں بہت پسند آیا ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَیْ مُحَمَّدٍ مَعْدِنِ الْجُودِ وَالْكَرَمِ وَمَنْبَعِ
الْعِلْمِ وَالْحِكْمِ إِلَهٍ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّم - یہ درود شریف ہمارے اس سلسلہ شریف میں
متعارف اور مشہور ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْ حَبِيبِكَ وَكَرِيمِكَ وَلَكِنِّكَ
وَمُظْهِرِ سِرِّكَ وَبُیِّنَاتِكَ وَمِثَالِ حَضْرَتِكَ وَتَمَثَّلِ قُدْرَتِكَ سُرُوحِ الْقُدْسِ
مُنْطَلِقِ الْحَيَاةِ وَالْفَضِيلَةِ بِأَمْرِكَ بِكَشَرَةِ الْعَوْلَمِ مُفِیضِ لَوَاطِقِ النُّفُوسِ
صَاحِبِ الظَّفَرِ وَالتَّعَالٰی شَمْسُ لَوْزِکَ - کہتے ہیں کہ یہ کلمات حضرت غوث الثقلین
رضی اللہ عنہ کے فرمودہ ہیں جس طرح اس سلسلہ کے بعض مشائخ سے نقل فرماتے ہیں اور
حضرت سیدی سندھی شیخ قبلہ گاہی شہتی کلیم الہی قدس اللہ سرہ السامی نے اپنے رسالہ ادرار
میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

ان میں سے ایک یہ ہے اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْ سُرُوحِ مُحَمَّدٍ فِي الْأَسْرَاحِ وَ
صَلِّ عَلَیْ جَسَدِهِ فِي الْأَجْسَادِ وَ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْ قَلْبِهِ فِي الْقُلُوبِ - سخاں نے در قلم
سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ جو کوئی اس درود شریف کو کثرت سے پڑھے گا وہ حضرت
صَلَّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوگا۔ اور آپ کی شفاعت حاصل کریگا

اور آپ کے حوض سے بیاب ہوگا۔ اس کا بدن آگ و دوزخ پر حرام ہوگا۔ یہ درود شریف
 حرمین الشریفین والوں میں بہت مستعمل ہے اور اس پر یہ بھی زیادہ کرتے ہیں وَ عَلٰی اِسْمِ
 مُحَمَّدٍ فِي السَّمَاءِ اور کاتب الحروف (حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ بعض اوقات
 میں غلبہ شوق و ذوق میں آپ کے جسم مبارک کے ایک ایک اعضاء کو علیحدہ علیحدہ ذکر کر کے
 درود شریف سمیٹتا ہوں جو گویا اس طرح ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی رَاسِ مُحَمَّدٍ فِي الرَّؤُسِ وَ
 صَلِّ عَلٰی تَعْرِ مُحَمَّدٍ فِي الشَّعْرِ وَ عَلٰی جَبْهَةِ مُحَمَّدٍ فِي الْجَبَاهِ وَ عَلٰی عَيْنِ مُحَمَّدٍ
 فِي الْعَيْنِ وَ عَلٰی اُذُنِ مُحَمَّدٍ فِي الْاُذَانِ وَ عَلٰی وَجْهِ مُحَمَّدٍ فِي الْوُجُوهِ وَ عَلٰی صَدْرِ
 مُحَمَّدٍ فِي الصُّدُورِ وَ عَلٰی قَلْبِ مُحَمَّدٍ فِي الْقُلُوبِ وَ كَذَا اور کبھی کہتا ہوں وَ عَلٰی
 بَلَدِ مُحَمَّدٍ فِي الْبِلَادِ وَ عَلٰی دَارِ مُحَمَّدٍ فِي الدُّوَرِ وَ عَلٰی مَسْجِدِ مُحَمَّدٍ فِي الْمَسَاجِدِ ، وَ كَذَا۔
 ان میں سے ایک یہ ہے اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ سَعْدِيكَ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ
 اِنَّ اِلَهَهُ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَ
 سَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔

اور ایک یہ ہے صَلَوَاتُ اِلٰهِ الْبَرِّ الرَّحِيْمِ وَالْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَ النَّبِيِّينَ
 وَ الصِّدِّيقِيْنَ وَ الشُّهَدَاءِ وَ الصَّالِحِيْنَ وَ مَا سَبَّحَ لَكَ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَ السَّمَاءِ
 يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ عَلٰی مُحَمَّدٍ بْنِ عَبْدِ اِلٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ خَاتِمِ النَّبِيِّينَ وَ
 سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَ اِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ الشَّاهِدِ الْبَشِيْرِ الدَّاعِي اِلَيْكَ بِذَلِكَ السِّرَاجِ
 الْمُنِيرِ وَ سَلَامُهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰی اِلٰهِ وَ اصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ۔ یہ درود حضرت جناب
 علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے اور شفا میں مذکور ہے اور اسے آپ نے آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تازی میں پڑھا تھا جو نماز بعد وصال آپ کے آپ پر پڑھی گئی تھی۔
 اور ایک یہ بھی ہے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَ بَرَكَاتِكَ وَ رَحْمَتِكَ عَلٰی
 سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَ اِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَ خَاتِمِ النَّبِيِّينَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ اِمَامِ
 الْخَيْرِ وَ رَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اَللّٰهُمَّ اَبْعَثْهُ مَقَامًا مُّمُوْدًا يَغِيْطُ فِيْهِ الْاَوَّلُوْنَ وَ
 الْاٰخِرُوْنَ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰی

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ تَجِيْدٌ . يہ روود شریف حضرت عبداللہ بن
مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

ایک یہ بھی ہے اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ شَفَاعَةَ مُحَمَّدٍ الْكُبْرٰى وَارْفَعْ دَرَجَةَ
الْعُلَمَاءِ وَاتِّ سُوْلُهُ فِى الْاٰخِرَةِ وَالْاَوَّلٰى كَمَا اَتَيْتَ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى . رواہ
الطاووس عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

اور ایک یہ بھی ہے اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُحَمَّدًا اَفْضَلَ مَا سَأَلَكَ لِنَفْسِهِ وَاَعْطِ
مُحَمَّدًا اَفْضَلَ مَا سَأَلَكَ لِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ وَاَعْطِ مُحَمَّدًا اَفْضَلَ مَا اَنْتَ مُسَوَّلٌ
لَّہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِيَمَةِ ۔ مروی عن وہب بن الورد۔

ایک اور یہ بھی ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
الْبَیِّنِ الْاَمْرِ الَّذِیْ اَمَرَ سَلْبَتُهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ وَاصْطَفٰیئَتُهُ عَلٰی الْخَلَائِقِ اَجْمَعِیْنَ
عَدَدَ مَا فِیْ عِلْمِكَ وَمِیْلَةً مَا فِیْ عِلْمِكَ وَبَرَکَةً مَا فِیْ عِلْمِكَ وَعَدَدَ خَلْقِكَ وَكُلَّ
دَرَجَةٍ اَصْنَعَا فَاَمْصَاعَةً فِیْ ذٰلِكَ اَلْفَ مَرَّةٍ فِیْ اَلْفِ مَرَّةٍ فِیْ كُلِّ نَفْسٍ وَلَنَحْنِ
وَلِخَلْقَةٍ وَطَرَفَةٍ یَطُوفُ بِهَا اَهْلُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَلٰى اِلٰہِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ۔

ایک اور یہ ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَمَسْئُوْلِكَ السَّیِّدِ الْکَامِلِ
الْفَاتِحِ الْخَاتَمِ بِنُوْبِ الْمُبِیْنِ وَمَسْئُوْلِكَ الْقَادِقِ الْاَمِیْنِ اَمْرَ مُحَمَّدٍ الْوَسِیْلَةِ
وَالْفَضِیْلَةِ وَالْدَّرَجَةِ الرَّفِیْعَةِ وَابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمُحْمُوْدَ الَّذِیْ وَهَدَتْهُ
الشَّفِیْعُ الْمَذْنُوْبِ وَمَسْئُوْلِكَ الْمُجْتَبٰی اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْهِ وَعَلٰى اِلٰہِ كَمَا صَلَّيْتَ
عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلَیْهِ وَعَلٰى اِلٰہِ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّكَ
حَمِیْدٌ تَجِیْدٌ عَدَدَ خَلْقِكَ وَرِضَا لِّنَفْسِكَ وَسَلَامٌ لِّسَلَامِ کَثِیْرًا طَیْبًا مُّبَارَکًا
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّحِیْمِ۔

ان میں سے ایک یہ ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ مَا خَتَفَ الْمَلٰٓئِکَةُ
وَلَمَّا قَبَّ الْعَصْرَانُ وَكَذَا الْحَبِیْدَانُ وَاسْتَقْبَلَ الْفَرَقْدَانُ وَاصْلًا الْقَسْرَانُ وَبَلَغَ رُوحُهُ

وَأَسْوَاحُ أَهْلِ بَيْتِهِ مِنَّا لَتَحْيَا وَالسَّلَامُ لِسُ كَعْبِدِيهِ پُرْمِ اَللّٰهُمَّ مَرَّ الْمَلَكَةِ
 السَّيَّاحِينَ وَالَّذِينَ خَلَقْتَهُمْ لِتَبْلِيغِ هَذَا الصَّلَاةِ مِنَ الْأُمَّةِ إِلَى حَضْرَةِ نَبِيِّكَ
 وَحَبِيبِكَ أَنْ يَبْلُغُوا هَذَا الْهَدْيَةَ مِنْ هَذَا الْحَقِيرِ وَيَقُولُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ
 بَلَغْنَا إِلَيْكَ الْعَبْدُ الْفَقِيرُ الْمُسْكِينُ عَبْدُ الْحَمْدِ بْنُ سَيْفِ الدِّينِ السَّائِكُنِ بِلَدَةِ دِهْلِي
 الْعَبْدُ الْمُذْنِبُ الْعَافِي الَّذِي لَا مَنَاجَا لَهُ وَلَا مَنَاجَا لَهُ إِلَّا جَنَابُكَ وَمَا يَنْسَبُ هَذَا
 الْمَقَامَ مِنَ الْعِبَارَاتِ أَوْ يَقُولُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ بَلَغْنَا إِلَيْكَ الْعَبْدُ الْفَقِيرُ الْمُسْكِينُ
 مُحَمَّدٌ صَادِقُ بْنُ حَافِظٍ وَلَحْدِ بَخْسِ السَّائِكُنِ بِلَدَةِ أَحْمَدُ نَوَاسِرُ شَرْقِيَّةِ الْعَبْدُ الْمُذْنِبُ
 الَّذِي لَا مَنَاجَا لَهُ وَلَا مَنَاجَا إِلَّا بِحُضُورِكَ وَمَا يَنْسَبُ هَذَا الْمَقَامَ مِنَ الْعِبَارَاتِ
 ان میں سے ایک یہ بھی ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ يَعْدِدُ أَوْ رَاقِ الْأَشْجَارِ وَ
 يَعْدِدُ قَطْرَاتِ الْأَمْطَارِ وَيَعْدِدُ دَوَابِ الْبَرَارِي وَالْإِحْبَارِ وَعَلَى إِلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ
 کبھی کہا جاتا ہے يَعْدِدُ كُلَّ قَطْرَةٍ قَطْرَةٍ مِنْ سَمَائِكَ إِلَى أَرْضِكَ مِنْ حِينِ
 خُلِقَتِ الدُّنْيَا إِلَى الْيَوْمِ الْقِيَمَةِ اور اسی طرح أَوْ رَاقِ الْأَشْجَارِ وَدَوَابِ الْبَرَارِ
 وَالْبَحَارِ۔

ان میں سے ایک یہ بھی ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ يَعْدِدُ كُلَّ ذَرَّةٍ
 بِأَنَةِ أَلْفِ أَلْفِ مَرَّةٍ وَعَلَى إِلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ اس درود شریف کی فضیلت اکابر
 سے منقول ہے۔

ایک یہ بھی ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى إِلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ يَعْدِدُ
 كُلَّ شَيْءٍ وَصَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى إِلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ بِرَنَةِ كُلِّ شَيْءٍ اَللّٰهُمَّ صَلِّ
 عَلَى مُحَمَّدٍ وَإِلِهِ وَصَحْبِهِ يَعْدِدُ خَلْقَكَ وَرِضَا نَفْسِكَ وَرِنْدَةَ عَمْرٍ شَيْءٍ وَمِدَادَ
 كَلِمَاتِكَ وَمُنْتَهَى عِلْمِكَ وَمَبْلَغِ رِضَاكَ۔

ایک یہ بھی ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى إِلِهِ مُحَمَّدٍ يَعْدِدُ أَسْمَاءَكَ
 الْحُسْنَى وَيَعْدِدُ كُلَّ مَعْلُومٍ لَكَ۔

ان میں سے ایک یہ بھی ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ يَعْدِدُ كُلَّ مَا خَلَقْتَ وَذَرَأْتَ

وَعَدِدْ كُلَّ قَطْرَةٍ قَطْرَتٍ مِنْ سَمَوَاتِكَ إِلَى أَرْضِكَ مِنْ حِينَ خُلِقَتِ الدُّنْيَا إِلَى
يَوْمِ الْقِيَمَةِ فِي كُلِّ يَوْمٍ أَلْفَ مَرَّةٍ وَعَلَى إِلَهٍ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ.

اور ایک یہ بھی ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
صَلَوَةٌ تَكُوْنُ لَكَ بِرِضَاكَ وَحِفْظِهِ اَدَاءً وَاعْطِهِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالْكَرَمَةَ
الرَّحِيْمَةَ وَابْعَثْهُ مُقَامًا مُحَمَّدًا وَاجْزِهِ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَزَيْتَ نَبِيًّا عَنْ اُمَّتِهِ وَ
صَلِّ عَلَى جَمِيعِ اِخْوَانِهِ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَعَلَى جَمِيعِ
الْاَوْلِيَاءِ وَالْمُتَّقِيْنَ وَعَلَى سَيِّدِنَا الشَّيْخِ مُحَمَّدٍ الدِّينِ عَبْدِ الْقَادِرِ الْمَكِّيِّ الْاَمِينِ وَ
عَلَى جَمِيعِ مَلَائِكَتِكَ مِنْ اَهْلِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِيْنَ وَعَلَى جَمِيعِ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ
وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ اس درود شریف کو بعد از نماز صبح پڑھنا کتب مشائخ
میں آیا ہے۔

ایک اور یہ ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَوَةٌ
تُجْعَلُنَا بِهَا مِنْ جَمِيعِ الْاَحْوَالِ وَالْاَفَاتِ وَتَقْضِيْ لَنَا بِهَا جَمِيعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَهِّرُنَا بِهَا
مِنْ جَمِيعِ السَّيِّئَاتِ وَتُدْفَعُنَا بِهَا عَنْكَ اَعْلَى الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِهَا اَقْصَى الْغَايَاتِ
مِنْ جَمِيعِ الْخَيْرَاتِ فِي الْحَيٰوةِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ اور کبھی یہ دو کلمے بعد طہارتِ ناپا
جَمِيعِ السَّيِّئَاتِ کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ وَتَقْضِيْ لَنَا بِهَا جَمِيعَ الزَّهَاتِ وَتُكَفِّرُنَا بِهَا
جَمِيعَ الْخَطِيْئَاتِ۔ اس درود کے پڑھنے سے سارے مقاصد دنیا و آخرت کے پورے ہوتے
ہیں اور ساری مشکلیں آسان ہوتی ہیں اور کاتب الحروف (حضرت ایشخ علیہ الرحمۃ) کہ میری مشکلیں
اور حاجتیں اسی سے برآتی ہیں۔ مترجم بھی اس کا بار بار تجربہ کر چکا ہے نہایت سریع الاثر و
منفعت بخش و مصائب کش ہے اس درود شریف کا پڑھنا براے نجات آفت کشی و دریا
کے بھی مجرب ہے اس کا پڑھنا کم سے کم تین سو مرتبہ منقول ہے۔

نقل ہے کہ ایک شخص کو ایک مشکل آسان ہونے کے واسطے ہزار بار پڑھنے کی
اجازت دی گئی تھی۔ جب وہ تین سو بار پڑھ چکا تو وہ مشکل آسان ہو گئی اس کے بعد درود
تین سو مرتبہ ہوا۔ اس کو بعض علماء نے ذکر کیا ہے۔

ایک اور یہ ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الطَّاهِرِ الْكَرِّمِ
صَلَاةً تُكْمِلُ لَهَا الْفَعْدُ وَتَقْكُ بِهَا الْكَرْبُ صَلَوةً تُكُوِّنُ لَكَ رِضَاءً وَبِحَقِّهِ
اَدَاءً وَ عَلٰی الْاَبَدِ وَ حَاجِبِهِ وَ سَلَامٌ وَ بَارِكْ۔ اس درود شریف کے پڑھنے سے دل روشن
ہوتا ہے اور سینہ کشادہ ہوتا ہے۔ حاجتیں برآتی ہیں۔ غم دور ہوتے ہیں اور اس کو حضرت
غوث الثقلین سے نقل کرتے ہیں۔

اور ایک یہ ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ وَكَرِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ وَشَفِيعِ الْاُمَّةِ الَّذِي اَرْسَلْتَهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ وَعَلَى الْاِلهِ وَاصْحَابِهِ وَاَوْلَادِهِ وَذُرِّيَّتِهِ وَاَهْلِ بَيْتِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَعَلَى اَنْوَاجِهِ الطَّاهِرَاتِ اُمَمَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَفْضَلُ صَلَوَاتٍ وَاَنْكَى سَلَامٍ وَاَتَمُّ بَرَكَاتٍ عَدَدَ مَا فِيْ عِلْمِكَ وَزِنَةَ مَا فِيْ عِلْمِكَ وَمَلَأَ مَا فِيْ عِلْمِكَ وَمِدَادَ كَلِمَاتِكَ وَمَنْبَغَ بَرَكَاتِكَ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ وَكَرِّمْ كَذَلِكَ مُكَمَّلَةٌ اَفْضَلُ صَلَوَاتٍ وَاَنْكَى سَلَامٍ دَائِمَةٌ بَرَكَاتٍ عَلَى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلَى اَلٍ وَاَنْوَاجٍ وَاَصْنَافٍ كُلِّ مِنْهُمْ وَالنَّاسِ اِيْنِ اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اتنا اور زیادہ کیا ہے۔ وَعَلَى سَيِّدِنَا الشَّيْخِ مُحَمَّدٍ مَحْيٍ الدِّينِ عَبْدِ الْفَلَاكِ الْمَكِّيْنِ الْاُمِّيْنِ وَعَلَى كُلِّ وَلِيٍّ اَللّٰهُ فِي الْعَالَمِيْنَ وَسايرِ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ عَدَدَ مَا فِيْ عِلْمِ اللّٰهِ وَمَلَأَ مَا فِيْ عِلْمِ اللّٰهِ وَزِنَةَ مَا عِلْمِ اللّٰهِ وَرَحْمَتَا الْاَلْفَا حُجْرَتِهِمْ اَجْمَعِيْنَ وَاشْفَقْنَا وَاعْقَابًا مِنْ كُلِّ اَفْوَةٍ وَغَايَةٍ وَاَعْفُ عَنَّا وَعَامِلُنَا بِطُغْيَانِكَ الْجَبِيْلَةِ لَا تَسْلُطْ عَلَيْنَا يَدُ لَوْ بِنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا يَدُ حُكْمِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ امين۔ امين۔ امين۔ بعض صحاحین سے روایت ہے کہ جو شخص اس درود شریف کو بالالتزام پڑھتا رہے وہ نجات پاتا ہے۔ ہر زمانہ بلا سے اور ہر حادثہ سے محفوظ رہتا ہے اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ کو بعض مشائخ سے اس کی اجازت حاصل ہے۔

ایک آخر می یہی اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَشَفِيعِنَا وَ
مَلَاذِنَا وَمَلْجَاؤُنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ وَاَوْلَادِهِ وَذُرِّيَّتِهِ وَانْجِلْجِهْ وَاَهْلُ
بَيْتِهِ وَاتَّبَاعِهِ وَاَشْيَاعِهِ صَلَوةً نَاشِئَةً مِنْ مَعْدَنِ السِّرِّ الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ

وَلَا يَغْفِرُهُ أَحَدٌ إِلَّا أَنْتَ أَوْ هُوَ وَبَارِكْ وَكَبِّرْ وَشَرِّفْ وَمَجِّدْ حَسْبَ قُدْرِهِ
وَدَرَجَةِ عِنْدِكَ وَمِقْدَارِ إِكْدَامِكَ وَمُجْتَبَاكَ لَهُ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ
عَدَدُ كُلِّ جِلْمٍ عَلِمْتَهُ آيَاهُ وَكُلِّ فَضْلٍ خَصَصْتَهُ بِهِ وَكُلِّ نِعْمَةٍ أَلْعَنَتْهَا عَلَيْهِ
صَلَاةُ جَامِعَةِ بِجَمِيعِ الْمَرَاتِبِ وَشَامِلَةُ كُلِّ الدَّرَجَاتِ وَغَامَةِ كُلِّ الْخَيْرَاتِ
مَا يُمْكِنُ أَنْ يَتَصَوَّرَ وَمَا يَتَصَوَّرُ وَمَا يَظْهَرُ عَلَى أَحَدٍ وَلَا يَظْهَرُ اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ
عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ وَنَبِيِّكَ وَخَلِيلِكَ وَخَلِيقِكَ وَصَفِيكَ وَ
بَيْتِكَ وَذَخِيرَتِكَ وَخَيْرَتِكَ وَخَيْرِ خَلْقِكَ الَّذِي أَمَرَ سَلْطَةُ رَحْمَةِ الْعَالَمِينَ وَ
هَادِيَا لِلْقَائِلِينَ وَشَفِيعًا لِلْمُذْنِبِينَ وَدَلِيلًا لِلْمُتَحَيِّرِينَ وَطَرِيقًا لِلْعَارِضِينَ وَإِمَامًا
لِلْمُسْتَقْبِينَ وَنُورًا لِلْمُسْتَضِيرِينَ وَرَاحِمًا عَلَى الْمَسَاكِينِ وَكَثِيرًا لِلْمُسْتَطْعِبِينَ وَنَذِيرًا
لِلْعَاصِينَ وَرُفَاةً رَحِيمًا بِالْمُؤْمِنِينَ الَّذِي تَوَرَّتْ قُلُوبُهُ وَشَرَحَتْ صُدُورُهُ وَ
سَكَنَتْ ذِكْرُهُ وَعَظُمَتْ قُدْرُهُ وَأَعْلِيَتْ كَلِمَتُهُ أَيْدَتْ دِينَهُ وَاتَّيَتْ يَعِينُهُ
وَرَحِمَتْ أُمَّتَهُ وَعَسَمَتْ بِذِكْرِهِ اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ صَلَاةً تَنْوِرُ بِهَا الْقُلُوبَ
وَتُغْفِرُ الذُّنُوبَ وَتُسْتَرِ الْمَيُتَّ وَتُكْثِفُ الْكُرْبَ وَتُفَرِّجُ الْهَمُومَ وَتُدْفِعُ الْبَلَاءَ وَ
تَنْزِلُ الشِّفَاءَ وَتَسَهِّلُ الْأُمُورَ وَتُشْرِحُ الصُّدُورَ وَتُشْرِعُ الْقُبُورَ وَتُيسِّرُ الْحِسَابَ
وَتَعْلَمُ الْكِتَابَ وَتَقِلُّ الْمِيزَانَ وَتَهَيِّئِ الْجَنَانَ وَتَعْدِ الْإِقَاءَ وَتَمِمْ النِّعَاءَ صَلَاةً تُضِلُّ
لَا هَوَالَ وَتُفَرِّجُ الْبَالَ وَتَصْفِي الْوَقْتَ وَتُجَنِّبُ الْمَقْتَ صَلَاةً تَعْمَ بِدَكَائِهَا وَتُحِيطُ
كُرَامَاتِهَا وَيَكْشِفُ الْوَسْوَها وَتُظْهِرُ أَسْرَارَهَا مُوجِبَةً لِّلشِّدَادِ وَبَاعِثَةً عَلَى الرَّشَادِ
وَمَا يَفُتُّ عَنْ الْفِتَالِ وَدَافِعَةً لِّلْإِخْتِلَالِ وَمُحْصِلَةً لِّلْكَفَالِ صَلَاةً لَا تَدْعُ خَيْرًا مِنْ
خَيْرَاتِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا أَحْصَانَهَا وَلَا تَنْتَرِكُ كَمَا لَا مِنْ كَمَا لَا تِ الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ
إِلَّا أَلَمَتْهَا وَأَكَمَلَتْهَا صَلَاةً دَائِمَةً مُتَّصِلَةً بِأَقْوَى غَيْرِ مُنْقَطِعَةٍ وَاقِعَةً بِلِسَانِ الْحَالِ
وَالْقَالَ مُؤَدَّبَةٍ جَمِيعِ الْحَقُوقِ فِي جَمِيعِ الْأَحْوَالِ صَلَاةً رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً كَامِلَةً تَامَةً
مَيِّمَةً مَقْبُولَةً مَشْمُولَةً جَلِيلَةً جَزِيلَةً نُورًا السُّرُورِ ابْهَاءَ ضِيَاؤُ سَنَاءِ شِفَاءِ
غِنَاءِ مِلْءَا عَمَلًا حَالًا ذُوًّا أَدَلًّا وَآخِرًا ظَاهِرًا وَبَاطِنًا بِرَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ وَجُودِكَ

وَهَآئِكَ وَرَعَايَتِكَ وَكَلاَّتِكَ وَمَعَايَتِكَ يَا إِلَهَ الْعَالَمِينَ وَيَا خَيْرَ النَّاصِرِينَ وَيَا
 أَنَحَمَ السَّاجِدِينَ وَيَا أَكْثَمَ الْأَكْثَرِيْنَ وَيَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيثِينَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ مِنَ أَنْزِلِ
 الْأَحْزَالَ إِلَى أَبَدِ الْآبِدِينَ . بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ وَاجْعُدْ لَهُمْ أَنْ الْحَمْدُ وَلَهُ مَاتَ
 الْعَالَمِينَ .

یہ جلیل القدر کلمات درود شریف جن میں سے بعض زیارات حضرت سید الکائنات علیہ
 افضل الصلوٰت و تسلیما ت بعض غریبا سے بعنوان تفریع و انکسار عارضی حضور و انور
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بذریعہ جبریل انشائیش پڑھے گئے ہیں امید اس درگاہ پر امید
 حضور پر نور شافع یوم القیوم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سمع و رضاء سے سنے گئے ہوں گے یہ
 اس فقیر کا طلبہ سال اور غنائم سفر حج سے ہیں . والحمد للہ رب العالمین سبحان ربک رب
 العزت عما یصفون و سلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین .

شَمَائِلُ، خِصَالُ وَفَضَائِلُ مُحَمَّدِيَّةٍ وَسِيرَةُ النَّبِيِّ ﷺ بِرُكُونِ انْقِدَارٍ مَحْبُوسَةٍ

مَجْلَدُ الْوَاعِظِينَ طَائِفَةُ

۱۵

تَقْرِیریں

مُصَنَّفٌ وَتَرْجُومَةُ

شَیْرِ بَلِیْغِ اہْلِ سُنَّتِ مولانا محمد حُشمت علی قادیانی

حُبُّ الْاِرْشَادِ

اَبُو الْمَسْعُودِ الْحَاجِّ صَاحِبِ زَادِ پِیْرِ سِدِّیِّ مُحَمَّدِ بْنِ شَاہِ گیلانی قادیانی

نَاشِر:

نُورِ کُتُبِ خانہ لاہور

علم تصوف کی بے مثل اور لازوال کتاب 'کشف المحجوب' ماخوذ

سیرت الاولیاء

از افادات

ابوالحسن حضرت علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ
للمعنی داتا گنج بخش

ترقیہ و تدوین

پاکستان علامہ محمد شریف نوری نقشبندی

نوری گنج خانہ لاہور

عکس ترجمہ

اُسوۂ رسول اور فقر محمدی کا حسین و جمیل مرتق

شمالِ رسول ﷺ

مؤلف

□ شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ □

مترجم

□ پروفیسر سید ریاض حسین شاہ ایم اے □

ناشر

نُورِ کُتب خانہ لاہور

سنگزشت این تہ



ترتیب تدوین

آزافات

سید محمد ناصر عثمان شاہ گیلانی
ایم اے عربی ۰ ایم اے اسلامیات

علامہ محمد نور بخش توکلی
رحمۃ اللہ علیہ



نوری گنج خانہ لاہور

اُمُّ الْكِتَابِ

(تفسیر سورہ فاتحہ)



ترتیب تدوین

آزادادات

سید محمد ناصر عثمان شاہ گیلانی

علامہ محمد نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ

— ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات



نوری کتب خانہ۔ لاہور

اعلیٰ حضرت مجدد دین ملت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
اور دیگر شعراء کا بارگاہ رسالت مآب میں نذرانہ عقیدت

صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ

مجموعہ نعت

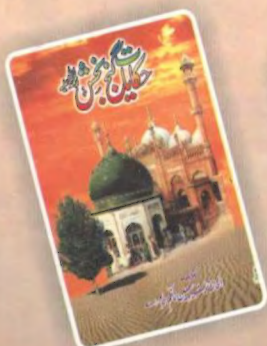
ترتیب
پیرزادہ سید محمد عثمان نوری



نوری کتب خانہ ۰ لاہور

نوری کتابیں اچھی کتابیں

بازوق قارئین کیلئے



نوری کتب خانہ لاہور